سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور

عصری سائنسی تحقیق

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ
ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی

بزمِ رضویہ (رجسٹرڈ) لاہور

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور

عصری سائنسی تحقیق

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ
ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی

بزمِ رضویہ (رجسٹرڈ) لاہور

نام کتاب : سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور عصری سائنسی تحقیق

مصنف : ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ

بی۔ایس سی (پنجاب)' ایم۔اے (علوم اسلامیہ)
ایم۔اے (اردو)' ایم۔اے (تاریخ)
پی ایچ۔ڈی (اسلامک لرننگ)

موضوع : سیرت طیبہ اور سائنس کا تقابلی مطالعہ

پروف ریڈنگ : سیدہ صبا سلطان

بی۔ایس سی (پنجاب) ،ایم۔اے (اسلامک ایجوکیشن)

نگرانِ طباعت : محمد سلیم جلالی

کمپوزنگ اینڈ فارمیشن : امیج گرافس 53- ایف شمع پلازہ فیروزپور روڈ لاہور

مطبع : اشتیاق احمد 'مشتاق پرنٹرز لاہور

اشاعتِ اوّل : مئی ۲۰۰۰ء / صفر ۱۴۲۱ھ

صفحات : 292

تعداد : ۱۰۰۰

ہدیہ : روپے

ناشر : بزم رضویہ (رجسٹرڈ) ۷ /۳/ ۱۴' داتا نگر 'بادامی باغ لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترتیبِ مضامین

باب اوّل

وحیٔ اوّل کی سائنسی اہمیت

قرآنِ کریم ایسی الہامی کتاب ہے جو خلاق عالمین جلَّ جلالہٗ نے اپنے عبدِ مکرم ، نبی معظم ، رسولِ محترم ، نور مجسم ﷺ پر نازل فرمائی۔ چونکہ یہ انسانی ہدایت کے لیے علاّم الغیوب ، علیم و خبیر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے وہ پیغام ہے جسے حضرت جبریل امین علیہ السّلام وحی کی شکل میں حضور ختمی المرتبت ﷺ کے پاس لائے جسے آپ علیہ الصّلوٰۃ السّلام نے کتابت جاننے والے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو املا کرادیا۔ چنانچہ قرآنی الفاظ کو بالکل ویسے ہی محفوظ کرلیا گیا جس طرح ان کا نزول ہوا تھا اس کے بعد قرآن پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مساعیٔ جلیلہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ چونکہ فرقان حمید اللہ جَلَّ جلالہٗ کی نازل کردہ کتاب ہے اِس لیے اِس کی ہر بات حق ہے۔ چونکہ سائنس تحقیق کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کا نام ہے اِس لیے جب یہ تجربہ و مشاہدہ کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت کو جان لیتی ہے تو پھر قرآن اور سائنس میں تضاد کے بجائے ہم آہنگی آشکار ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کی وحیٔ اوّل میں اللہ تعالیٰ جَلَّ مجدہٗ نے ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ یہ حقیقت انسانی تخلیق سے متعلق ہے۔ اس سے پہلے کہ ان آیات کا ذکر کیا جائے 'وحیٔ اوّل کے الفاظ کے بارے میں مفسرین کرام کے اختلاف کو بیان کرنا ضروری ہے مولانا ابوالکلام آزاد نے اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے "سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی'

پھر سورۂ قلم' یا سب سے پہلے سورۂ علق نازل ہوئی' پھر سورۂ قلم' یا سب سے پہلے سورۂ المدثر نازل ہوئی یا اوّلیت استعاذہ کو حاصل ہے یا اجلۂ تابعین مثلاً حسن اور عکرمہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اتری (1)۔ علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹۔۹۱۱ھ) نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں نزول میں اولیت سے متعلق چار اقوال لکھے ہیں۔ پہلا قول سورۃ العلق ' دوسرا سورۃ المدثر ' تیرا سورۃ الفاتحہ اور چوتھا تسمیہ کے نزول سے متعلق ہے لیکن انہوں نے سورۂ علق کی آیات کی نزولِ اوّلیت کو ثابت کیا ہے۔ علاّمہ سیوطی علیہ الرحمہ کے مطابق قرآن کے سب سے پہلے نازل ہونے والے حصہّ کے بارے میں کئی مختلف قول آئے ہیں۔ قولِ اوّل جو صحیح بھی ہے ' یہ ہے کہ سب سے اوّل "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ" کا نزول ہوا (2)۔ حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے الدلائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح بتایا ہے کہ قرآن کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ "اقرأ باسم ربک" ہے اور طبرانی نے اپنی کتاب الکبیر میں ابی رجاء العطاری سے اپنی سند کے ساتھ, جس میں صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں ' روایت کی ہے کہ عطاردی نے کہا "ابو موسیٰ ہم کو قرأتِ قرآن سکھانے کے وقت حلقہ باندھ کر بٹھاتے تھے اور خود دو سفید و شفاف کپڑے پہن کر وسط میں بیٹھتے اور جس وقت وہ اس سُورۃ "اقرأ باسم ربک الذی خلق" کو پڑھتے تو کہا کرتے "یہ پہلی سُورہ ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی" (3)۔

ابو عُبیدہ نے اپنی کتاب "فضائل القرآن" میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عبدالرحمٰن نے اور اُس سے سفیان نے بواسطۂ ابن ابی نجیح مجاہد سے روایت کی ہے کہ مجاہد نے کہا "قرآن کا جو حصہ سب سے پہلے نازل ہوا ' وہ "اقرأ باسم ربک" اور "ن وَالقلم" ہے (4)۔ کشّاف میں آیا ہے کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اور مجاہد (رحمتہ اللہ علیہ) تو اِس طرف گئے ہیں کہ سب سے پہلے جس سُورہ کا نزول ہوا ' وہ سُورۃ "اقرأ" تھی (5)۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جمہور علما اور مفسرین نے قولِ اوّل (سورۂ اقرأ سے متعلق) ہی اختیار کیا ہے (6)۔ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرّحمہ نے "تفسیرِ مظہری" میں لکھا ہے کہ بغوی نے اپنی سند سے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے سُورۃ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی۔ اکثر اہلِ تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے (7)۔ انہوں نے سورۂ علق، المدّثر اور الفاتحہ سے متعلق روایات میں تطبیق قائم کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے۔ "صحیح اوّل روایت ہے۔ بغوی نے کہا وہی درست ہے اور جمہور سلف و خلف کا اسی پر اجماع ہے۔ المدّثر کو جو نزول میں اوّل کہا گیا ہے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ وحی کے عارضی انقطاع کے بعد سب سے پہلے المدثر نازل ہوئی اور سورۂ فاتحہ کی اولیت کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے پوری سُورۃ یہی نازل ہوئی" (8)۔

نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کی طرح تطبیق قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن نزول میں اوّلیت سورۃ اقرأ ہی کی مانی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ "اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کی کون سی سُورۃ نازل ہوئی ہے...... جمہور عُلماء اور مفسرین کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۃ اقرأ نازل ہوئی ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سُورۃ یا ایھا المدثر ہے۔ گو یہ قول بہت کمزور ہونے کی وجہ سے قابل اعتنا نہیں ہے لیکن ملا علی قاریؒ نے اس ضمن میں جو لکھا ہے، اِس سے ان دونوں اقوال کے درمیان بڑی تکلیف تطبیق ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے میرے نزدیک یہ کہنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ اقرأ تو حقیقی پہلی سُورۃ اور یا ایھا المدثر اضافی پہلی سورۃ ہے۔ یعنی پہلی وحی (سورۂ اقرأ) نازل ہونے کے بعد نزول وحی کا جو سلسلہ کچھ عرصہ کے لیے منقطع ہو گیا تھا اور پھر یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا تو اِس وقت سب سے پہلے یا ایھا المدثر نازل ہوئی" (9)۔

مولانا محمد مالک کاندھلوی بھی سُورۃ المدثر کی اوّلیت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے فترۃ الوحی کے بعد نازل ہونے والی پہلی سورۃ قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "بعض حضرات نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ قرآن میں سب سے اوّل نازل ہونے والی آیات یا ایھا المدثر قم فانذر ہیں اور اس کی نسبت حضرت جابر رضی اللہ عنہ، کی طرف ہے۔ امام بخاریؒ نے نہایت لطیف انداز میں اس اشکال کو حل فرما دیا۔ ابن شہاب زہری کی تعلیق نقل کرتے ہوئے اِن کی سند

سے یہ لفظ ظاہر کر دیا۔

وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ ۔(حضرت) جابر (رضی اللہ عنہ) اس قصہ میں فترت وحی یعنی وحی کی ابتداء کے بعد کچھ عرصہ تک سلسلۂ وحی رُک جانے کا قصہ بیان کر رہے تھے۔ یعنی حضرت جابر یہ بیان فرما رہے تھے کہ وحی کی ابتدا ہو چکنے کے پونے تین سال جو مدت فترۃ الوحی (یعنی انقطاع سلسلۂ وحی) کی گذری، اس کے بعد سب سے پہلے آیات یاایھا المدثر قم فانذر نازل ہوئیں تو معلوم ہوا کہ اِن آیات کی اولیت مطلقہ مقصود بیان نہیں بلکہ بعد فترتِ وحی سب سے پہلے نازل ہونے کی حیثیت بیان کی ہے"(10)۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اوّلیت تنزیل کے مسئلے پر تین اقوال نقل کیے ہیں جو انہی کے الفاظ میں نقل کیے جاتے ہیں۔

قول اوّل :اقرأباسم ربک الذی خلق"...... سب سے پہلی ندا تھی جو آنحضرت ﷺ کو کی گئی...... یہ پہلی وحی صرف افتتاح وانفجار تھااور اس کے ذریعے محض اعلانِ نبوت مقصود تھا۔ لہٰذا بعثت واعلانِ نبوت کے اعتبار سے یہی وحی نزولِ قرآن میں شرف اوّلیت سے ہمکنار ہوئی۔

قولِ ثانی : "یاایھا المدثر o قم فانذر" یہ وہ ندا تھی جس نے "اذھب الی فرعون انہٗ طغی" کی مانند حضور علیہ السلام کو فریضہ رسالت کا بارِ مقدس عطا کر دیا۔ اس وحی سے آپ (ﷺ) کی رسالت کا آغاز ہوا، اور آپ (ﷺ) اپنی قوم پر تبلیغ و تنذیر کے لیے مامور کر دیے گئے۔

لہٰذا انفجار تونبوت کے بعد حکم رسالت کے اعتبار سے یہی وحی نزولِ قرآن میں شرف اولیت سے ہمکنار ہوئی۔

قولِ ثالث : پہلے دونوں اقوال میں مذکور اوّلیت صرف نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے انفجارو انبعاث کے حوالے سے تھی۔اِن کا تعلق حضور علیہ السلام کے

ذاتی مدارج و مناقب سے تھا۔ جب یہ کام ہو چکا تو اب فی الواقع سلسلۂ تبلیغ کا آغاز مقصود تھا۔ چنانچہ فریضۂ رسالت پر مامور ہو جانے کے بعد سب سے پہلے جو سورۃ نازل کی گئی، وہ سُورۂ فاتحہ تھی (11)

مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ نزولِ قرآن میں اولیت کا شرف سورۂ اقرأ کو ہی حاصل ہے، لیکن اس میں بھی مفسرین و علماء میں اختلاف ہے کہ مذکورہ سورۃ کی کتنی آیات وحی اوّل کے دوران نازل ہوئیں۔ مولانا امین احسنِ اصلاحی سورۂ علق کی اوّلیت تنزیل کے قائل نہیں ہیں۔ انہوں نے "تدبر قرآن" میں لکھا ہے "اِس کے زمانۂ "نزول کے متعلق مشہور قول تو یہ ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے یہی سورۃ نازل ہوئی۔ بعض پوری سورہ کو سب سے پہلے نازل ہونے والی قرار دیتے ہیں لیکن اکثریت پوری سورہ کو نہیں بلکہ اس کی صرف ابتدائی پانچ آیتوں کو یہ درجہ دیتی ہے۔ اس قول کی بنیاد صحیحین کی ایک روایت پر ہے۔۔۔
میرے نزدیک یہ پوری سُورہ بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہے، اس کی ابتدائی پانچ آیتوں کا مزاج بھی بعد کی آیتوں سے کچھ مختلف نہیں ہے، سورہ کا انداز خطاب و کلام اتنا تیز و تند ہے کہ بالکل پہلی ہی سُورہ میں یہ انداز سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اختیار فرمایا گیا۔ علاوہ ازیں سورہ کے الفاظ میں کوئی قرینہ یا اشارہ ایسا موجود نہیں ہے جس سے دو الگ الگ قسطوں میں نازل ہونا معلوم ہوتا ہو" (12)۔

مولانا اصلاحی کے محولہ بالا اقتباس دو نتائج اخذ کیئے جاسکتے ہیں اولاً یہ کہ سورۂ علق (مکمل یا اس کی ابتدائی آیات) کو تنزیل میں اوّلیت کا شرف حاصل نہیں۔ ثانیاً یہ سورہ جب کبھی نازل ہوئی، مکمل نازل ہوئی کیونکہ مولانا اِس پوری سُورت کو ایک یونٹ سمجھتے ہیں۔ جہاں تک سورۂ علق کو ایک اکائی یا وحدت قرار دینے کی بات ہے تو یہ بات انہوں نے کسی ایک سورہ تک محدود نہیں رکھی بلکہ اپنے اُستاد مولانا حمید الدین فراہی کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے ہر سُورہ کو ایک یونٹ قرار دینے کا تصور پیش کیا ہے۔ مستنصر میر نے یونیورسٹی آف میشیگن (امریکہ) میں مولانا اصلاحی کے پیش کردہ تصورِ نظم کے متعلق **"A study of**

Islāhi's Concept of Nazm in the Tadabbur-i-Qur`ān کے عنوان
سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے مقالہ پیش کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے۔

The Unity of the Surah should not be construed in a very rigid sense ...... The surah is probably not as rigorously unified as Farahi and Islahi would seem to believe.
If the Qur`anic surah is taken as an organic whole, then the need to rely upon the asbāb an-nuzūl is drastically reduced, for the use of asbab an-nazul as an exegetical aid is largely predicated upon taking a verse-by-verse approach to the verses of the surah.(13)

کسی سورہ کی وحدت کی انتہائی ٹھوس انداز میں نہیں لیا جا سکتا۔ سورتیں شاید اس قدر غیر لچکدار یونٹ نہیں ہیں جس قدر فراہی اور اصلاحی خیال کرتے ہیں اگر قرآنی سورہ کو ایک نامیاتی اکائی مان لیا جائے تو پھر اسباب النزول پر انحصار کرنے کی ضرورت انتہائی کم رہ جاتی ہے حالانکہ ایک سورہ کی تفسیر کے بجائے ہر آیت کے لیے اسباب النزول کو وسیع پیمانے پر تفسیری معاون مانا جاتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کا ایک سورہ کو ایک یونٹ قرار دینا' پھر اس کے حصوں کی الگ الگ تنزیل کا انکار کرنا یا اس کی آیات کا شانِ نزول کلی طور پر نظر انداز کرنا درست نہیں۔ قرآن پاک کی ہر سورہ کے مضامین میں نظم (Coherence) تلاش کرنا بھی ضروری نہیں جتنا مولانا سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کی مختلف آیات کی ترتیب نزولی اور ترتیب توقیفی میں فرق ہے۔ مولانا اصلاحی نے خود بھی اس حقیقت کو اِن الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"قرآن اگرچہ جستہ جستہ نازل ہوا ہے لیکن آیات کی ترتیب آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ہوئی۔ آپ ﷺ آیات کی جگہ سورتوں میں متعین فرما دیتے تھے اور کاتبین وحی ان کو ان کی متعینہ جگہوں پر رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے (14)۔

بخاری شریف میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں سورۂ علق کی پہلی تین آیات اور مسلم شریف میں پہلی پانچ آیات کی پہلی وحی کے طور پر تنزیل مذکور ہے۔ راجا رشید محمود نے ''نزولِ وحی'' میں لکھا ہے۔ ''جن سیرت نگاروں نے نزولِ وحی کی ابتداء کے حوالے سے سورۂ علق پہلی پانچ آیتیں نقل کی ہیں' ان میں عروہ بن زبیر' ابنِ اسحاق' ابنِ ہشام' ابنِ سعد' امام قسطلانی' عبدالرحمان ابنِ جوزی' ملا معین واعظ کاشفی' شیخ عبدالحق محدث دہلوی' ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی' عبدالرحمان جامی' محمد حسین ہیکل' ابراہیم سیالکوٹی' شبلی نعمانی' قاضی سلمان منصور پوری' ابوالاعلیٰ مودودی' محمد ادریس کاندھلوی' پیر محمد کرم شاہ' احسان الحق سلیمانی' صفی الرحمان مبارک پوری' ابوالحسن علی ندوی' شاہ مصباح الدین شکیل' نواب احمد حسین خاں' عبدالصّمد رحمانی' مولوی عبداللہ خان' عبدالحیٔ' قاضی نواب علی وغیرہ شامل ہیں'' (15)۔

مفسّرین کرام کی اکثریت اور بعض دیگر علمانے بھی سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو پہلی وحی مانا ہے۔ علامہ قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ اکثر مفسرین کا خیال کہ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات مالم یعلم تک سب سے پہلے نازل ہوئیں (16)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں یہی بات لکھی ہیں کہ اکثر اہل تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے (17)۔ علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر (18)۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی (19)' مولانا عبد الماجد دریابادی (20)' مولانا محمد مالک کاندھلوی (21)' صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (22)' مفتی محمد شفیع (23)' جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری (24)۔ شیعہ مفسر مولانا فرمان علی (25)' پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری (26)' حافظ احمد سعید (27)' ڈپٹی نذیر احمد (28)' جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (29)۔ پروفیسر عبدالصمد صارم الازہری (30)' اور میاں صدیقی (31)' وغیرہ ہم سے سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات تسلیم کیا ہے' راجا رشید محمود نے ''نزول وحی'' میں جہاں روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں منقول مختلف نکات کا تنقیدی جائزہ کیا ہے اور اسے غلط طور پر

اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا سے منسوب قرار دیا ہے وہاں سورۂ علق کی ابتدائی آیات کو پہلی وحی تسلیم کیا ہے کیونکہ ان کے مطابق سورۂ علق والی روایات بکثرت ہیں اور مضبوط ہیں (32)۔

سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کی تنزیل میں اوّلیت مسلمہ ہے اور کسی اور سورہ کو پہلی وحی قرار دینا مناسب نہیں۔ اس سورۂ مبارکہ یا اس کے ابتدائی حصے کو محض اس لیے وحی اوّل نہ ماننا کہ اس کا انداز خطاب و کلام تند و تیز ہے یا پھر پوری سورہ ایک وحدت سمجھ کر اس کا یکبار نزول بھی شان نزول کی روایات کے بیک جنبش قلم مسترد کر دینے کے مترادف ہے۔ کسی مفسر کا اس سورہ کے انداز سے دو الگ الگ قسطوں میں نزول ناممکن سمجھنا بھی بے اصل ہے۔ سورۂ علق کے نزول کے متعلق حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے "یہ سورت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی پانچ آیتیں جبریل امین لے کر پہلی مرتبہ غار حرا میں تشریف لائے۔۔۔۔ سورت کا دوسرا حصہ بعد میں اس وقت نازل ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی (33)۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے بھی یہی رقم کیا ہے "اس سورہ کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ اقراء سے شروع ہو کر پانچویں آیت کے الفاظ مالم یعلم پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ کلاً ان الانسان لیطغی سے شروع ہو کر آخر سورہ تک ہے۔ پہلے حصے کے متعلق علمائے امت کی عظیم اکثریت متفق ہے کہ یہ سب سے پہلی وحی ہے۔۔۔۔ دوسرا حصہ بعد میں اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی اور ابو جہل نے آپ کو دھمکیاں دے کر روکنے کی کوشش کی (34)۔

اب وحیٔ اوّل کا اصل متن ملاحظہ فرمائیں تاکہ ان آیات کا صحیح مفہوم واضح ہو سکے

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (35)

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ انسان کو علق سے پیدا کیا۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو

سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ پانچ آیات خلاقِ عالمین کی طرف امت مسلمہ کی راہنمائی کے لیے نازل کردہ پیغام میں اوّلیت کے شرف کی حامل ہیں۔ انسانی ہدایت کے لیے مہبطِ وحی ﷺ پر ان آیات کی نزول سبقت یقیناً بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق پہلی آیت نے اسلامی الٰہیات و اخلاقیات کی علمی بنیاد فراہم کی، دوسری آیت نے بیالوجی اور ایمبریالوجی کی سائنسی اساس بیان کی، تیسری آیت نے انسان کو اسلامی عقیدہ و فلسفہ کی طرف متوجہ کیا، چوتھی آیت نے فلسفہ علم و تعلیم اور ذرائع علم پر روشنی ڈالی اور پانچویں آیت نے علم و معرفت، فکر و فن اور فلسفہ و سائنس کے تمام میدانوں میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھول دیئے (36)۔

مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے "اگر لفظ اقراء (پڑھ) پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں علم کے منہاج کا تعین بھی کر دیا گیا ہے یعنی علم و تعلم و تعلیم ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔ اقراء کے بعد اگلا لفظ باسم ربک (اپنے رب کے نام سے) علم کی جہت کو متعین کرتا ہے (37)۔ آگے چل کر مولانا مرحوم نے سرچشمہ علم پر بڑی خوبصورت بحث کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

"علم کا سرچشمہ بھی رب ہے، اسی نے وحی کے ذریعے تمہیں علم دیا۔ علم الاسماء کے ذریعہ ازل سے ابد تک دریافت ہونے والے علوم کے حصول کی استعداد تمہارے وجود میں رکھ دی۔ لہٰذا صرف علم بالوحی کو رب کے حوالے سے حاصل نہ کرنا بلکہ دنیا کے تمام علوم کو اسی رب ہی کے حوالے سے دریافت کرنا۔ اس سے یہ بات بھی مترشح ہو رہی ہے کہ انسانی ذہن کے زائدہ علوم اور علم بالوحی کے درمیان مغایرت نہیں ہے بشرطیکہ ان علوم کا سرچشمہ ذات رب کو قرار دیا جائے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ہر دو قسم کے علوم دست بدست اور قدم بقدم چلنے چاہئیں تاہم مرکزی مقام علم بالوحی کو حاصل ہے اور انسانی علوم علم بالوحی کے خادم، اس کے نور سے مستنیر اور وحی کے لیے مثبت ہونے چاہئیں" (38)۔

مولانا مودودی نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے "کائنات کی عام تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد خاص طور پر انسان کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس حقیر حالت سے اس کی تخلیق کی ابتدا کر کے اسے پورا انسان بنایا۔۔۔ یہ اس کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتدا کر کے اس نے انسان کو صاحب علم بنایا' جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے اور صرف صاحب علم ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیانے پر علم کی اشاعت' ترقی اور نسلاً بعد نسلٍ اس کے بقا اور تحفظ کا ذریعہ بنا۔ اگر وہ الہامی طور پر قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھٹھر کر رہ جاتی اور اسے نشو و نما پانے' پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچانے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا" (39)۔

صدر الافاضل مولانا محمدؒ نعیم الدین مُراد آبادی علیہ الرحمہ نے "علم بالقلم" کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور در حقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں۔ کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں۔ گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور اُن کے احوال اور اُن کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔ کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے" (40)۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق آخری الہامی کتاب قرآن کا یہ عالم ہے کہ سورۂ علق کی صرف پہلی پانچ آیتوں نے فلسفہ کے تمام مسائل کو حل کر دیا ہے۔ اس کائنات کی حقیقتوں کو جاننے کے لئے آج تک تاریخِ انسانی میں جتنی فلسفیانہ کوششیں ہوئی ہیں وہ سب قطعیت و حتمیت سے محروم ہیں لیکن قرآن کی جامعیت و قطعیت کا یہ عالم ہے کہ صرف پانچ مختصر فقرات میں فلسفے کے تمام موضوعات' مسائلِ تحقیق اور ان کے حتمی جوابات کی نشاندہی کر دی گئی ہے اب یہ اہلِ تحقیق کا کام ہے کہ وہ اس رُخ پر ریسرچ کریں اور ان حقائق کی کامل معرفت حاصل کریں (41)۔

قرآن پاک کی وحیٔ اوّل کی پانچ آیات پر غور فکر کر کے ان کے ایک ایک لفظ کے اسرار

جاننا اہل اسلام کی بہت بڑی ذمہ داری ہے لیکن ہمارے مترجمین و مفسرین سے ان آیات کے معانی جاننے میں تسامح ہوا ہے جس کی بنیادی وجہ ان کی جدید سائنسی علوم سے ناواقفیت ہے۔ اس سورت کی دوسری آیت میں لفظ "علق" آیا ہے جس کی وجہ سے اسے سورہ علق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے لیکن اس لفظ کا ترجمہ اردو اور انگریزی میں صحیح نہیں کیا گیا۔ یہاں سورہ علق کی دوسری آیت اور مختلف تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ٥

خون کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا	ابوالکلام آزاد(42)۔
بنایا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے	علامہ سید امیر علی ملیح آبادی(43)۔
جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا	مولانا اشرف علی تھانوی(44)۔
جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی	ابوالاعلیٰ مودودی(45)۔
جس نے آدمی کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا	عبدالحق الحقانی الدہلوی(46)۔
انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا	ثناء اللہ امرتسری(47)۔
بنایا آدمی کو جمے ہوئے خون سے	مفتی محمد شفیع(48)۔
جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا	مولانا عبدالماجد دریابادی(49)۔
بنایا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے	ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی(50)۔
آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا	احمد رضا خان بریلوی\(51)۔
پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے	پیر محمد کرم شاہ الازہری(52)۔
پیدا کیا انسان کو علق سے	مولانا وحید الدین خان(53)۔
انسان کو لہو کی پھٹکی سے تخلیق کیا	حمید نسیم(54)۔
پیدا کیا آدمی کو جمے ہوئے خون سے	خواجہ حسن نظامی(55)۔
جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا	مولانا حافظ فہیم الدین احمد صدیقی(56)۔
جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا	ڈپٹی نذیر احمد(57)۔

جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا حافظ مولانا احمد سعید (58)۔

انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا مولانا احمد علی لاہوری (59)۔

جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا ہے جاوید احمد غامدی (60)۔

پیدا کیا انسان کو خون کے تھکے سے امین احسن اصلاحی (61)۔

پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پروفیسر محمد حسین بٹ (62)۔

پیدا کیا انسان کو جونکوں سے (جو آب مرد میں پیدا کی جاتی ہیں)

یا ابتدائی مادۂ حیات سے انسان کو درجہ بدرجہ پیدا کیا احمد الدین (63)۔

اسی نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا مولانا فرمان علی (64)۔

جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا مولانا محمد جونا گڑھی (65)۔

اُس کا یہ عالم ہے کہ اگر یہ وحی کی راہ نمائی اختیار نہ کرے تو ہر فرد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ سامانِ رزق کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ جائے اور دوسروں کا خون چوستا رہے۔ پرویز (66)۔

جس نے انسان کو (اولاد آدم کو) جمے ہوئے خون سے پیدا کیا احمد عبدالصمد فاروقی (67)۔

اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا ڈاکٹر محمد طاہر القادری (68)۔

اب اسی آیت کے مختلف انگریزی تراجم ملاحظہ ہوں

Created man out of a (mere) clot of congealed blood.

--------------A.Yusuf Ali (69)

Created man from a clot. ----------------Marmaduke Pickthall (70)

(He) has created man from a clot. ---- Abdul Majid Daryabadi (71)

Created man of a blood-clot. ----------------Arthur J. Arberry (72)

Created man from clots of congealed blood.---------N.J. Dawood (73)

Created man from clots of blood. ------------ Rev. J.M. Rodwell (74)

He created man from a blood clot. ---------------- M.H. Shakir (75)

Created man from an embryo. -------La'l Muhammad Chawla (76)

Created man from an embryo. -------------------- Ahmed Ali (77)

Created man out of a germ cell. ----------------Muhammad Asad (78)

اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں سوائے چند جدید مترجمین و مفسرین کے "علق" کا ترجمہ جما ہوا خون (Congealed blood)، خون کی پھٹک، پھٹکی یا لوتھڑا (Blood clot) کیا گیا ہے جو کہ علم الجنین (Embryology) کی رو سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خون کے خلیات میں جمنے پر زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جنین (Hu-man Embryo) اپنی نشو و نما (Development) کے دوران کسی ایسے مرحلے سے نہیں گذرتا جہاں اسے خون کی پھٹکی یا جما ہوا خون قرار دیا جا سکے۔ ایڈورڈ ولیم لین (79)۔ (Edward William Lane) انتھونی سالمون (80) Anthony Salmone، ڈاکٹر ایف سٹینگاس (81) Dr.F.Stiengass نے علق کے معنی "وہ جو کسی سے چمٹا یا لٹکا ہو" بتائے ہیں۔ موریس بوکائلے Mauice Bucaille کے مطابق علق کا صحیح ترجمہ Something which Clings ہے اور یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے (82)۔ ابنِ فارس نے کہا ہے کہ اَلعُلَق اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر کنویں کی چرخی لگی ہوتی ہے (83) جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق کی روشنی میں علق کا ترجمہ "جونک کی طرح معلق وجود" زیادہ صحیح ہوگا۔

قرآن پاک میں "عَلَق" کا واحد "عَلَقَہ" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر سمجھنے کے لئے سورۃ المؤمنون کی درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (84)

"اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اُسے نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ مقام میں رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ (Zygote) کو (جونک کی طرح) معلق وجود بنا دیا پھر ہم نے اس معلق وجود کو گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم نے اسی لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں،

پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔ پس اللہ بڑا بابرکت ہے جو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے۔

ان آیات میں اُن سات مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جس کی تکمیل کے بعد انسانی جنین اپنی نشوونما کی منازل سے گذر کر ایک بچے کی شکل میں رحم مادر سے اس دنیا میں آتا ہے یہ مراحل درج ذیل ہیں :

1- سُلٰلَةٍ مِّنْ طِينٍ	Extract of clay
2- اَلنُّطْفَةُ	Reproductive unit
3- اَلْعَلَقَةُ	A hanging mass
4- اَلْمُضْغَةُ	Lump of flesh
5- اَلْعِظَامُ	Skeletal system
6- اَللَّحْمُ	Muscular system
7- خَلْقًا آخَرَ	Final stage of embryo

ان مراحل میں "العلقہ" رحم مادر میں تشکیل پانے والے ایمبریو کا وہ مرحلہ ہے جو نطفۂ امشاج (Fertilized ovum) سے وجود میں آتا ہے۔ علقہ کی جمع علق ہے اور یہ انسانی جنین کی ایک حالت کا نام ہے۔ ہمارے اکثر مفسرینِ کرام رحم مادر میں انسانی تشکیل کا علم (Embryology) نہ رکھنے کے باعث مندرجہ بالا مراحل کو اس طرح نہیں سمجھ سکے جس طرح جدید طبی تحقیق سے ان کو سمجھا جانا چاہیے۔ یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ قرآن پاک سمجھنے کے لئے جہاں عربی زبان اور دینی علم کی ضرورت ہے' وہاں جدید سائنس بھی جاننا ضروری ہے۔ لفظ "علق" کی تفسیر چند مفسرین نے اس طرح کی ہے۔

علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی نے "مواہب الرحمٰن" میں رقم فرمایا ہے "علق کا واحد

علقہ ہے بمعنی جما ہوا خون یعنی خون کا تھکا۔ نطفہ رحم میں خون کے ساتھ علقہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہی خون بدون نطفہ کے حیض سے خارج ہونے کے لائق ہوتا ہے' پس عجیب شانِ کبریائی ہے کہ صاف ہو کر بچہ پیدا ہونے میں کام آتا ہے(85)۔ یہاں علق کے معنی کے علاوہ اس کی تشکیل میں حیض کے خون کا بطور خوراک استعمال ہونا بیان کیا گیا ہے جو کہ جدید تحقیق کے مطابق درست نہیں۔ حاملہ عورت جو خوراک کھاتی ہے' وہ ہضم ہو کر اس کے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور پھر یہ خون گردش کے دوران (Placenta) کے ذریعہ جنین کو خوراک فراہم کرتا تھا۔ اس عرصے میں حیض کا سلسلہ بند ہو چکا ہوتا ہے۔ حیض کا خون صاف ہو کر بچے کی خوراک نہیں بنتا۔

مولانا امین احسن اصلاحی بھی روایتی انداز میں علق کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "خالق کی قدرت و حکمت کا یہ حال ہے کہ وہ خون کی ایک حقیر پھٹکی کو عامل و مدرک اور سمیع و بصیر انسان بنا کر کھڑا کر دیتی ہے"(86)۔ جب خون جمتا ہے اور پھٹکی کی شکل اختیار کرتا ہے تو اس کے خلیات مردہ ہو جاتے ہیں اور زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علقہ کے مرحلے پر تو جنین جمے ہوئے خون کے بجائے جونک کی شکل کا ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد حسین بٹ نے علق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا "خون' خون بستہ + انسان جو غذا کھاتا ہے' اس سے مادۂ تولید بنتا ہے جب مادہ تولید عورت کے رحم میں جاتا ہے تو چند دن بعد علق یعنی جما ہوا خون بن جاتا ہے"(87)۔ مولانا ابو محمد عبدالحق الحقانی الدہلوی کے مطابق علق علقہ کی جمع ہے جس کے معنے ہیں خون بستہ۔ مختلف غذاؤں نے ہضم ہونے کے بعد جسم میں ایک نیا رنگ بدلا اور سب کا عطر کھینچ کر ایک دوسرا جوہر تیار ہوا جس کو منی کہتے ہیں جس میں جملہ کمالات جو تدریجاً ظاہر ہوں گے' ودیعت رکھے ہوتے ہیں۔ یہ پہلا استحالہ یا اول ترقی تھی اس کے بعد جب وہ منی عورت کے رحم میں جاتی ہے تو چند روز کے بعد خون بستہ ہو جاتی ہے یہ دوسرا استحالہ ہوا(88)۔ مولانا حقانیؒ کی طرح مولانا مفتی محمد شفیع نے بھی معارف القرآن میں لفظ علق کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے "علق کے معنے منجمد خون کے

ہیں۔ انسان کی تخلیق پر مختلف دور گذرے اور گذرتے ہیں۔ اُس کی ابتداء مٹی اور عناصر سے ہے پھر نطفہ سے 'اس کے بعد علقہ یعنی منجمد خون بنتا ہے" (89)۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے "اس کی شان خالقیت اور حکمت کے سوتے تواظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ اس نے پیدا کیا انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے 'جو نطفہ کی شکل سے جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کرتا ہے" (90)۔

علوم نقلیہ پر انحصار کرنے والے علماء کرام نے علق کے ایک ہی معنی پر انحصار کیا ہے اور اس کے دیگر معانی پر غور کرنے کو درخوارِ اعتنا نہیں سمجھا' حالانکہ عربی لغات میں اس کے دوسرے معانی موجود تھے جو جدید تحقیق سے ہم آہنگ ہیں۔ روایتی علوم پر دسترس رکھنے والے علماء کرام کے علاوہ عقلیت پسند متجددین سے بھی وحی اول میں مذکور لفظ "علق" کو سمجھنے میں سہو ہوا ہے۔ غلام احمد پرویز نے سورۃ العلق کا مفہوم ان الفاظ میں لکھا ہے "لیکن اشیائے کائنات میں سے 'انسان کی کیفیت سب سے الگ ہے۔ ایک طرف اس کی حالت یہ ہے کہ یہ مدنی الطبع واقع ہوا ہے یعنی اس نے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے' دوسری طرف اس کا یہ عالم ہے کہ (اگر یہ وحی کی راہ نمائی اختیار نہ کرے تو ہر فرد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ) وہ سامان رزق کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ جائے' اور دوسروں کا خون چوستا رہے" (91)۔

پرویز صاحب نے سورۂ علق کی دوسری آیت کا جو مفہوم بیان کیا ہے 'اس کا آیت کے متن سے کوئی تعلق نہیں۔ آیت میں انسانی تخلیق کا ذکر ہے اور موصوف نے نہ جانے کس طرح اس کو مدنیت (Sociology) اور معیشت (Economics) سے خلط ملط کر دیا۔ متجددین کے ایک اور نمائندے احمد الدین نے "بیان" "للناس" میں علق کا مفہوم یوں بیان کیا "علق کے معنی ایسے کیڑوں کے ہیں جو آبِ مرد میں جونک کی طرح پیدا ہو جاتے ہیں اور رحم مادر سے چمٹ جاتے ہیں اور علاقہ پکڑتے ہیں۔ انسان اسم جنس ہونے کے سبب جمع کے حکم میں ہے۔ پس انسان ان کیڑوں سے پیدا ہوتے ہیں" (92)۔ آب مرد (Semen)

میں کسی قسم کے کیڑے پیدا نہیں ہوتے بلکہ اس میں سپرم پہلے ہی موجود ہوتے ہیں جن میں سے ایک بیضہ کے ساتھ مل کر زائی گوٹ (Zygote) بناتا ہے جو تقسیم کے ذریعے خلیات کی تعداد میں اضافہ کر کے جونک کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور رحم مادر (Uterus) کی اندرونی دیوار کے ساتھ (Placenta) کے ذریعے چمٹ کر خوراک حاصل کرتا ہے۔

حمید نسیم نے "تعارف القرآن۔ عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں" میں کافی سائنسی انداز میں علق کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے معنی وہی "لہو کی پھٹکی" کے لکھے ہیں (93)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ متجددین اور عقلیت پسند بھی زیادہ تر جدید علوم سے نابلد ہیں اور ان کے بیان کردہ قرآنی مطالب بھی جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں درست نہیں۔

مندرجہ بالا بحث کا مقصد اُمتِ مسلمہ کے محسنین مفسرینِ عظام اور علماءِ کرام پر تنقید یا ان کی تحقیر ہرگز نہیں۔ قرآن فہمی کیلئے اُن کی مساعی لائق صد آفرین ہے۔ راقم کا مطمح نظر یہ ہے کہ ہمیں قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے جدید علوم سے بھی مدد لینی چاہیے کیونکہ ابھی تک تو ہم سب سے پہلے نازل ہوئے پانچ آیات کے مفہوم کو کامل طور پر سمجھ لینے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جَلَّ مجدہٗ نے ہمیں تفکر فی القرآن کا حکم دیا ہے۔

حواشی

1. ابوالکلام آزاد۔ رسولِ رحمت ﷺ، مرتبہ غلام رسول مہر، ص ۱۰۰
2. جلال الدین سیوطی، علامہ۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ مترجم محمد حلیم انصاری ردولوی (لاہور۔ ادارۂ اسلامیات، اگست ۱۹۸۶ء) حصہ اول۔ ص ۵۶
3. ایضاً، ص ۵۷۔
4. ایضاً
5. ایضاً ص (۷۰)۔
6. محمد مالک کاندھلوی، مولانا۔ منازل العرفان فی علوم القرآن (لاہور: ناشران قرآن مجید لمیٹڈ) ص ۷۰
7. محمد ثناء اللہ پانی پتی، علامہ قاضی۔ تفسیر مظہری، اردو (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، جون ۱۹۷۹ء) جلد دوازدہم۔ ص (466)۔
8. ایضاً، ص ۴۶۷۔
9. محمد قطب الدین خان دہلوی، علامہ نواب، مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف اردو (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۳ء) جلد پنجم، ص ۳۸۴، ۳۸۵۔
10. محمد مالک کاندھلوی۔ منازل العرفان فی علوم القرآن۔ ص ۶۹۔
11. محمد طاہر القادری، پروفیسر۔ سورۂ فاتحہ اور تعمیر شخصیت (لاہور: مرکزی ادارہ منہاج القرآن ۲۰۷۔ شادمان، دسمبر ۱۹۸۲ء) ص ۶۷۔
12. امین احسن اصلاحی۔ تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، مارچ ۱۹۸۰ء) جلد ہشتم، ص ۴۵۹۔۴۶۰
13. **Mustansir Mir, Coherence in Qur'an-A Study of Iṣlāhi's Concpet of Nazm in Tadabbur-i-Qur'an (Indianapolis (U.S.A) : Trust Publications, 1406/1986) P.63**
14. امین احسن اصلاحی، مولانا۔ نظم قرآن۔ قرآنی مقالات ماہنامہ "الاصلاح" کے منتخب قرآنی مضامین

(لاہور : دار التذکیر، ۱۹۹۳ء) ص ۲۷۔

15. رشید محمود راجا۔ نزولِ وحی۔ نعت (ماہنامہ) لاہور جلد 11، شمارہ ۱۰ (جنوری ۱۹۹۸ء) ص ۳۷،۳۸۔

16. القرطبی۔ الجامع لاحکام القرآن

17. محمد ثناء اللہ پانی پتی۔ تفسیر مظہری جلد ۱۲، ص ۴۶۶۔

18. عماد الدین ابن کثیر، علامہ حافظ۔ تفسیر ابن کثیر اُردو (لاہور : تعمیرِ انسانیت اُردو بازار، بار اوّل ۱۹۸۶ء) ص ۶۶۷۔

19. ابو الاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن۔ (لاہور : ادارہ ترجمان القرآن، اگست ۱۹۹۶ء) جلد ہشتم۔ ص ۳۹۲۔

20. عبد الماجد دریابادی مولانا۔ معارف القرآن (لاہور : مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، نومبر ۱۹۸۶ء) ص ۶۱۵۔

21. محمد مالک کاندھلوی مولانا۔ معارف القرآن (لاہور : مکتبہ عثمانیہ جامعۂ اشرفیہ، نومبر ۱۹۸۶ء) ص ۶۱۵۔

22. محمد نعیم الدین مُراد آبادی مولانا۔ خزائن العرفان (مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمۂ قرآن "کنزُالایمان" پر تفسیری حاشیہ) (لاہور : قرآن کمپنی لمیٹڈ اُردو بازار، س ن) ص ۸۶۴۔

23. محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن، جلد ۸۔ ص ۸۷۷۔

24. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء القرآن (لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز) جلد پنجم، ص ۶۱۱۔

25. فرمان علی، مولانا۔ ترجمہ قرآن مجید (لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ناشرانِ قرآن، س۔ن) ص ۸۲۶۔

26. محمد طاہر القادری، پروفیسر۔ سورۂ فاتحہ اور تعمیر شخصیت (لاہور : مرکزی ادارہ منہاج القرآن، دسمبر ۱۹۸۲ء) ص ۶۷۔

27. احمد سعید، مولانا حافظ۔ ترجمۃ القرآن المسمّٰی بہ کشف الرحمٰن (کراچی : مکتبہ رشیدیہ، س۔ن) ضمیمہ ص ۱۱۔

28. نذیر احمد، مولوی ڈپٹی۔ غرائب القرآن (لاہور : کمبائنڈ پبلشرز، ۱۹۸۸ء) ص ۱۱۰۱۔

29. تنزیل الرحمٰن، جسٹس ڈاکٹر، خلاصہ مطالبِ قرآن (اسلام آباد : مطبوعاتِ حرمت، دسمبر

۱۹۸۱ء) ص ۲۳۴۔

30. عبدالصمد صارم الازہری، پروفیسر۔ تاریخ القرآن (لاہور: مکتبہ معین الادب بار ہفتم ۱۹۸۵ء) ص ۱۶۔

31. محمد میاں صدیقی۔ قرآن ایک نظر میں (راولپنڈی: مطبوعاتِ حرمت، دسمبر ۱۹۸۱ء) ص ۳۵۵۔

32. رشید محمود، راجا۔ نزولِ وحی۔ ص ۱۲۹۔

33. محمد کرم شاہ، جسٹس پیر۔ ضیاء القرآن۔ جلد ۵، ص ۶۰۹

34. مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد ششم، ص ۳۹۲

35. العلق ۹۶: ۱۔۵

36. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر۔ مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ (لاہور: ادارہ منہاج القرآن، جلد اول، ص ۲۰۰۔

37. محمد متعین ہاشمی، مولانا سید۔ پہلی وحی کی پہلی آیت۔ اسلام کا نظریۂ علم۔ مجلہ فاران "سیرت نمبر (لاہور: اسلامیہ کالج سول لائنز، ۱۹۸۲ء) ص ۱۶۔۷۔

38. ایضاً۔ ص ۱۳، ۱۴۔

39. ابوالاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن) طبع نہم، ۱۹۸۱ء) جلد ششم۔ ص ۳۹۶، ۳۹۷۔

40. محمد نعیم الدین مُرادآبادی۔ خزائن العرفان، کنزالایمان پر تفسیری حاشیہ (لاہور: قرآن کمپنی لمیٹڈ) ص ۸۶۴۔

41. محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر۔ مناہج العرفان فی لفظ القرآن (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، اشاعت سوم، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۳۰۔

42. ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن (لاہور: اسلامی اکادمی، اُردو بازار، دسمبر ۱۹۸۲) جلد سوم ص ۶۳۴۔

43. امیر علی ملیح آبادی، علامہ سید۔ مواہب الرحمٰن (لاہور: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، اکتوبر ۱۹۷۸ء) ص ۶۳۴۔

44. اشرف علی تھانوی، مولانا۔ تفسیر بیان القرآن (لاہور: مکتبہ الحسن ۲۹/9 عبدالکریم روڈ قلعہ گجر سنگھ، س۔ن) جلد ۱۲، ص ۱۰۷۔

45. ابوالاعلیٰ مودودی، سید۔ تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۱ء) طبع نہم) جلد ۶،

ص ۳۹۶۔

46. عبد الحق الحقانی الدہلوی، ابو محمد۔ تفسیر حقانی (لاہور : المکتبہ العزیزیہ اُردو بازار، ۴ شعبان ۱۳۱۴ھ کو کتابت تمام ہوئی) جلد ہشتم، ص ۱۹۰۔

47. ثناء اللہ امر تسری، مولانا ابو الوفا۔ تفسیر ثنائی (لاہور : ادارۂ ترجمان السنہ، ایبک روڈ انار کلی، ستمبر ۱۹۷۱ء) جلد سوم، ص ۴۸۵، ۴۸۶۔

48. محمد شفیع، مولانا مفتی۔ معارف القرآن (کراچی : ادارۃ المعارف، جولائی ۱۹۸۳ء) جلد ہشتم، ص ۸۷۷۔

49. عبد الماجد دریابادی، مولانا۔ القرآن الحکیم مع ترجمہ و تفسیر (کراچی : تاج کمپنی لمیٹڈ س۔ن) ص ۱۲۰۲۔

50. نقوش، شمارہ نمبر ۱۴۳ (لاہور : ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۹۸ء) قرآن نمبر، جلد اول ص ۲۰۸۔

51. احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت امام۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز) ص ۷۱۹۔

52. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء القرآن (لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز) جلد پنجم، ص ۶۱۱۔

53. وحید الدین خان۔ تذکیر القرآن (لاہور : دار التذکیر، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اُردو بازار) جلد دوم ص ۶۷۷۔

54. حمید نسیم۔ تعارف القرآن، عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں (کراچی : فضلی سنز اُردو بازار، دسمبر ۱۹۹۶ء) ص ۸۲۶۔

55. حسن نظامی دہلوی، خواجہ۔ قرآن مجید کا ترتیلی اُردو ترجمہ (لاہور : دفتر ماہنامہ درویش، س۔ن) ص ۹۵۰۔

56. فہیم الدین احمد صدیقی، مولانا حافظ۔ القرآن المبین (دہلی : فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۴۲۲۔ مٹیا محل اُردو مارکیٹ جامع مسجد) ص ۵۴۳۔

57. نذیر احمد، مولوی حافظ ڈپٹی۔ غرائب القرآن (لاہور : کمبائنڈ پبلشرز 10- ایبک روڈ انار کلی، ۱۹۸۸ء) ص ۱۱۰۱۔

58. احمد سعید، مولانا حافظ۔ ترجمہ القرآن المسمیٰ بہ کشف الرحمٰن (کراچی : مکتبہ رشیدیہ قادری منزل) ص ۹۵۸۔

59. احمد علی لاہوری، مولانا۔ قرآن عزیز (لاہور : انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ جون ۱۹۸۲ء) ص ۹۵۵۔

60. جاوید احمد غامدی۔ البیان..... الملک۔ الناس (لاہور : دانش سرا' ماڈل ٹاؤن' ستمبر ۱۹۹۸ء) ص ۲۰۸۔

61. امین احسن اصلاحی۔ تدبرِ قرآن (لاہور : فاران فاؤنڈیشن، نومبر ۱۹۸۰ء) جلد ہشتم' ص ۴۵۱۔

62. محمد حسین بٹ، پروفیسر۔ قرآن مجید مع ترجمہ بزبان اُردو و حواشی (لاہور : محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۹۵ء) ص ۹۵۳۔

63. احمد الدین۔بیان للناس (لاہور : دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۹ء) جلد ہفتم ص ۶۲۰۔

64. فرمان علی، مولانا۔ قرآن مجید مترجم (لاہور : شیخ غلام اینڈ سنز ناشرانِ قرآن) ص ۸۲۶۔

65. محمد جوناگڑھی، مولانا (مترجم) صلاح الدین یوسف، مولانا (مفسر)۔ قرآن کریم مع اُردو ترجمہ تفسیر (المدینة المنورة : شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس) ص ۱۷۳۱۔

66. پرویز' مفہوم القرآن (لاہور : ادارۂ طلوعِ اسلام ۲۵/بی گلبرگ، ۱۹۷۰ء) جلد سوم۔ ص ۱۴۶۵۔

67. حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر سید۔ (مرتب) فیوضِ القرآن (کراچی : ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، نومبر ۱۹۸۳ء) ص ۱۴۸۴۔

68. محمد طاہر القادری' ڈاکٹر۔ مناہج العرفان فی لفظ القرآن۔ ص ۳۰۔

69. A. Yusuf Ali, The Holy Quran- Translation & commentary (Beirut: Daral-Quran al-Karim, 1403) p.1761

70. Marmaduke Pickthall, The Meaning of the Glorious Qur`an (Lahore: Taj Company Ltd, N.D) p.629

71. Abdul Majid Daryabadi, Maulana, Tafsir-ul-Qur'an (Islamabad: Islamic Book foundation) Vol. IV. p. 515

72. Arberry, Arthur J., The Koran Interpreted (Oxford University Press, 1985) p.651

73. Dawood N.J.. The Quran-An English Translation of the Meaning of the Q[illegible] Dar Al-Choura Clemenceau St.Tajer Bldy, 1980) p.457

74. Rodwell, Rev. J.M. The Koran:Translation from Arabic (London : Williams and Norgate, MDCCCLXI) p.1

75. Shakir, M.H., Holy Qur`an (New York : Tahrike Tarsile Qur`an Inc, 1984) p.626

76. La'l Muhammad Chawla, A study of Al- Qur`an-ul- Karim (Lahore : Islamic Publications (Pvt. Ltd, 1994) vol IV) p.1289

77. Ahmad Ali, Al-Qur`an: a contemporary Translation (Karachi : Akrash Publishing, 1984) p.543

78. Muhammad Asad, The Message of the Qur`an (Gibraltar: Dar al-Andalus, 1980) p.963

79. Lane, E.W., Arabic-English Lexicon (Combridge: The Islamic Text Society 1984) p.2134

80. Steingass Arabic-English Dictionary p.72

81. Salmone, H.Anthony, An Advanced Learner's Arabic Dictionary (Lahore : al-Beruni al-Rehman Building) p.594

82. Maurice Bucaille, The Bible, the Qura'an and Science. (Karachi: Idaratul Qura'an) p. 204

83. پرویز۔ لغات القرآن (لاہور : ادارہ طلوعِ اسلام، جنوری ۱۹۶۱ء) جلد سوم۔ ص ۱۱۴۸۔

84. المؤمنون ۲۳ : ۱۲۔۱۴

85. امیر علی، علامہ سید۔ مواہب الرحمٰن (لاہور : مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، اکتوبر ۱۹۷۸ء) جلد ہشتم، ص ۴۳۶۔

86. امین احسن اصلاحی۔ تدبر قرآن (لاہور : فاران فاؤنڈیشن نومبر ۱۹۸۰ء) جلد ہشتم، ص ۴۵۴۔

87. محمد حسین بٹ، پروفیسر۔ قرآن مجید مع ترجمہ بزبان اُردو و حواشی (لاہور : محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۹۹۵ء) ص ۹۵۳۔

88. عبدالحقانی الدہلوی، ابو محمد۔ تفسیر حقانی (لاہور : مکتبۃ العزیزیہ اُردو بازار) جلد ہشتم، ص ۱۹۵۔

89. محمد شفیع، مولانا مفتی۔ معارف القرآن (کراچی : ادارۃ المعارف، جولائی ۱۹۸۳ء) جلد ہشتم، ص ۷۸۴، ۷۸۵۔

90. محمد مالک کاندھلوی۔ معارف القرآن (لاہور : مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، نومبر ۱۹۸۶ء) جلد ہفتم، ص ۶۱۴۔

91. پرویز۔ مفہوم القرآن (لاہور : ادارۂ طلوعِ اسلام ۱۹۷۰ء) جلد سوم، ص ۴۶۵۔

92. احمد الدین۔ بیانُ لّلنّاس۔ جلد ہفتم، ص ۲۵۹۔

93. حمید نسیم۔ تعارف القرآن۔ عالمی فلسفہ و مذہب کے تناظر میں۔ جلد پنجم، ص ۸۲۶، ۸۲۷۔

باب دوم

معراجُ النبی ﷺ اور جدید سائنس

مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دنیا کے اکثر مذاہب جدید علوم خصوصاً سائنس سے متصادم ہیں۔ ہندومت' بدھ مت' کنفیوشزم جیسے غیر الہامی مذاہب سے قطع نظر' یہودیت اور عیسائیت جیسے آسمانی مذاہب کی موجودہ مقدس کتب ایسے افسانوی قصوں سے اٹی پڑی ہیں' جنہیں جدید سائنس تو در کنار' عقل بھی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ اگر تمام مذاہب کا سائنسی طور پر جائزہ لیا جائے تو صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کی ہر بات کی' جدید سائنس تصدیق کرتی ہے اور اگر تصدیق نہ بھی کرے تو تکذیب ہر گز نہیں کرتی (1)۔ جوں جوں سائنس ترقی کر رہی ہے' اسلامی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں کی سائنسی توجیہات سامنے آ رہی ہیں۔ بہر حال یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ وحی کے الفاظ ہوں یا مہبطِ وحی ﷺ کی حیات مبارکہ کا کوئی پہلو' اُن میں اور ثابت شدہ سائنسی حقائق (Established facts of Science) میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ اس باب میں معراج مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے واقعہ کو جدید سائنسی علوم کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ انسان اَن دیکھی چیز کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے۔ کسی چیز کی طلب انسان میں تحریک یا ترغیب (Inducement) پیدا کرتی ہے جس سے انسان اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ولیم میک ڈوگل (William McDougall) اور سگمنڈ فرائڈ (Sigmond Frued) کے مطابق جب تک انسان اس چیز کو پا نہیں

لیتا' جدو جہد جاری رہتی ہے(2)۔

انوارِالٰہی کا مشاہدہ کرنے کی خواہش عالمگیر ہے۔ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (3)۔

(ہم ہرگز تجھ پر ایمان' نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کو ظاہر نہ دیکھ لیں)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے' جو اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے' بارگاہِ رب العزت میں عرض کی :

رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (4)۔

(اے میرے رب! مجھے دیکھنے کو قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ' نے ارشاد فرمایا "لَنْ تَرَانِيْ" (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا)۔ البتہ اپنے پیارے کلیم کی درخواست رد نہیں کی بلکہ پہاڑ کا مشاہدہ کرنے کا حکم صادر فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ قائم رہ سکے تو پھر آپ بھی میرا دیدار کر سکیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ پاش پاش ہو گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے لیکن حضور سید المرسلین' رحمتہ اللعالمین' حبیب کبریا' احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا نہیں کی انہیں معراج کرائی جائے' بلکہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہ' نے اپنے انوار دکھانے کے لئے آپ ﷺ کو آسمانوں پر بلایا۔ شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے :

موسیٰ زہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمے! (5)۔

قرآن پاک میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا(6)۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی)۔

قرآن پاک میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اس سیر کا ذکر ہے۔ لیکن احادیث مبارکہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ سے آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ ہر آسمان پر کسی نہ کسی پیغمبر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے بھی آگے، حتیٰ کہ "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" سے انوارِ الٰہیہ کا مشاہدہ فرمایا۔ "اسرا" کے معنی رات کو سیر کرانے یا رات کو لے جانے کے ہیں۔ لیلا کا لفظ تنکیر کی وجہ سے ایک خاص حصہ سے وقوع پذیر ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی رات کے ایک خاص حصے میں یہ سیر کرائی گئی(7)۔

مشہور روایت کے مطابق یہ واقعہ ۲۷۔ رجب، شب دوشنبہ، ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا (8)۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا یہ حیرت انگیز معجزانہ سفر "اسراء" اور پھر وہاں سے "لامکاں" تک کا سفر "معراج" کہلاتا ہے۔ کونسٹن ورجیل جارجیو نے پہلی منزل یعنی مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو "سفر خاکی" اور دوسری منزل یعنی مسجد اقصیٰ سے آگے کے سفر کو "آسمانی سفر" قرار دیا ہے(9)۔

اس سفر پر کتنا وقت لگا؟ اس کے متعلق سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے، بستر مبارک ہنوز گرم تھا اور زنجیر (کنڈی) ہنوز ہلتی تھی(10)۔ روضۃ الاحباب میں زمانہ آمدورفت تین ساعت لکھا ہے(11)۔ کونسٹن ورجیل جارجیو نے لکھا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) ہفت آسمان کو طے کر کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے مگر جب واپس پہنچے تو آپ (ﷺ) کے حُجرے کی کنڈی یا آپ (ﷺ) کے خانہ مبارک کی کنڈی جو روانگی کے وقت کھلی تھی، ابھی تک ہل رہی تھی(12)۔

اُس عہدِ مبارک میں مسجد حرام سے، جو مکۃ المکرمہ میں واقع ہے، بیت المقدس کا سفر، موجودہ دور کے ذرائع آمدورفت نہ ہونے کے باعث گھنٹوں یا دنوں کی بات نہ تھی بلکہ یہ کئی ہفتوں کی طویل مسافت تھی۔ مفتی احمد یار نعیمی بدایونی نے "تفسیر نُورالعرفان" میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کی یہ مسجد (مسجد اقصیٰ) مکہ معظمہ سے بہت دور ایک ماہ کے راستے

پر ہے (13)۔ اور امین احسن اصلاحی کے مطابق یہ مسجد حرمِ مکہ کے باشندوں سے کم و بیش ۴۰ دن کی مسافت پر یروشلم میں تھی (14)۔ لیکن کچھ مفسّرین کرام نے مسجد اقصیٰ سے یروشلم کی مسجد کے بجائے وہ دُور ترین مسجد مراد لی ہے۔ جو زمین سے دور ساتویں آسمان پر ہے یعنی بیت المعمور۔ اگر مسجدِ اقصیٰ سے بیت المعمور مراد لیا جائے تو یہ آسمانی معراج کا ثبوت ہو گا (15)۔

ایک معروف مستشرق **Schriek P.B. Horovitz** نے بھی لکھا ہے۔

Muhammad Probably meant by al-Masjid al-Aksa a place in the heaven , such as the Place in the highest of the Seven heavens in which the engels sing praises of Allah(16)-

(حضرت) محمد (ﷺ) کی مسجد الاقصیٰ سے مراد شاید آسمان میں ایک مقام تھا جیسا کہ ساتوں آسمانوں میں سب سے بلند آسمان پر ایک خاص مقام جہاں ملائکہ اللہ (تعالیٰ) کی حمد و ثنا پڑھتے ہیں۔

حاجی غلام حسن اپنی کتاب "قرآن اور کائنات" میں رقمطراز ہیں کہ ہمارے ۳۶۵۰۰۰ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روز یا ۲۴ گھنٹے بنتے ہیں۔ جب **Angular** وقت اور فاصلہ کی تکون **(Triangle)** شکل بنائی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہیں کہ عرش کے کنارے یا حد پر ایک روز کا وقت ہے اور زمین پر ۳۶۵۰۰۰ دن کا۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ عرش کے مرکز پر وقت صفر یعنی **Zero** ہے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ عرش کے کنارے یا حد سے جہاں وقت ایک روز (۲۴ گھنٹے) ہے 'عرش کے مرکز تک جہاں وقت صفر یعنی **Zero** ہے' یہ نصف قطر فاصلہ اعشاریہ صفر صفر دو سات **(0.0027)** نوری سال بنتا ہے۔ قطر بنانے کے لیے اس کو دوگنا کر دیا جائے تو کل اعشاریہ صفر صفر پانچ چار **(0.0054)** نوری سال **(Light year)** بنتا ہے اگر اسے میلوں میں تبدیل کیا جائے تو ۳۲۔ ارب میل کے قریب بنے گا (17)۔ کونسٹن ورجیل جارجیو کے مطابق معراج کی سرعت رفتار روشنی کی

سرعت سے بھی زیادہ تھی۔ حضرت محمد (ﷺ) چند لمحوں میں فضائے بیکراں کے دور ترین منطقے تک پہنچ کر واپس آ گئے ہم آج کل کے لوگ جانتے ہیں کہ اس جہان کے قطر کی وسعت آئن سٹائن کے نظریہ کے مطابق تین ہزار ملین نوری سال ہے۔ یعنی اگر نور ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلو میٹر کی سرعت سے حرکت کرے اور دنیا کی ایک سمت سے چلے تو تین ہزار ملین سال بعد دوسری طرف پہنچے گا(18)۔

اب ذرا اندازہ کیجئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ طویل ترین سفر کتنے مختصر وقت میں کیا اور ایسا ہونا بالکل ممکن ہے کیونکہ حدیث پاک کے مطابق جس سواری پر آپ ﷺ سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے اس کا نام بُراق تھا۔

براق کا مادہ برق ہے جس کے معنی بجلی (Electricity) کے ہیں۔ حدیث پاک میں یہ بیان ہوا ہے کہ براق کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ اس کا قدم حدِ نگاہ پر پڑتا تھا(19)۔

ڈاکٹر البرٹ آئن سائن نے ۱۹۰۵ء میں نظریہ اضافیت (Theory of Relativity) پیش کیا جس کی مطابق مکاں (Space) اور زمان (Time) دونوں مطلق (Absolute) نہیں بلکہ اضافی (Relative) ہیں(20)۔ اس نظریے کی رُو سے زمان (Time) قطعی نہیں بلکہ ہر شاید کے نقطۂ نظر سے اضافی ہے۔ وقت کی پیمائش اُسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کا تعلق کسی مکان سے ہو کوئی جسم "لامکان" (Beyond the Space) ہو کر لازمان (Beyond the time) ہو جاتا ہے۔ مکان کی قیود سے آزاد ہو جائیں تو زمان کی قیود خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ نے زمان و مکان کو روح و جسم سے تشبیہہ دی ہے۔ یعنی زمان روح اور مکان جسم ہے(21)۔ جس طرح جسم کے ذریعے روح کا احساس ہوتا ہے اسی طرح جب مکان سے زمان کا تعلق ہو تو اس کے گذرنے کا احساس ہوتا ہے۔ جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اِسے محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ اِسی طرح لامکان ہو کر وقت کی قیود بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت کے مطابق کوئی جسم جو حرکت کر رہا ہو ' اس کی

کمیت (Mass) سکون کی حالت میں کمیت سے مختلف ہوتی ہے۔ اگر کوئی جسم روشنی کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو تو اس کی کمیت لا محدود ہو جاتی ہے (22)۔

جس کو مندرجہ ذیل فارمولا سے معلوم کیا جاتا سکتا ہے۔

$$m=\frac{m^{\circ}}{\sqrt{1-\frac{V^2}{C^2}}}$$

اسی طرح کسی حرکت کرتے ہوئے جسم کی لمبائی سکون کی حالت کی لمبائی سے مختلف ہوتی ہے اگر جسم روشنی کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو تو اس کی لمبائی صفر ہو جاتی ہے (23)۔ جس کو اس کلیہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔

$$l'=l^{\circ}\sqrt{1-\frac{V^2}{C^2}}$$

اس طرح یہ ممکن ہے کہ سفر معراج کے دوران حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک اتنا لطیف ہو گیا ہو کہ کمیت صفر ہو گئی ہو اور وہ کلی طور پر نور میں تبدیل ہو گیا ہو جیسا کہ وہ حضور سید ہر عالم ﷺ کے بشریت کے لبادے میں اس دنیا میں تشریف لانے سے قبل موجود تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے استفسار میں اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا تھا۔

خلقه الله تعالیٰ قبل الاشياء نور نبيك ميں نور ه

اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کا نور اپنے نور سے پیدا کیا

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ

ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

نظریہ اضافیت کی رو سے مادہ فنا ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہو اس کے برابر توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح توانائی سے مادہ وقوع پذیر ہو سکتا ہو ہے۔ توانائی کا ترجمہ "نور" کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اسرا و معراج کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ کے جسد اطہر کو ایک بار پھر نور میں تبدیل کر دیا ہو۔ نظریہ اضافیت کے مطابق جب کوئی جسم روشنی کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو تو اس کے لیے ٹائم سٹاپ ہو جاتا ہے(24)۔

$$t' = \frac{t^{\circ}}{\sqrt{1-\frac{V^2}{C^2}}}$$

چنانچہ آئن سٹائن کی تھیوری کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں واقعہ معراج کو سائنسی طور پر حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں آتا! مولانا احمد خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے "فتوحات احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمن الجمل" کے حوالے سے رقم فرمایا ہے کہ جب حضورِ اقدس ﷺ آسمان ہفتم سے گزرے سدرہ حضور ﷺ کے سامنے بلند کی گئی اس سے گذر کر مقام مستوی پر پہنچے پھر حضور ﷺ عالم نور میں ڈالے گئے۔ وہاں ستر ہزار پردے نور کے فرمائے ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ پھر ایک سبز بچھونا حضور ﷺ کے لیے لٹکایا گیا۔ حضور ﷺ اس پر عرش تک پہنچے اور عرش سے ادھر گزر نہ فرمایا' وہاں اپنے رب سے قاب قوسین او ادنیٰ پایا(25)۔

عہدِ حاضر میں آنحضرت ﷺ کا جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنا بالکل بعید از قیاس نہیں۔ کیونکہ انسان نہ صرف انتہائی سریع رفتار ہوائی جہاز تیار کر کے فضاؤں میں محو پرواز ہے بلکہ وہ کرۂ ارض سے نکل کر چاند تک پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے آگے جانے کے لیے کوشاں ہے۔ انسان کی تسخیر کی پیش گوئی بھی حضور ﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعے آج سے پندرہ سو سال قبل کر دی تھی بلکہ یہاں تک خبر دے دی تھی کہ چاند پر قدم رکھنے والے ایمان نہیں لائیں گے۔ سورۂ انشقاق میں اس صدیوں بعد کی جانے والی انسانی کوشش کو یوں

بیان کیا گیا ہے :

وَالْقَمَرِ اِذَا تَّسَقَ لَتَرْ کَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ فَمَا لَھُمْ لاَ یُؤْ مِنُوْنَ(27)۔

قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے یقیناً تم ایک طبق (زمین) سے دوسرے طبق (چاند) تک اوپر جاؤ گے۔ پس انہیں کیا ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

قرآن کریم کی یہ پیشن گوئی درست ثابت ہوئی اور نیل آرم سٹرانگ اور کلونل ایلڈرن ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو چاند کی سطح پر اترے اور ان کا تیسرا ساتھی بھی راکٹ میں چاند کے گرد چکر لگا تا رہا مندرجہ بالا آیت میں "لَتَرْ کَبُنَّ" کے لفظ کے ذریعے یہ بتایا ہے کہ ایسا ضرور ہو گا۔ چاند پر جانے والے کسی سواری پر جائیں گے اور چاند کے طبق میں پہنچنے والے کم از کم تین افراد ہوں گے۔ کیونکہ یہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور عربی زبان میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ امریکہ کے خلائی تحقیق سے وابستہ سائنسدان اب مریخ پر جانے کی تیاری کر رہے ہیں مصنوعی سیاروں کے ذریعے وہاں کی تصاویر اور دیگر معلومات جمع کی جارہی ہے تاکہ انسان مریخ پر بھی پہنچ سکے۔ انسانی پرواز کی یہ کامیاب کاوشیں واقعہ معراج کی روشن مادی دلیلیں بنتی جارہی ہیں شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا تھا۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں(28)۔

حضور اکرم ﷺ سے قبل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مع الجسد آسمانی سفر کا ذکر فرقان حمید میں ملتا ہے۔ جب یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا اور عیسائیوں نے ان کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو جھوٹا قرار دیا اور ارشاد فرمایا۔

وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا ہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا(29)۔

بے شک انہوں نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے

یہاں فقط اس حقیقت کو بتانا مقصود ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو آسمان کی طرف اٹھانے پر قادر ہے، وہ پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام کو بھی آسمانوں کی سیر کرانے پر قدرت رکھتا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں مولانا ہادی کا ایک عیسائی سے مناظرہ ہوا جو ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ کو "ردّ نصاریٰ" کے نام سے طبع ہوا۔ اس مناظرے میں عیسوی نے کہا کہ تم محمد صاحب (ﷺ) کے بارے میں کہتے ہو کہ ان کو معراج حاصل ہوئی۔ ہم اس کو ناممکن سمجھتے ہیں کیونکہ نہ آسمان پھٹا ہے نہ پھٹنے کے بعد جڑا ہے اور نہ اس کا دروازہ ہے۔

مولانا ہادی نے جواب دیا کہ اگر تم اس کو ناممکن سمجھتے ہو اور عیسائی، ہو تو پولوس نبی کا آسمان پر جانا کیسے ممکن ہو۔

عیسوی نے کہا کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰ قبر سے اٹھ کر آسمان پر چلا گیا ہے اس پر مولانا نے کہا "جب آسمان پر جانا ممکن ہے تو محمد ﷺ کا جانا بھی ممکن ہے۔"(30)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "رفع اِلی السّماء" ماننے والوں کو حضور سیّد الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی جسمانی معراج کو تسلیم کرنے میں کسی قسم کا تذبذب نہیں ہونا چاہیے۔

حواشی

1. محمد سلطان شاہ' سید۔ واقعہ ء معراج اور جدید سائنس۔ ماہنامہ نعت لاہور، جلد ۲' شمارہ ۳ (مارچ ۱۹۸۹) ص ۷۵
2. ایضاً۔ ص ۷۶
3. البقرۃ ۲: ۵۵
4. الاعراف: ۱۴۳
5. ماہنامہ "نعت" لاہور جلد ۲ شمارہ ۳ (مارچ ۱۹۸۹ء) ص ۹۸
6. بنی اسرائیل ۱۷: ۱
7. عبدالحق حقانی دہلوی۔ تفسیر حقانی (لاہور: المکتبۃ العزیزیہ) جلد ۳۔ ص ۱۱۱
8. محمد رضا' شیخ۔ محمدؐ رسول اللہ۔ مترجم مولوی محمد عادل قدوسی (کراچی: کمپنی لمٹیڈ) ص ۲۱۷
9. جارجیو' کونسٹن ورجیل۔ محمد (ﷺ) اُردو ترجمہ مولانا عبد الصمد صارم۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں' مرتبہ محمد حنی خان (لاہور: ۳۵۶۔ جہانزیب بلاک' مئی ۱۹۹۹) ص ۱۳۴۔
10. عنایت احمد کاکوروی' مفتی علامہ۔ تواریخ حبیب الہٰ ﷺ۔ ص ۴۶
11. ایضاً
12. جارجیو' کونسٹن ورجیل' کتاب مذکور۔ ص ۱۳۷
13. احمد یار نعیمی' مفتی۔ تفسیر نور العرفان (لاہور: پیر بھائی کمپنی س۔ن) ص ۴۴۹
14. امین احسن اصلاحی' مولانا۔ تدبر قرآن (لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن' ۱۹۷۱ء) جلد' ص ۱۸۷۔
15. احمد یار نعیمی۔ تفسیر نور العرفان۔ ص ۴۴۹
16. First Encyclopaedia of Islam (Leiden :E. J. Brill) vol. V, p.505
17. غلام حسن' حاجی۔ قرآن اور کائنات (لاہور جنگ پبلشرز' ستمبر' ۱۹۹۳ء) ص ۲۱۷
18. جارجیو' کتاب مذکور۔ ص ۱۴۱
19. صحیح مسلم۔ کتاب الاسرا
20. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, The Re construction of

Religious Thought in Islam, p.30

21. فکر و نظر (ماہنامہ) اپریل مئی '۱۹۷۹ء (اقبالؒ نمبر)' ص ۱۳
22. شہناز کوثر۔ معراج النبی ﷺ قرآن و سنت اور عصری تحقیقات کی روشنی میں (لاہور: پنجاب یونیورسٹی 'غیر مطبوعہ مقالہ '۱۹۸۷ء) ص ۱۶۵
23. ایضاً۔ ص ۱۶۶
24. احمد رضا خان قادری بریلوی 'امام۔ مجموعہ رسائل (لاہور: رضا فاؤنڈیشن 'جنوری ۱۹۸۹ء) ص ۱۶
25. احمد رضا خان بریلوی طیب المیر فی وصول الحبیب للعرش والرویۃ (لاہور: بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ ' ۱۴۱۲ھ) ص ۱۰
26. شہناز کوثر۔ معراج النبی ﷺ قرآن و سنت اور عصری تحقیقات کی روشنی میں 'ص ۱۴۴
27. الانشقاق ۸۴ : ۲
28. محمد اقبال 'علامہ ڈاکٹر۔ کلیات اقبال (اردو) ص ۳۱۹/بال جبریل ص ۲۷
29. النسآء ۴ : ۱۵۷۔۱۵۸
30. رخشندہ گل۔ اردو ادب میں عیسائیوں کی خدمات۔ مقالہ برائے پی ایچ ڈی نگران ڈاکٹر وحید قریشی (لاہور: پنجاب یونیورسٹی' س۔ن) ص ۳۰۰' ۳۰۱

باب سوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی و نفسیاتی صحت

انبیاءِ کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے برگزیدہ بندے ہیں، جنہیں منصبِ رسالت کے لیے انسانوں میں سے ہی چن لیا گیا۔ اسے قرآنی اصطلاح میں "اصطفا" کہا گیا ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے، اس سے نہ فکر و اجتہاد کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں نہ اعمال و اخلاق کی لغزشیں۔ نفس اور شیطان کی دراندازیوں سے اس کے جذبات، اخلاق، افکار اور اعمال سبھی پاک ہوتے ہیں(1)۔ جس انسان سے گناہ سرزد نہ ہو وہ احساس گناہ (Guilt Complex) جیسی نفسیاتی بیماری سے محفوظ ہوتا ہے اس کے علاوہ جو شخص ایمان، تقویٰ، عبادات، دعا اور اخلاق کی دولت سے مالا مال ہو، وہ اعلیٰ نفسیاتی صحت اور متوازن شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام میں یہ صفات بدرجہ اولیٰ موجود ہوتی ہیں، اس لیے وہ ہر قسم کی نفسیاتی عوارض سے مبرا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس ہستی کو نبی مبعوث فرمایا وہ اپنے عہد کے تمام انسانوں سے نہ صرف روحانی و نفسیاتی لحاظ سے افضل و اکمل ہوتا ہے بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی منفرد ہوتا ہے بعض علماء اکرم نے اس مسئلہ پر تفصیلاً لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام کو ایسے امراض لاحق نہیں ہو سکتے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت و حقارت ہوں کیونکہ اگر وہ ایسے عوارض کا شکار ہو جائیں تو فریضہ تبلیغ کی بجا آوری میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔ مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کی جانب ایسے امراض منسوب

کرنا بھی گناہ ہے (2)۔ یہاں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر بے جانہ ہوگا جن کو اسرائیلی روایات میں جذامی اور جراثیم زدہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز ہرگز کوڑھ اور جذام میں مبتلا نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کے بدن مبارک پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ کو برسوں تکلیف اور مشقت برداشت کرنا پڑی اور برابر صابر و شاکر رہے چنانچہ عبدالمصطفیٰ اعظمی نے عصمتِ انبیاء کا دفاع کرتے ہوئے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسد اطہر میں جذام کے لگنے کی یوں تردید کی ہے۔

"عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذاللہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری تھی چنانچہ بعض غیر معتبر داستانوں میں بھی یہ بات تحریر ہے مگر یاد رکھو کہ یہ باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی اور نبی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے۔ اس لیے یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت و حقارت ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا!"

یہ درست ہے کہ پیغمبر بیمار ہو سکتا ہے لیکن اسے ہرگز ایسی بیماری لاحق نہیں ہوتی جو عوام کے نزدیک قابلِ نفرت ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کے بیمار ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ اگر پیغمبر بالکل بیماریوں سے محفوظ ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعا نہ فرماتے:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (4)۔

اور جب میں بیمار ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

قرآنِ پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر موجود ہے لیکن بیماری کا نام نہیں بتایا گیا۔ یہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ اللہ کے رسول نے امتحان میں صبر کیے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت لوٹا دی۔ حضور اکرم ﷺ بھی وصال سے قبل بیمار

ہوئے(5)۔ امام بخاری نے آنحضرت ﷺ کی وفات سے قبل آپ کے بیمار ہونے کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتی ہے(6)۔ لیکن اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں ہمیشہ تندرست و توانا رہے اور انہیں اپنے مشن کی تکمیل میں کسی جسمانی عارضہ کے باعث کبھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جو سیّدالمرسلین اور امام الانبیاء ہیں، تمام جسمانی و نفسیاتی عوارض سے پاک تھے۔ آپ ﷺ مکمل طور پر جسمانی کمالات سے سرفراز کیے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری زندگی صحت کاملہ سے نوازے رکھا۔ اس ضمن میں علامہ عنایت اللہ المشرقی بانی خاکسار تحریک رقمطراز ہیں۔

"رسول (ﷺ) کو جس خاص طریقہ سے وحی ہوتی تھی اس کے متعلق شکوک ہیں کہ ان کی صحت جسمانی درست نہ تھی یا کم از کم کوئی ذہنی یا دماغی بیماری تھی جو عود کر آتی تھی اور وہ اس کو وحی سے تعبیر کرتے تھے۔ پینسٹھ برس تک کی ایک بیوی حضرت خدیجہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مسلسل پانچ یا چھ بچوں کا تندرست پیدا ہونا اور تمام عمر تندرست رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ ہر طرح صحت مند تھے بلکہ انہیں کوئی جنسی یا مردانہ بیماری بھی نہ تھی۔ ان کی اپنی اکسٹھ برس کی عمر میں ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن سے لڑکے کا پیدا ہونا کم از کم ان کی جنسی تندرستی کا مزید ثبوت ہے۔ دماغی بیماری اگر ان میں ہوتی تو یہ عظیم الشان شخص (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) اس کمال تدبر، حوصلہ اور استقامت سے اپنے تمام دشمنوں پر مکمل فتح حاصل نہ کر سکتا تھا۔ ایک عالمگیر اور انتہائی طور پر سلجھا ہوا قانون پیش نہ کر سکتا تھا۔ اپنی تیئس برس کی جانکاہ اور زہرہ گداز زندگی میں کئی دفعہ بیمار اور کئی دفعہ بے ہوش ہو جاتا برخلاف اس کے رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی میں ان کو سوائے مرض الموت کے کسی ایک دفعہ بھی بیمار نہیں سنا گیا اور اگر وہ وحی کے دوران بیمار نظر آتے تو ان کے فدائی ان کی بیماری کی ایک ایک تفصیل قلمبند کرتے" (7)۔

علاّمہ مشرقی کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضور علیہ السّلام کی حیاتِ طیبہ میں انتقال

سے پہلے کی بیماری کے علاوہ کبھی بھی آپ کے علیل ہونے کا ذکر نہیں ملتا۔ جہاں سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے ایک ایک حصے کے حسن و جمال کا ذکر کیا ہے وہاں کہیں کسی بیماری کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ جب کبھی انسان اپنے رہائشی علاقے کے علاوہ کسی دوسرے شہر یا قصبے میں قدم رکھتا ہے تو وہاں کی آب و ہوا اس کی صحت پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں لیکن حضور نبیٔ اکرم، رسولِ معظّم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عہدِ طفولیت میں اور پھر عنفوانِ شباب میں تجارتی اسفار پر تشریف لے جاتے ہیں، پھر مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کو اپنا مستقل مسکن بناتے ہیں اس کے علاوہ غزوات کے لیے سفر کرتے ہیں لیکن کبھی بیمار نہیں ہوتے۔ عنایت اللہ المشرقی نے مزید لکھا ہے۔

"سب غزوؤں میں جن میں وہ (ﷺ) بذاتِ خود شریک تھے اور ان میں صدہا میل سفر کیا بلکہ مہینوں اور ہفتوں تک میدانِ جنگ میں رہے کسی ایک دفعہ بھی ان کو کسی نے بیمار نہیں پایا۔ مدینے کی بخار کی وبا میں جو مسلمان مہاجروں پر پہلے برس آئی صرف رسولِ خدا ﷺ ہی بخار سے بچے رہے۔" **(8)**

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عمر بھر بیماریوں سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ فتح خیبر کے موقع پر جب حرث کی بیٹی زینت (سلام بن مشکم یہودی کی بیوی) نے بکری کا بھنا ہوا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا یہ گوشت زہر آلود تھا۔ حضور ﷺ نے اس گوشت میں سے ایک بوٹی اٹھا کر منہ میں رکھی اور چبانے کے بعد اسے تھوک دیا۔ ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ایک نوالہ کھا کر وفات پا گئے لیکن حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر اس عورت نے اقرار کیا کہ گوشت زہر آلود تھا۔ اس نے مزید یہ کہا "میں نے سوچا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو میں تم کو زہر دے کر نجات پاؤں گی اور اگر تم نبی ہو تب تم کو ضرور اس زہر کی خبر ہو جائے گی" **(9)**۔

رسول اللہ ﷺ کا فہم وذکا

چونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی منتخب ہستی ہوتا ہے 'اس لیے وہ دیگر انسانوں سے ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی اکمل و افضل ہوتا ہے وہ فہم و فراست اور ذہانت و فطانت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ پیغمبر براہِ راست یا ملائکہ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ مکرم ﷺ کو خلاق عالمین ہر ذی روح سے زیادہ عقل عطا فرمائی جیسا کہ علامہ محمد بن یوسف الصالحی نے سبل الہدیٰ میں لکھا ہے کہ اگر عقل کی سو جزئیں تصوّر کی جائیں تو ان میں سے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارزانی فرمائے اور ایک حصہ ساری مخلوق کو عطا فرمایا(10)۔ اگراِس قول کی روشنی میں مختلف ادوار کے ذہین لوگوں کے کارناموں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے اور بھی پوری انسانی تاریخ کے محیر العقول کارناموں' سائنسی ایجادات واکتشافات اور بنی نوع کے مفاد کے لیے مختلف سماجی مسائل کے بارے میں ماہرین کے نظریات کا بنظرِ غائر جائزہ لینے سے آج کا انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ تمام انسانوں کی مجموعی عقل ایک فیصد سے بھی کم ہے کیونکہ اس ایک فیصد میں بھی انسانیت کے علاوہ دیگر مخلوق بھی شامل ہے اب حضور ﷺ کی عقل کا اندازہ کیجئے جو کل عقل کا ننانوے فیصد ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری عَلَیہِ الرَّحمہ نے "ضیاء النبی ﷺ" میں ارقام پذیر ہیں کہ حضور ﷺ کی عقل کی برتری ثابت کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ سرورانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے حکیمانہ انداز سے ہر قسم کے لوگوں کو اسلام کے سانچے میں اس طرح ڈھالا کہ ان کے مزاج اور ان کی فطرت بدل کر رکھ دی(11)۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے "کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ" میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند اور ذہین وفہیم تھے۔ اگر کوئی صاحب عقل و دانش رسول اللہ ﷺ کی ان تدابیر میں ذرا بھی غور و فکر

کرے گا جو آپ ﷺ نے خلقِ خدا کی ظاہری اور باطنی اصلاح کے لیے اختیار فرمائیں اور آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور محیر العقول سیرت کو سامنے رکھ کر جب ان سیاسی اُمور پر نظر دوڑائے گا جو آپ ﷺ نے ہر خاص و عام کے ساتھ رعایت برتی اور ساتھ ہی یہ بھی مد نظر رکھے گا کہ دنیا میں آپ ﷺ نے کسی سے علم حاصل نہیں کیا نہ سابقہ تھی اور نہ کبھی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے باوجود علوم و فنون کے کس طرح دریا بہا دیئے۔ احکامِ شرعیہ کو کیسے انداز میں پیش کیا کہ سُنتے ہی منصف مزاج کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا تو ان باتوں پر نظر کرنے سے ایک صاحب عقل و دانش ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ نبی آخر الزماں ﷺ عقل و فہم میں سب سے بدرجہا آگے ہیں اور اس فیصلے تک پہنچنے کی راہ میں شکوک و شبہات ہرگز حائل نہیں ہوں گے (12)۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کے لیے کسی لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات مسلمہ اور ثابت شدہ ہے۔ یہاں حضور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیات طیبہ سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نزولِ وحی سے قبل فہم و فراست کے لحاظ سے بے مثل تھے۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب قریش کعبہ کے انہدام سے فارغ ہوئے تو تعمیر کے لیے ہر ایک قبیلہ نے جدا جدا پتھر جمع کرنے شروع کیے اور بنانے میں مشغول ہو گئے جب یہ تعمیر مقام رکن تک پہنچی تو ہر ایک قبیلہ نے چاہا کہ اس کو ہم پورا کریں اور یہاں تک اس معاملہ نے طول کھینچا کہ سب باہم قتل و قتال پر آمادہ ہو گئے اور بنو عبد الدار نے خون سے ایک پیالہ بھر کر رکھا اور ان کے سب ساتھیوں نے اس خون میں ہاتھ ڈبوئے اور جنگ پر عہد کیا یعنی ہم جان دے دیں گے مگر پیچھے نہ ہٹیں گے۔ غرضیکہ اس قضیئے میں چار پانچ راتیں گزر گئیں اور کسی طرح معاملہ طے نہ ہوا۔ آخر سب قریش مسجد حرام میں جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ان ایام میں قریش کے اندر سب سے زیادہ عمر رسیدہ ابو اُمیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ اس نے کہا "اے قریش تم یہ کام کرو گے کہ اب

جو شخص دروازہ میں سے مسجد میں آئے۔ اس کو حکم بناؤ اور جو وہ فیصلہ کرنے اس کو قبول کر لو(13)۔ ابنِ سعد کے مطابق آخر یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہو وہی حجرِ اسود کو اٹھا کر (اپنی جگہ پر) رکھ دے۔ سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کر لیا(14)۔ اور دروازے کی طرف منتظر ہو کر بیٹھے کہ جو شخص آئے ہم کو اس حکم بنائیں۔ اُس وقت رسولِ خدا ﷺ تشریف لائے۔ سب لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ بے شک یہ شخص امین ہے جو فیصلہ کریں گے ہمیں خوشی منظور ہے جب حضور ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے آپ (ﷺ) کو حکم بنایا ہے آپ ہمارا فیصلہ فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔ لوگ فوراً ایک کپڑا لائے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسَّلَام نے اپنے ہاتھ سے اُس کپڑے میں رکن یعنی حجرِ اسود کو رکھا اور فرمایا تم سب لوگ ہر قبیلہ کے اس کپڑے کو پکڑ لو اور اس کو اٹھا کر دیوار کے پاس لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ پھر اس کے اوپر سے تعمیر جاری ہو گئی(15)۔ اِس طرح حضور ﷺ سے اس فہم و فراست سے جنگ پر آمادہ مختلف قبائل کو خونریزی سے بچالیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصَّلٰوۃ والسَّلَام کو حکم بناتے وقت سب نے خوشی کا اظہار کیا کیونکہ انہیں آپ ﷺ کی دیانت و امانت اور فہم و ذکا پر پورا اعتماد تھا۔

حضور ختمی المرتبت ﷺ کے عقلی کمالات اور آپ کی عملی برتری کے متعلق علامہ زینی دحلان نے "السیرۃ النبویہ ﷺ" میں جو تجزیہ کیا ہے اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو تمام مخلوقات کے ظاہری و باطنی احوال پر آگاہ کر دیا تھا تاکہ حضور ﷺ ان احوال کی اصلاح فرما سکیں اور جو بہترین حالات ہیں، ان کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو اپنے تمام بندوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں کہ اور یہ کام اس وقت تک انجام پزیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کے ظاہر و باطن کی اصلاح نہ کر دی جائے اور

اس بات کا دارومدار ان کے ظاہری وباطنی حالات کے جاننے پر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبیٔ مکرم ﷺ کو ہمارے ظاہر وباطن کا علم عطا فرمایا۔ حضور ﷺ مخلوقات کے ظاہر و باطن کے جملہ احوال کو ملاحظہ فرمایا کرتے اور ہر شخص کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے جس طرح اس کے ظاہری وباطنی حالات کا تقاضا ہوتا" (16)۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ حضور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عقلی برتری کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلاً وَّ اَفْضَلُھُمْ رَأیًا(17)۔

یعنی حضور ﷺ عقل و دانش کے لحاظ سے تمام لوگوں سے برتر تھے۔ ہر معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے تمام لوگوں کی آراء سے افضل تھی۔ وہب بن منبہ سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے "ابتدائے آفرینش سے لے کر قیام قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو فہم و فراست عطا فرمائی ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عقل ورائے کے سامنے اس کی حیثیت اتنی بھی نہ تھی جتنی ریت کے ایک ذرہ کی دنیا کے تمام ریگستانوں کے ذرات سے ہوتی ہے" (18)۔

بعض مستشرقین نے آپ ﷺ پر التباس حواس کے عارضہ میں مبتلا ہونے کا الزام لگایا ہے کیونکہ وہ نزول وحی اور اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر نے "معرکہ مذہب و سائنس" **Conflict Between Religion and Science** میں لکھا ہے:

اطبا اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو شخص صایم الدہر ہوتا ہے اور عرصہ تک دماغی پریشانیوں اور فکروں میں مبتلا رہتا ہے، اسے التباس حواس کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے یعنی وہ چیزیں محسوس ہونے لگتی ہیں جن کی خارجی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔ نفس کش راستباز اور مستقیم العزم اشخاص نے جن مذاہب کی بنیاد ڈالی ہے ان میں سے شاید ایک بھی مذہب ایسا نہ ہوگا جس میں فوق العادت آزمایشات وامتحانات اور فوق القدرت احکام ولوامر کی مثالیں نہ

ملتی ہوں۔ پُر اسرار آوازیں عربی پیغمبر (ﷺ) کو سنائی دیتی تھیں جس میں آپ کو استقامت کی ہدایت ہوتی تھی اور عجیب و غریب صورتوں کی پرچھائیاں آپ (ﷺ) کے سامنے سے گذرتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں" (19)۔

ڈاکٹر ڈریپر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صائم الدہر رہنے کے علاوہ پریشانیوں کا شکار رہتے تھے۔ جس کے باعث آپ ﷺ کو پراسرار آوازیں سنائی دیتی تھیں اور عجیب و غریب صورتیں نظر آتی تھیں۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف نے وحی اور اس کے لانے والے فرشتے سے انکار کرنا تھا اس لیے اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو افکار کے باعث التباس حواس میں مبتلا قرار دیا جو کہ سراسر غلط ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ذہنی و نفسیاتی لحاظ سے مکمل طور پر صحت مند تھے۔

فرانسیسی مستشرق موسیو سدیو نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یوں تو محض امی تھے مگر عقل ورائے میں یگانہ روزگار تھے (20)۔ اس طرح ایک غیر مسلم نے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اعتراف کیا ہے۔ عربی کے ایک شعر کا ایک مصرع ہے۔

الفضل ماشهدت به لاعداء

حقیقی فضیلت تو وہی ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیں۔

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) نے بھی حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق **Hero and Hero Worship** میں لکھا ہے۔

"یہ درست ہے کہ آپ (ﷺ) بہت زیرک تھے۔ آپ (ﷺ) کا مشاہدہ عمیق اور یادداشت بہت عمدہ تھی" (21)۔

یورپ کے ایک فاضل کے۔ ٹی۔ لاؤل کا کہنا ہے :

"محمد (ﷺ) ایک عظیم بادشاہ، ایک مہیب فاتح، بہت بڑا عالم اور دانا انسان تھا۔" (22)۔

جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ کو سخت گراں گزرا اور وہ آپ ﷺ کے دشمن بن گئے۔ انہیں یہ تکلیف تھی کہ حضور اکرم ﷺ ان کے

سنگ و گل کے تراشے اصنام کو معبود ماننے کے بجائے انہیں خدائے وحدۂ لاشریک کی عبادت کی طرف کیوں بلاتے ہیں اور بتوں کی پرستش کے برعکس اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے حضور سربسجود ہونے کی تعلیم دیتے ہیں۔ قریش کے سرداروں نے سمجھا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ ﷺ شاید بیمار ہیں اس لیے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر آپ کو کوئی بیماری ہے تو ہم اس کا علاج کرا دیں' اگر دنیاوی عیش و عشرت کی خواہش ہے تو اس کا سارا اسامان مہیا کر دیں۔ آپ صرف ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں تو ہم بھی آپ سے تعرض نہ کریں (23)۔ اس پر سورۃ القلم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَدُّوْا لَوْتُدْهِنُ فَيُدْ هِنُوْنَ (24)۔

وہ تو تمنا کرتے ہیں کہ کہیں آپ (ﷺ) نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفار مکہ یہ سمجھتے تھے کہ شاید آپ ﷺ کو کوئی بیماری ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دینِ حق کی تبلیغ سے روکنا چاہا لیکن پیغمبر اس مشن کو کیسے ترک کر سکتا ہے جس کے لیے اُسے مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُلوہی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام جاری رکھی۔ اس پر کفار نے آپ کو کاہن' ساحر' شاعر اور مجنوں کہ کر اہلِ مکہ کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس اتہام کی یوں تردید فرمائی۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (25)۔

آپ (ﷺ) اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ● وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلاً مَّا تُؤْمِنُوْنَ ● وَلاَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلاً مَّا تَذَ كَّرُوْنَ ●(٢٦)

بے شک یہ ایک کرم والے رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتنا کم یقین رکھتے ہو اور نہ کسی کاہن کی بات ہے کتنا کم دھیان کرتے ہو۔

حضورؐ نبیؐ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسی لیے فرمایا ہے کہ مخلوقِ خدا میں سے شاعر اور مجنون

مجھے سب سے بُرے لگتے ہیں میں اِن دونوں قسم کے لوگوں کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا
(27)۔ قرآن پاک میں شعرا کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لاَ یَفْعَلُوْنَ (28)۔

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شعرا ہر وادی میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کیا کرتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے۔

لیکن قرآن پاک صرف گمراہ شعرا کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نعتیہ شاعری کو پسند فرمایا۔ حضرت عباس، حضرت حسان اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے حضور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا کلام سُنایا اور اللہ کے پیارے حبیب ﷺ سے دعائیں لیں۔ یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرنا شعر کے بھرنے سے بہتر ہے تو جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ رحم فرمائے انہوں نے حدیث کا ابتدائی حصہ یاد رکھا اور آخری حصہ یاد نہیں رکھا کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ کی ہجو بیان کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرنا رسول اللہ ﷺ کی ہجو کے اشعار سے بہتر ہے وہ اس وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ شعر حکمت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شعر کی مثال دیتے ہوئے سُنیں (29)۔

شاعری کسی شاعر کی ذہنی اختراع ہوتی ہے، شعر کا خالق خود شعر گھڑتا ہے لیکن پیغمبر کچھ بھی خود اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نازل کردہ پیغام اپنی امت تک پہنچاتا ہے اسی لیے اس کی تردید کر دی گئی کہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں اور نہ ہی حضور ﷺ شاعر ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے جبکہ شعرا کی پیروری کرنے

والے کو گمراہ بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح اعلان فرمادیا کہ میرا پیارا حبیب ﷺ مجنون نہیں ہے۔ اس سے دائمی نفی نکل آئی یعنی نہ مجنون تھا، اور نہ ہے اور نہ ہوگا اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جس نے قرآن مجید کا التزام کیا وہ جنون و جذام سے محفوظ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی عقل خرف نہیں ہوتی ہے۔ خرف جس کو سٹھیایا ہوا کہتے ہیں (30)۔

حضور ﷺ کی جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبدِ مکرم ﷺ کو بے پناہ جسمانی قوت سے نوازا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے "مدارج النبوۃ" میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ قوت، زورِ بازو اور مضبوطی میں ایسے تھے کہ جہان بھر کے کشتی گیر (پہلوان) آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے (31)۔ رکانہ عرب کا ایک نامور اپہلوان تھا جس کی جسمانی قوت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ اکیلا سو آدمیوں کا مقابلہ کر کے انہیں پچھاڑ سکتا ہے۔ سُنن ترمذی میں ہے۔ ایک روز نبی کریم ﷺ عرب کے کسی کوہستانی علاقہ (مکہ مکرمہ کی کسی گھاٹی) سے گذرے رہے تھے کہ رکانہ سے ملاقات ہوگئی۔ سرورِ عالمین ﷺ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جو شخص بھی ملاقات کرتا حضور ﷺ اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت ضرور دیتے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے رکانہ کو بھی دعوت دی کہ تم بت پرستی سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ جو وحدہٗ لاشریک ہے، اس پر ایمان لے آؤ۔ اُس نے کہا کہ میں ایک شرط پر آپ ﷺ کی اس دعوت قبول کرنے کو تیار ہوں، اگر آپ ﷺ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ حضور پرنور ﷺ نے اس شرط کو قبول کیا۔ فرمایا "اے رکانہ! اگر تم اس شرط پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہو تو میں وہ شرط پوری کرنے کو تیار ہوں" چنانچہ رکانہ لنگوٹہ کس کر میدان میں آکھڑا ہوا۔ حضور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء بھی اکھاڑے میں تشریف لائے۔ اس کا بازو پکڑا اور ایک جھٹکے

میں اسے چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ حیران و مبہوت ہو کر رہ گیا لیکن پھر اٹھا اور کہنے لگا کہ میں ابھی سنبھلا نہیں تھا۔ بے دھیانی میں آپ (ﷺ) نے مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ایک مرتبہ پھر آپ مجھے گرا دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ اس داعی بر حق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اِس چیلنج کو قبول کیا۔ حضور عَلَیْہِ السَّلام اکھاڑے میں تشریف لائے۔ اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور زمین پر پٹخ دیا۔ اسے سان و گمان بھی نہ تھا کہ اس کو یوں گرا دیا جائے گا۔ سرا سیمہ ہو کر پھر اٹھا اور تیسری بار پھر کشتی کی دعوت دی۔ حضور نبیؐ کریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیم نے اسے یہ نہیں کہا کہ دو مرتبہ میں نے تمہاری شرط پوری کر دی۔ اب تم ایمان نہیں لاتے تو تمہاری قسمت بلکہ حریص علیکم کی جو شان تھی اس کا اظہار فرماتے ہوئے تیسری بار بھی فرمایا تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ پھر اس کو اس طرح جھٹکا دیا کہ وہ چشم زدن میں زمین پر آپڑا۔ اب اسے یارائے انکار نہ رہا۔ اس نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا اور اعلان کیا کہ یہ جسمانی قوت نہیں۔ آپ (ﷺ) نے مجھے روحانی قوت سے تین بار پٹخا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہوں آپ (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں (32)۔

حضورِ اکرم ﷺ سے رکانہ کے علاوہ اور لوگوں نے بھی کشتی لڑی ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب پر غالب رہے ہیں۔ چنانچہ ابو الاسد بھی ایک بڑا شہ زور تھا۔ وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور لوگ اس کے نیچے سے کھال کھینچنے کے لیے پوری قوت صرف کرتے کھال پھٹ جاتی مگر اُس کے نیچے سے نکال نہ سکتے تھے۔ ایک روز اُس نے حضور ﷺ کو پکارا کہ آپ اس کے ساتھ کشتی لڑیں۔ اس نے کہا اگر آپ مجھے زمین پر گرا دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے زمین پر چت کر دیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لایا (33)۔

حضور اکرم ﷺ کا جسمِ اطہر انتہائی پرکشش تھا۔ حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہ نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا (34)۔ یعنی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسَّلام کا جسم مبارک متوازن تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرعتِ رفتار میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب حضور ﷺ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین خود بخود لپٹی جاری ہے۔ ہم چلتے تو پوری قوت کے ساتھ چلتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی بے پرواہی سے جادہ پیما ہوتے۔ پھر بھی کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہ کر سکتا(35)۔

حواشی

1. صدر الدین اصلاحی، مولانا۔ اسلام ایک نظر میں (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، اکتوبر ۱۹۹۱ء) ص ۶۵
2. احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت۔ الحق المجتلی فی حکم المبتلی (لاہور: مرکزی مجلس رضا، ستمبر ۱۹۹۲ء) ملاحظہ ہو تقدیم، ص ۵
رسالہ ھذا ڈاکٹر قمر الدین اشرفی نے کی ہے اور اس کی تقدیم سید خواجہ معز الدین اشرف کی تحریر کردہ ہے۔
3. عبد المصطفیٰ اعظمی، علّامہ۔ عجائب القرآن۔ مطبوعہ لکھنو، ص ۲۲۱
4. الشعرآء ۲۶: ۷۹
5. سیرتِ ابن ہشام (اُردو)، ص ۴۲۵
6. صحیح بخاری۔ کتاب المغازی بباب ۵۵۴، حدیث ۱۵۷۵
7. محمد عنایت اللہ المشرق، علّامہ رسولِ صادق ﷺ، ترتیب و تلخیص غلام قدیر خواجہ (لاہور: جنگ پبلشرز ۱۹۹۲ء) ص ۳۲
8. ایضاً
9. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ مترجم حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ ۱۹۹۲ء) ص ۲۳۶، ۲۳۷\ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ۵۱۰، حدیث ۱۲۸۸/ابن ہشام ۲: ۲۳۲، ۲۳۳
10. محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ (قاہرہ ۱۹۸۶ء) جلد ۷، ص ۱۱
11. محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز بار اول، ۱۴۱۸ھ) جلد ۵، ص ۲۷۱
12. قاضی عیاض مالکی اندلسی۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ اُردو ترجمہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری (لاہور: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، ۱۹۸۰ء) جلد اوّل، ص ۱۲۹، ۱۳۰
13. سیرت ابنِ ہشام۔ جلد اوّل، ص ۱۲۸
14. طبقاتِ ابن سعد، حصہ اوّل، ص ۲۲۵

15. سیرت ابن ہشام ۱: ۱۲۸\تاریخ طبری ۱: ۶۸

16. احمد بن زینی دہلان۔ السیرۃ النبویۃ (الاھلیہ للنشرو التوزیع) جلد ۳، ص ۲۳/ضیاء النبی ﷺ،
جلد ۵، ص ۲۷۲

17. قاضی عیاض۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ ﷺ ص ۸۲

18. محمد کرم شاہ الازہری، پیر۔ ضیاء (النبی ﷺ)، جلد ۵، ص ۲۷۳

19. ڈریپر، ڈاکٹر جان ولیم۔ معرکہ مذہب و سائنس، اُردو ترجمہ ظفر علی خان (لاہور: رفاہ عالم سٹیم
پریس، ۱۹۱۰) ص، ۱۱۳

یہ کتاب لائف ممبرز ایسوسی ایشن پنجاب پبلک لائبریری لاہور نے ۱۹۹۲ء میں دوسری بار شائع کی ہے۔

20. مسوسیو سیدیو۔ تاریخِ عرب ' اُردو ترجمہ مولوی عبدالغفور رامپوری، مولوی محمد حلیم انصاری (
کراچی: نفیس اکیڈمی، جولائی ۱۹۸۶ء) ص ۱۰۳

21. محمد یحییٰ خان۔ پیغمبر اسلام غیر مسلموں کی نظر میں (لاہور: ۳۵۶۔ جہانزیب بلاک علامہ اقبال
ٹاؤن، مئی ۱۹۹۹ء) ص ۴۱

22. غلام جیلانی برق، ڈاکٹر۔ رمز ایمان (اسلام عقل کی روشنی میں)۔
(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س،ن) ص ۱۱۵

23. احمد یار نعیمی، مفتی۔ تفسیر نور العرفان، ص ۹۰۱

24. القلم ۶۸: ۹

25. القلم ۶۸: ۳

26. الحاقۃ ۶۹: ۴۰۔۴۲

27. سید قطب شہید۔ فی ظلال القرآن، اُردو ترجمہ سید معروف شاہ شیرازی (لاہور: ادارہ منشوراتِ
اسلامی، جولائی ۱۹۹۷ء) جلد ششم، ص ۱۰۳۲

28. الشعرآء ۲۶: ۲۲۴، ۲۲۶۔

29. احمد رضا خان۔ الحق المجتلی فی حکم المبتلی (لاہور: مرکزی مجلس رضا، ستمبر ۱۹۹۲ء) ص ۲۸۔

30. امیر علی ملیح آبادی، سید۔ مواہب الرحمٰن (لاہور: مکتبہ رشیدیہ) پارہ ۲۹، ص ۳۰

31. عبدالحق محدث دہلوی۔ مدارج النبوۃ ص ۹۸

32. محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاء النبی ﷺ، جلد ۵، ص ۲۷۴، ۲۷۵\قاضی عیاض، الفضل، الشفاء

بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ اُردو ترجمہ مولانا سید محمد متین ہاشمی (پنڈی بھٹیاں : انجمن اصلاح المسلمین اپریل ۱۹۸۳ء) ص ۸۴

33. عبدالحق محدث دہلوی، شیخ مدارج النبوۃ (اُردو ترجمہ)، ص ۹۸، ۹۹\ مولانا اسد القادری، سیرت الرسول ﷺ (کراچی : محمود چیمبرز، ۱۹۸۱ء) ص ۵۶۵، ۵۶۶

34. ابن جوزی، امام عبدالرحمٰن۔ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ اُردو ترجمہ علامہ محمد اشرف سیالوی (لاہور : فرید بک سٹال، اُردو بازار) ص ۴۵۲

35. الشفاء، ص ۸۴\ ضیاء النبی ﷺ، جلد ۵، ص ۴۷۲

باب چہارم

ورزش اور کھیل پیغمبرِ اسلام ﷺ کی نظر میں

مشہور فلسفی اور سماجی علوم کے ماہر برٹنڈرسل کا کہنا ہے کہ رنجیدہ کاروباری شخص اپنی گمشدہ خوشیاں چھ میل روزانہ سیر کر کے واپس لا سکتا ہے(1)۔ ایک اور مشہور مصنف کا قول ہے "اگر میں روزانہ چند ساعتیں کھیتوں، پہاڑوں اور درختوں کے جھنڈ میں ہر قسم کی فکر و تشویش سے آزاد ہو کر نہ گزار لوں تو میں اپنی تندرستی اور امنگ کو برقرار نہیں رکھ سکتا"(2)۔ برطانیہ کے سترھویں صدی کے ایک طبیب نے کہا تھا "اگر کسی کو ورزش کے فوائد کا علم ہو جائے مگر وہ اپنی معلومات کسی اور کو نہیں بتائے تو اس راز سے وہ بے انتہا دولت کما سکتا ہے"(3)۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ورزش کو جسم کے افعال کو بہتر بنانے کی جسمانی تربیت قرار دیا گیا ہے۔

Exercise is the Physical training of the body in order to improve its function(4)

ورزش انسانی جسم کے مختلف نظاموں (Systems) کی کارکردگی بہتر بناتی ہے۔ اس سے بدن کی فالتو چربی کم کی جا سکتی ہے۔ اعصاب (Muscles) مضبوط ہوتے ہیں۔ نظام دوران خون اور عصبی نظام کی کارکردگی بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ ورزش کرنے والے کا نظام انہضام صحیح طرح کام کرتا ہے اور اسے خوب نیند آتی ہے(5)۔

ورزش کے بغیر ہمارے جسم پر انحطاط آتا ہے، مٹاپا چڑھتا ہے۔ ذرا سی مشقت پر

سانس پھولنے لگتا ہے۔ مستقل تھکن سوار رہتی ہے۔ ٹانگوں کی نیلی رگیں نمایاں اور پھولی پھولی ہو جاتی ہیں۔ جسم کی سرخ رگوں میں صلابت (سختی و تنگی) آتی ہے' مرض قلب ہوتا ہے اور تمام جسم میں بادی درد ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے بابائے طب بقراط نے کہا تھا "جس شے کو استعمال کیا جاتا ہے' اس میں نمو اور ارتقاء ہوتا ہے اور جو استعمال نہیں کیا جاتا' اس پر زوال آتا ہے" (6)۔

اچھی صحت کے لیے جہاں صحت بخش' متوازن غذا ضروری ہے وہاں ورزش بھی ایک لازمی شے ہے۔ بغیر ورزش کے غذا ٹھیک طرح جزو بدن نہیں بنتی اور اس سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے جو ہونے چاہئیں۔ ورزش سے نہ صرف آپ کی غذا صحیح طرح ہضم ہوگی اور آپ اپنے آپ کو ایک جیتا جاگتا انسان محسوس کریں گے (7)۔

ڈاکٹر سید اسلم ورزش نہ کرنے کے نقصانات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "جن عضلات کی ورزش نہیں کی جاتی' وہ انحطاط پذیر' کمزور اور ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اگر بازو کو پلاسٹر کے خول میں مقید کر دیا جائے جیسا کہ ہڈی ٹوٹنے پر کیا جاتا ہے تو ایک ہفتہ میں ہی اس کی قوت ۳۰ فی صد کم ہو جاتی ہے۔ کم استعمال سے جسم کی ہڈیوں کی ساخت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ نتیجتاً ہڈیاں باآسانی ٹوٹ سکتی ہیں۔ جن جوڑوں کی ورزش نہیں ہوتی وہ سخت ہو جاتے ہیں۔ عضلات کی سختی و تان میں کمی آجاتی ہے اسی وجہ سے گردن میں سختی' ٹخنوں میں کمزوری اور تھکن سے ہوتا ہے جو نتیجہ ہے ورزش نہ کرنے کا یا کم ورزش کرنے کا۔۔۔ پابندی سے ورزش کرنے سے ہم چھریرے بھی رہتے ہیں۔ علم غذائیت کے مطالعہ سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ موٹاپے کی وجوہ میں بسیار خوری کے علاوہ' ورزش نہ کرنے کا بھی اہم کردار ہے' زندگی کے دوران پیدا ہونے والی بیزاری' چڑچڑاہٹ' مایوسی اور ناکامی کے احساسات میں' توازن پیدا کرنے کے لیے بھی ورزش ایک مداوا ہے۔ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ نفسیاتی عوارض بہ نسبت ورزشی افراد کے' ورزش نہ کرنے والے افراد میں زیادہ ہوتے ہیں" (8)۔

جسمانی مشقت اور ورزش کئی بیماریوں سے بچنے کے علاوہ بعض امراض کے علاج میں
ی بہت فائدہ دیتی ہیں۔ بلند فشار خون (High Blood Pressure) کے مریضوں کو
لکی پھلکی ورزش سے افاقہ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ قلب کے جملہ امراض کے علاج میں بھی
ورزش ممد و معاون ثابت ہوتی ہے' حتیٰ کہ جن مریضوں کا "بائی پاس" آپریشن ہو چکا ہے
نہیں بھی ڈاکٹر حضرات کے مشورے کے مطابق ورزش کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ دل کو
تندرست رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ موٹاپا نہ ہونے دیا جائے۔ اس کے لیے ہلکی پھلکی
ورزش باقاعدہ طور پر یا تھوڑا بہت مشقت کا کام کرتے رہنا چاہیے (9)۔ ڈاکٹر ایم اے صوفی اور
ڈاکٹر مسز اقبال صوفی اپنی کتاب "معاشرتی طب" (کیمونٹی میڈیسن) میں لکھتے ہیں۔

"ایک تحقیقاتی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ خون میں شکر کی مقدار (ذیابیطس) زیادہ تر ان
لوگوں میں ہوتی ہے جو آرام دہ زندگی اور زیادہ خوراک کے عادی ہوتے ہیں۔ محنتی اور ورزش
کرنے والے لوگ اس مرض کا شکار نہیں ہوتے۔۔۔۔ یہی حال کول اسٹرال کا ہے۔ اس کی
زیادتی انہی لوگوں میں ہوتی ہے جو ہر وقت بیٹھے رہتے ہیں۔ ورزش نہیں کرتے اور بعد میں
امراض قلب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ امراض قلب سے بچنے کے لیے
ورزش کرنا لازمی ہے (8 الف)۔

مذکورہ بالا ماہرین طب کا خیال ہے کہ ورزش سے پھیپھڑوں اور پسلیوں کو بھی فائدہ
پہنچتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "گہرے سانس لیتے وقت جو اکثر ورزش کے دوران لیے جاتے
ہیں' ہمارے پھیپھڑے ہی نہیں پھولتے بلکہ پسلیوں کا پورا ڈھانچہ پھول جاتا ہے۔ اس سے
صحت کو بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن عمر کے ساتھ ساتھ پسلیوں کی لچک کم ہو جاتی ہے اور اس
کمی کو دور کرنے کیلئے ورزش کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے" (8 ب)۔

جب حضور نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کی حیات طیبہ اور تعلیماتِ مبارکہ کا مطالعہ
کریں تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرمایا' نوجوانوں
میں ایسے کھیلوں کو فروغ دیا جس سے ان کی جسمانی نشوونما ہو اور انہیں کفار سے نبرد آزما

ہونے کے لیے تیار کیا جا سکے۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین کی تعلیمات ایک مومن کو مضبوط، توانا اور صحت مند بناتی ہیں کیونکہ حدیث پاک میں حضور ختمی المرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْ مِنِ الضَّعِیْف (10)۔

اس فرمان رسول ﷺ سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مضبوط اور صحت مند مومن اللہ تعالیٰ جَلَّ مَجدہ، کے پسندیدہ ہیں اور ایک ٹھوس اور توانا مسلم معاشرہ قائم کرنے کے لیے ہمیں ایک طرف جینیٹکس (Genetics) کے سائنسی اصولوں کا اطلاق کرنا چاہیے اور دوسری طرف ورزش، کھیل کود اور جسمانی مشقت کے ذریعے مسلم سوسائٹی کے افراد کو طاقتور اور صحت مند رکھنا چاہیے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لائے ہوئے دین کی ان گنت خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی تعلیمات کی تعمیل کے جہاں روحانی فوائد ہیں وہاں یہ انسانی صحت کیلئے بھی بہت سود مند ہیں۔ اگر ہم رسول معظم، نبی محتشم ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ سے کام کرنے کو اپنی سنت بنا دیا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں ارقام فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ مویشی کو چارہ خود ڈالتے۔ اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوہ لیتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے، خادم کو اس کے کام میں مدد دیتے۔ بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے، خود اسے اٹھا کر لاتے" (11)۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ، نے عبادات کا ایسا نظام عطا فرمایا کہ ان کی پابندی کرنے والا شخص موجودہ دور کی دورہ دل (Heart attack)، بلند فشار خون (High Blood Pressure)، ذیابیطس (Diabetes) اور موٹاپے جیسے عوارض سے بڑی حد تک محفوظ رہتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز فی نفسہٖ حفظان صحت کا اعلیٰ اصول ہے (12)۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے الفاظ میں "اگر ہم رسول اکرم ﷺ

کے ارشاد اور عمل کے مطابق صحیح طریق سے نماز ادا کریں تو جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جس کی احسن طریقے سے ہلکی پھلکی ورزش نہ ہو جائے۔ عضلات کی حرکت ان کی صحت اور دوران خون کے لیے ضروری ہے" (13)۔ اس کے علاوہ نماز باجماعت کے لیے پانچ وقت مسجد جانا' جمعتہ المبارک کی نماز کے لیے جامع مسجد اور عیدین کی نمازوں کیلئے عید گاہ یا کھلے میدان تک پیدل چلنے سے بہترین جسمانی ورزش ہو جاتی ہے۔ اس کی پابندی کرنے والا شخص اگر اور کسی قسم کی جسمانی مشقت یا ورزش نہ کرے تب بھی اس کے جسم پر فالتو چربی نہیں چڑھتی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقے کے مطابق حج کرنا سراسر جسمانی ریاضت ہے۔ صفا و مروہ کی سعی' طوافِ کعبہ' رمی جمرات' وقوف عرفات کیلئے میدان عرفات پہنچنا' منیٰ و مزدلفہ کا سفر' یہ سبھی ارکان ایک مومن کو جسمانی ورزش کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اللہ رسول (جل وشانہ' وصلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کی بجا آوری' انسانی مساوات کا عملی مظاہرہ اور بے شمار روحانی فوائد کے علاوہ حج ایک مسلمان کی ایسی جسمانی عبادت ہے جو اسے جسمانی مشقت کا درس دیتی ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو جہاد کیلئے ہمہ وقت تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس کا مقتضی ہے کہ امت مسلمہ کے افراد مضبوط' توانا' صحت مند اور تربیت یافتہ ہوں۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کو امت کی تعمیر درپیش تھی اس لیے آپ ﷺ نے صحت سازی کے فن کو سائنس اور آرٹس بنادیا۔۔۔ ملت میں (جذبہ جہاد) کا شوق پیدا کرنے اور بطور فن سیکھنے کے لیے آپ ﷺ نے بہت سی تدبیریں اختیار کیں۔ جن میں ایک طریقہ ورزش اور بازی (اسپورٹس) ہے۔ چونکہ ان دنوں مستقل فوج یعنی اسٹینڈنگ آرمی کا رواج نہ تھا۔ بلکہ عارضی ردیف (ملیشیا) لشکر رکھا جاتا تھا۔ اس لیے کوئی فوجی چھاؤنی نہ تھی۔ ان دنوں رواج یہ تھا کہ جنگ کی ضرورت پڑنے پر ایک عام پکار دی جاتی تھی اور جو چاہتا فوراً آکر بھرتی ہو جاتا ہے۔ جنگ جب تک رہتی یہ شہری سپاہی ہو جاتے تھے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد یہ سپاہی پھر شہری بن جاتے تھے چونکہ سپاہیوں کی بھرتی عام شہریوں سے ہوتی تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے عام شہریوں کی جسمانی تعمیر و ترقی کے لئے بہت سارا انتظام کر رکھا تھا۔ وہاں

لڑنے کی تربیت بھی دی جاتی تھی اور نئے نئے اسلحہ کا استعمال بھی سکھایا جاتا تھا(14)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں "مردانگی اور چستی پیدا کرنے کے لیے جہاں ذہنی تربیت کی ضرورت پڑتی ہے وہیں جسمانی ریاضت بھی ناگزیر ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ سوال دلچسپ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں اسپورٹ کی کس حد تک سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جاتی تھی"(15)۔

ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی ورزش کھیل کود اور تفریحات کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے اور حد درجہ اطمینان ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات کی بیشتر شکلوں مثلاً نماز، روزہ اور حج میں بعض پہلو ریاضت اور ورزش کے بھی پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ بنیادی طور پر اور اپنی فطرت کے لحاظ سے روحانی اغراض کے لیے تجویز کیے گئے ہیں لیکن اسلام کے جسم اور اخلاقی رویہ کے درمیان مسلسل باہمی تعامل سے کون انکار کر سکتا ہے؟

تاہم کھیل کود اور تفریحات کے موضوع پر اسلام کے پاس کہنے کے لیے بس اتنی سی مختصر بات نہیں ہے۔ ہر اس کام کو جو صحت مند فکر پیدا کرنے میں معاون ہو یا دماغ کو ترو تازہ کر دے اور جسم کی کھوئی ہوئی توانائی کو پھر ایک بار واپس لے آئے، جس سے انسان تندرست و توانا رہ سکے، اسلام اس کی بہت حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کے لیے دعوت دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ کا پیش خیمہ نہ بن جائے یا خود گناہ نہ ہو، نہ وہ دوسرے فرائض کی ادائیگی میں نقص پیدا کر دے۔ نہ ان میں تاخیر کا باعث ہو، نہ ان میں رکاوٹ ڈالے۔ اس معاملے میں عمومی نظیر نبی کریم ﷺ کا وہ بیان ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ "اللہ پر ایمان لانے والے سب ہی اچھی صفات کے حامل ہوتے ہیں مگر قوی الجثہ اور مضبوط مسلمان کو ضعیف مسلمان پر ترجیح حاصل ہے" یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ ان کھیلوں اور تفریحات کو پسند فرماتے تھے جو جسم کی قوت برداشت، تکان اور امراض کے خلاف مزاحمت کو بڑھائیں اور اخلاقی انضباط اور اتحاد پیدا کریں(16)۔

گھوڑدوڑ

مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء سے ثنیۃ الوداع تک چھ میل تھی۔ جہاں گھوڑدوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔ گھوڑے جو مشق کے لیے تیار کرائے جاتے تھے ان کی تیاری کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ان کو خوب دانہ گھاس کھلاتے۔ جب وہ موٹے تازے ہو جاتے تو ان کی غذا کم کرنی شروع کر دیتے اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کستے، پسینہ آتا اور خشک ہوتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ جس قدر گوشت چڑھ گیا تھا، خشک ہو کر ہلکا پھلکا جریرا بدن نکل آتا۔ یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی(17)۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں گھوڑوں کی دوڑ بہت مقبول تھی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق آنحضرت ﷺ اس پر خود انعام دیا کرتے تھے۔ تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کے لیے الگ الگ مسافتیں مقرر تھیں۔ وہ مقام اب تک مدینہ منورہ میں محفوظ ہیں جہاں سے شرط کے گھوڑے وغیرہ روانہ ہوتے تھے اور وہ مقام بھی جہاں کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ جیتنے والے کا تعین کرتے تھے۔ اس آخر الذکر مقام پر اب ایک مسجد ہے جو مسجد السبق (دوڑ کی مسجد) کے نام سے موسوم ہے۔ دوڑ میں انعام اول، دوم، سوم چہارم متعدد افراد کو ملتے تھے۔ کبھی یہ انعام کچھ کھانے کی چیزیں مثلاً کھجور ہوتے تھے، اور کبھی کوئی چیز جن کی تفصیل سیرت شامی میں ملتی ہے(18)۔

امام بخاری نے کتاب الجہاد والسیر کے باب السَّبَق بَینَ الخَیلِ میں حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو گھوڑے شرط کے لیے تیار کیے تھے ان کی تو حد آنحضرت ﷺ نے حفیا سے ثنیۃ الوداع تک رکھی اور جو گھوڑے تیار نہیں کیے گئے تھے ان کی حد ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک رکھی(19)۔ اول الذکر فاصلہ پانچ یا چھ میل اور مؤخر الذکر ایک میل تھا۔ صحیح البخاری کے اگلے دونوں ابواب بھی گھوڑدوڑ سے متعلق ہیں(20)۔

گھوڑدوڑ کا اہتمام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے

سراقہ بن مالک کو یہ خدمت سپرد کی اور اس کے چند قاعدے مقرر کیے جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

1. گھوڑوں کی صفیں قائم کی جاتیں۔ تین دفعہ پکارا جاتا تھا کہ جس کو لگام درست کرنی ہو کر لے، بچے کو ساتھ رکھنا ہو تو رکھ لے، زین الگ کرنی ہو الگ کر لے۔
2. جب کوئی آواز نہ آئے تو تین دفعہ تکبیر کہی جاتی۔ تیسری تکبیر پر گھوڑے میدان میں ڈال دیئے جاتے۔
3. جس گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ آگے نکل گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر دو آدمیوں کو دو کناروں پر کھڑا کر دیتے۔ گھوڑے ان ہی دونوں کے درمیان سے ہو کر نکلتے(21)۔

نشانہ اندازی

نشانہ اندازی کے انعامات اور اس کی ترغیب و تحریص کا ذکر کثرت سے احادیث میں آیا ہے، امام بخاری نے باب التَّحْرِیْصِ عَلَی الرَّمِیُ میں حضرت سملہ بن اکوع سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اسلم قبیلے کے کچھ لوگ باہم تیر اندازی کر رہے تھے آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا۔

اِرمُوْا بَنِیْ اِسمَاعِیلَ فَاِنَّ اَبَاکُمْ کَانَ رَامِیاً(22)۔

اے اسماعیل کے بچو تیر اندازی کرو۔ تمہارے باپ اسماعیل تیر انداز تھے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں اس گروہ کے ساتھ ہوں (جس میں ابن الاکوع تھے) یہ سُن کر دوسرے گروہ نے ہاتھ روک لیے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تیر کیوں نہیں چلاتے۔ انھوں نے کہا (تیر) کیونکر چلائیں آپ ﷺ تو دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے حضور نبی کریم علیہ

الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تم لوگ تیر اندازی کرو۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

حضور ختمی المرتبت ﷺ جب غزوات میں مسلم فوج کی سپہ سالاری فرماتے تو تیر چلانے کے متعلق مجاہدین کو ہدایات جاری فرماتے غزوۂ بدر کے دوران جب کفارِ مکہ کی فوج مومنوں کے ایک مختصر سی سپاہ کے سامنے صف آرا ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب وہ تمہارے نزدیک (تیر کی زد میں) آجائیں، اس وقت تیر چلاؤ (23)۔

تیراکی

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق عرب میں خاص کر حجاز (مقدس) میں تیرنے کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ اس کے باوجود خود آنحضرت (ﷺ) نے کم عمری میں اپنی ننھیال کے کوئیں میں تیرنا سیکھا تھا اور اس کی آئندہ اوروں کو ترغیب بھی دیتے رہے (24)۔ حضور ﷺ نے تیرنا اس وقت سیکھا تھا جب آپ علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ چھ برس کی عمر میں یثرب (جو بعد میں مدینہ طیبہ کہلایا) تشریف لے گئے تھے۔ اِس بات کا اظہار آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد کیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "بنی عدی بن النجار کے حوض میں مَیں نے اچھی طرح پیراکی سیکھ لی تھی" (25)۔

علاّمہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے "رسول اللہ ﷺ کو قیامِ مدینہ کی بہت سی باتیں یاد رہ گئی تھیں جب آپ ﷺ قیامِ مدینہ کے زمانے میں ایک دفعہ بنو عدی کے منازل پر گذرے تو فرمایا کہ اِسی مکان میں میری والدہ ٹھہری تھیں۔ یہی وہ تالاب ہے جس میں مَیں نے تیرنا سیکھا تھا" (26)۔

ملا معین واعظ الکاشفی نے یہاں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک روز چاہ بنی عدن النجار میں مدینہ کے لڑکوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ تیر رہے تھے آپ ﷺ

کے دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت نظر آ رہی تھی۔ یہودیوں کی ایک جماعت یہاں سے گذری۔ اِن میں ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور دوسرے ساتھ کو دیکھا کر کہا کہ یہ لڑکا پیغمبر آخر الزمان (ﷺ) ہو گا (27)۔ نعیم صدیقی حضور اکرم ﷺ کی تیراکی سیکھنے اور اس کی ترغیب دینے کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

"تیرنے کا مشغلہ بھی تھا اور احباب کے ساتھ کبھی کبھار تالاب میں تیراکرتے۔ دو دو ساتھیوں کے جوڑ بنائے جاتے اور پھر یہ جوڑ کے ساتھی دور سے تیر کر ایک دوسرے کی طرف آتے۔ ایک موقع پر اپنا ساتھی حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو پسند کیا" (28)۔ بارش ہوتی تو تہہ بند باندھ کر نہایا کرتے۔ کبھی تفریحاً کسی کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر اس کے دہانے پر بیٹھتے تھے۔

بَرچھے کی مشق کرنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے کتاب الجہاد و السیر کے بَاب اللَّھوِ بالحِرَابِ وَنَحوِھا میں حضرت سعید بن مُسَیِّب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیان کیا ہے حبشی لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے برچھے سے کھیل رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ یہ دیکھ کر کنکروں کی طرف جھکے کہ انہیں کنکر ماریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ان کو کھیلنے دو (29)۔

باغات کی سیر

شخصی طور پر آپ ﷺ کو باغوں کی سیر کا شوق تھا۔ کبھی رفقا کے ساتھ باغوں میں چلے جاتے اور وہیں مجلس آرائی بھی ہو جاتی (30)۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مؤطا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

مدینہ طیبہ میں سب انصار سے زیادہ مال رکھتے تھے۔ یعنی کھجور کے درخت سب سے زیادہ ان کے پاس تھے اور سب مالوں میں اِن کو ایک باغ بہت پسند تھا جس کو بَیْرُ حَآءِ کہتے تھے اور وہ مسجد نبوی ﷺ کے سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اِس میں جایا کرتے تھے اور وہاں کا پانی جو بہت اچھا تھا، پیا کرتے تھے (30الف)۔

وزنی پتھر اٹھانے کا مقابلہ

ابن القیّم نے اپنی کتاب الفروسیہ میں ذکر کیا ہے کہ علاوہ اور چیزوں میں مسابقت کے عہد نبوی (ﷺ) میں وزنی پتھروں کے اُٹھا سکنے کے مقابلہ ہوا کرتے تھے اور رَسُولِ اکرم ﷺ اسے روا رکھتے تھے (31)۔

وزن اٹھانے (Weight-Lifting) کے مقابلے تمام عالمی اور علاقائی کھیلوں میں ہوتے ہیں اور یہ اولمپک گیمز میں بھی شامل ہیں۔ موٹے لوگ اپنا وزن کم کرنے کے لیے یہ ورزش کرتے ہیں (32)۔

خواتین کے کھیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب وہ شروع میں ایک دُبلی پتلی لڑکی تھیں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوڑ کے مقابلے میں آگے نکل جاتی تھیں، آخری عمر میں جب ان کا جسم فربہ ہو گیا تو پھر رسول اللہ ﷺ ان سے دوڑ جیت جاتے تھے (33)۔

یہ دوڑ کوئی مقابلہ نہیں تھا کیونکہ کوئی شخص پیغمبر سے مقابلہ نہیں کر سکتا یہ تو محض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دل بہلانے کے لیے تھا۔ پہلے چونکہ اُن کا جسم دبلا پتلا تھا اس لیے وہ تیز دوڑ سکتی تھیں۔ بعد میں اُن کا جسم فربہ ہونے کے باعث وہ زیادہ تیز نہ دوڑ سکتی تھیں۔ بہر حال اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں بیوی اس طرح کے اسپورٹس میں

ایک دوسرے سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر علما کی اصطلاح استعمال کی جائے تو یوں کہیں گے کہ خاوندوں کا اپنی بیویوں کے ساتھ مقابلہ دوڑ لگانا سنتِ رسول ﷺ ہے (34)۔

قرآن و حدیث میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں کہ جس کی بنا پر کھیلوں میں عورتوں کی شمولیت کو حرام قرار دیا جا سکے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اس کا واضح جواز ملتا ہے (35)۔ لیکن اس سلسلے میں چند باتوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

اولاً جہاں عورتیں کھیل رہی ہوں وہاں کوئی مرد موجود نہ ہو۔

ثانیاً لڑکیوں اور عورتوں کا لباس شریعتِ اسلامیہ میں موجود احکام کے منافی نہ ہو۔

ثالثاً عورتوں کے کھیلوں کی میڈیا کے ذریعے تشہیر نہ کی جائے۔

رابعاً خاوند اور اس کی اہلیہ رات کے اندھیرے میں یا ایسی جگہ پر جہاں کوئی اور شخص نہ ہو، آپس میں کسی کھیل میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ ہمارے بعض جدید ذہن رکھنے والے اسکالرز عورتوں کو مردوں کے سامنے کھیلنے اور پھر اُن کے کھیلوں کو ٹیلی وژن پر دکھانے یا اخبارات میں اُن کی تصاویر کی اشاعت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ رفیع اللہ شہاب نے حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غلط تشریح کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ حضرت عائشہ نے جو دوڑیں لگائی تھیں، دوسرے صحابہ کرام نے بھی دیکھا تھا (36)۔ شہاب صاحب کے اس قول کی تصدیق کسی روایت سے نہیں ہوتی۔ اسلام میں پردے پر بہت زور دیا گیا ہے کوئی مسلمان خاتون غیر مردوں کے سامنے بغیر اوڑھنی کے نہیں آسکتی۔ کھیلوں کے دوران چادر وغیرہ نہیں لی جا سکتی نیز جسم کے مختلف اعضا کی نمائش ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام عورتوں کے کھیلوں پر کوئی قدغن نہیں لگاتا اگر مذکورہ بالا باتوں کا خیال رکھا جائے۔

کھیلوں کا نظارہ کرنا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرماتی ہیں کہ عید

کے دن مسجد میں حبشی کھیل اور بازی کرتے تھے۔ رسول مقبول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو؟ میں نے کہا، ہاں چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہوئے اور دستِ مبارک بڑھا دیئے حتیٰ کہ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر رکھی اور اتنی نظارت اور سیر کی کہ آپ ﷺ نے کئی بار فرمایا کہ بس نہ کرو گی۔ میں نے کہا، نہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے، جس سے پانچ اجازتیں اور رخصتیں معلوم ہوئیں:

1. ایک یہ کہ کھیل اور لہو اور اس کے نظارت اور سیر اگر گاہ گاہ ہو تو حرام نہیں اور حبشیوں کا کھیل رقص و سرور تھا۔
2. دوسرے یہ کہ مسجد میں بازی کرتے تھے۔
3. تیسرے یہ کہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ جس وقت حضرت عائشہ کو وہاں لے گئے تو فرمایا "کھیل میں مشغول ہو" اور یہ حکم ہے تو جو چیز حرام ہوتی، اس کا آپ کیوں حکم فرماتے۔
4. چوتھے یہ کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے پہل کی اور فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو؟ اور فرمانا تقاضا ہے۔ یہ ویسا نہیں کہ دیکھتی ہوتی اور آپ ﷺ خاموش رہتے تو ممکن تھا کہ کوئی یہ کہتا کہ آپ ﷺ نے ان کو رنجیدہ کرنا نہ چاہا۔
5. پانچویں یہ کہ آپ ﷺ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دیر تک کھڑے رہے باوصف اس کے کہ نظارہ بازی آپ ﷺ کا کام نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور لڑکوں کی موافقت کے واسطے ایسے کام کرنا خلقِ نیک ہے تاکہ ان کا دل خوش ہو۔

حواشی

1. سید اسلم، ڈاکٹر۔ صحت سب کے لیے (اسلام آباد : مقتدرہ قومی زبان پاکستان، پطرس بخاری روڈ، جنوری ۱۹۹۹ء)۔ ص ۷۵
2. ایضاً
3. ایضاً، ص ۶۸
4. **The New Encyclopaedia Britannica, (Encyclopaedia Britanmica Inc. 15th edition, 1986) Vol 19, P. 28**
5. سید اسلم، ڈاکٹر۔ کتاب مذکورہ۔ ص ۶۷۔
6. آغا اشرف۔ ورزش اور صحت (لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ، س۔ن) ص ۸
7. سید اسلم، ڈاکٹر۔ کتاب مذکور۔ ص ۶۷، ۶۸
8. محمد فاروق، ڈاکٹر۔ اللہ آپ کو شفا دے (لاہور : تجلیقات، اکرم آرکیڈ ٹمپل روڈ، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۴۶
8. (الف)۔ ایم اے صوفی، ڈاکٹر' ڈاکٹر مسز اقبال صوفی۔ معاشرتی طب۔ کمیونٹی میڈیسن (لاہور ٹائمز میڈیکل پبلی کیشنز' بار دوم' س۔ن) حصہ اوّل' ص ۴۰۹
8. (ب)۔ ایضاً، ص ۳۰۷
9. صحیح مسلم۔ کتاب القدر۔ جلد ۵ ص ۵۲۰۔۵۲۱
10. **Sultan Shah, Sayyed. The Origin of Life and its Continuity, Ph.D.Thesis (Bahawalpur:Islamia University, 1997). Vol II, p.356**
11. امام غزالی۔ کیمیائے سعادت (نول کشور پریس' ۱۸۸۲ء) ص ۲۸۰
12. ابن قیم الجوزیہ، امام۔ طب نبوی ﷺ، مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور : فاروقی کتب خانہ، ۲۹۸۵) ص ۴۶۵
13. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۷ (اس مقالے کا بیشتر حصہ چودھویں آل

پاکستان سائنس کانفرنس انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں 10 مارچ ۱۹۷۳ء کو پڑھا گیا جو بعد میں مجلہ "قومی صحت" لاہور میں شائع ہوا۔ لاہور سے اِسے الگ کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔ بیروت (لبنان) کے ڈاکٹر احسان حقی پی ایچ ڈی نے اسے عربی کے قالب میں ڈھالا۔

14. اسد القادری، مولانا۔ سیرت الرسول ﷺ (کراچی: المعین لمیٹڈ محمود چیمبرز، زیر اہتمام حاجی مشتاق احمد فاروقی، ۱۹۸۱ء) جلد اول۔ ص ۵۵۹۔۵۶۱
15. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ستمبر ۱۹۸۷ء) ص ۲۹۴۔
16. حمودہ عبد العاطی، ڈاکٹر۔ اسلام ایک روشن حقیقت۔ مترجم شریف احمد خان (لاہور: فیس بکس اُردو بازار ستمبر ۱۹۸۹ء) ص ۲۱۶، ۲۱۷

اصل کتاب انگریزی زبان میں ہے جس کا نام **Islam in Focus** ہے۔

17. شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی۔ سیرت النبی ﷺ جلد دوم، ص ۳۱۰
18. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ستمبر ۱۹۸۷ء) ص ۲۹۵
19. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ۱۰۱، حدیث ۱۳۲
20. ملاحظہ ہوں ابواب "اِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ" اور "غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ"
21. شبلی نعمانی و سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبی ﷺ (کراچی: دارالاشاعت، اگست ۱۹۸۴ء) حصہ دوم۔ ص ۱۳۰
22. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ۱۲۲، حدیث ۱۶۰

علامہ جلال الدین سیوطی نے یہ حدیث بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے ملاحظہ ہو خصائص الکبریٰ، اُردو (لاہور: گنج شکر اکیڈمی) جلد دوم، ص ۱۲۱

23. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ۱۲۲، حدیث ۱۶۱
24. محمد حمید اللہ ڈاکٹر، کتاب مذکور۔ ص ۲۹۵
25. اسد القادری، مولانا۔ کتاب مذکور۔ ص ۵۶۳
26. شبلی نعمانی، علامہ۔ سیرۃ النبی ﷺ (کراچی: دارالاشاعت، اگست ۱۹۸۴ء) جلد اول، ص ۱۱۱
27. ملا معین واعظ الکاشفی۔ معارج النبوت، جلد دوم، ص ۱۳۶ / ماہنامہ نعت لاہور جلد ۴، شمارہ ۱۲،

دسمبر ۱۹۹۱ء (حضور ﷺ کا بچپن از سید محمد سلطان شاہ)

28. نعیم صدیقی۔ محسن انسانیت ﷺ، ص ۱۹۹، ۱۲۱

29. صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ۲۳، حدیث ۱۶۲

30. اسد القادری، کتاب مذکور، ص ۵۶۳

30. (الف)۔ مؤطا امام مالک، باب اَلتَّرْغِیْبُ فِي الصَّدَ قَةِ مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی، ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ ص ۶۹۵، ۶۹۶

31. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، کتاب مذکور، ص ۲۹۶

32. اُردو انسائیکلوپیڈیا (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، تیسرا ایڈیشن، جنوری ۱۹۸۳ء) ص ۱۰۲۵

33. سُنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، جلد دوم، ص ۲۸۷

34. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر۔ منصب حکومت اور مسلمان عورت (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۲۰۷

35. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر۔ عورتوں کے بارے میں قرآنی احکامات (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۵ء) ص ۱۴۳، ۱۴۴

36. ایضاً

37. عطاء اللہ پالوی۔ قرآن اور فنونِ لطیفہ (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، اپریل ۱۹۹۴ء) ص ۱۶۲، ۱۶۳

باب پنجم

مردم شماری........ تعمیلِ ارشادِ مصطفیٰ ﷺ

تمام دنیا کے مہذب ممالک میں ہر دس سال کے بعد مردم شماری ہوتی ہے تاکہ اس کے ذریعے آبادی اور وسائل میں توازن رکھا جاسکے۔ شاید مردم شماری کو جدید دنیا کی ایجاد سمجھا جاتا ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کا آغاز اللہ کے پیغمبروں نے اس کے ہی حکم سے کیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد مسلم اُمہ کی مردم شماری کرائی جیسا کہ امام بخاری نے کِتَابُ الجِهَادِ وَ السِّیَرِ کے باب کِتَابَةِ الإمَامِ النَّاسِ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْ الِيْ مِنْ تَلَفَّظَ بالاِسْلَامَ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا لَهٗ اَلْفًاوَّ خَمْسَمِا ئَةِ رَجُلٍ (1)۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں میں جس نے اسلام کا کلمہ پڑھا ہو اس کا نام لکھو۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے نام لکھے تو ایک ہزار پانچ سو مرد ہوئے۔

اُس زمانے میں مسلمانوں کو اپنی تعداد کا علم ہوا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائے۔ مسلمان کہنے لگے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہوگئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر ہے ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر

طرف سے دشمن کا خوف لگا رہتا تھا۔

بخاری شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ پانچ سو مرد ہوئے جبکہ ابو معاویہ کی روایت کے مطابق چھ سو سے سات سو تک (2)۔ امام مسلم نے کتاب الایمان کے بَابُ جَوَازِ الأِسۡتِسۡرَارِ بالاِیۡمَانِ لِلۡخَائفِ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

فَقَالَ اَحۡصُوا لِیۡ کَمۡ یَلۡفِظُ الاِسۡلاَمَ

رسول ﷺ نے فرمایا "گنو، کتنے آدمی اسلام کے قائل ہیں؟ راوی کے مطابق ہم (مسلمان) چھ سو سے سات سو تک ہوئے (3)۔

امام نووی نے ان تمام روایات میں تطبیق کرتے ہوئے اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ عورتیں بچے سب ملا کر ایک ہزار پانچ سو ہوں گے اور مرد چھ سو' سات سو ہوں گے اور لڑنے کے قابل پانچ سو ہوں گے (4)۔

ڈاکٹر صبحی صالح عالم اسلام کی اس پہلی مردم شماری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال حکم دیا تھا کہ مردم شماری کی جائے اور مدینہ کے مسلمان مردوں' عورتوں اور بچوں کو شمار کیا جائے۔ صحیح بخاری کی روایت "باب کتابۃ الامام للناس" اس ضمن میں واضح ہے کہ مردم شماری کا ریکارڈ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے فرمایا "لوگوں میں سے اپنی زبان سے جو شخص اسلام کا اقرار کرتا ہے اس کا نام لکھ لو۔ تعمیلِ ارشاد میں ہم نے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھے" (5)۔

لیکن ڈاکٹر ایم ایس ناز بخاری شریف کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا تھا' اس لیے محدثین نے مختلف رائے ظاہر کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ غالباً یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا' جب صحابہ جنگ اُحد کے لیے جا رہے تھے۔ ابن تین کے نزدیک یہ حکم غزوہ خندق میں

دیا گیا تھا اوُدی کے نزدیک یہ حدیبیہ کے زمانے کاواقعہ ہے"(6)۔

یہاں اس کا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ مختلف غزوات و سرایا کے لیے مجاہدین کے اسما باقاعدہ لکھے جاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص آنحضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) میرا نام فلاں فلاں جہاد میں جانے کے لیے لکھا گیا ہے لیکن میری جورو حج کو جارہی ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تو لوٹ جا اور اپنی جورو کے ساتھ (پہلے) حج کر(7)۔ اگر حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے لیے جانے والوں کی اسم نویسی کو رواج نہ دیا ہوتا تو آج ہمیں مختلف غزوات و سرایا میں شرکت کرنے والوں اور جامِ شہادت نوش کر جانے والوں کی تفصیلات نہ مل سکتیں۔ مردم شماری کو انگریزی زبان میں سینس (Census) کہا جاتا ہے جو دراصل لاطینی لفظ ہے۔ اگر مردم شماری کی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہمیں توریت (Bible) کے عہد نامہ عتیق (Old Testaments) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس مردم شماری کا پتا چلتا ہے جو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جس کا ذکر صحیفہ "گِنتی" (The Book of Numbers) میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

On the first day of the second month, in the second year after Israel's migration from Egypt, the LORD spoke with Moses in the wilderness of Sinai as he was in the meeting- tent saying, "Take a census of entire assembly of the people of Israel, according to their families and clans, name by name; and get a record of every male".(8)

(بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکل آنے کے دوسرے برس کے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کو سینا کے بیابان میں خداوند نے خیمۂ اجتماع میں موسیٰ سے کہا۔ تم ایک ایک مرد کا نام لے لے کر گنو اور ان کے ناموں کی تعداد سے بنی اسرائیل کی ساری جماعت کی مردم شماری کا حساب ان کے قبیلوں اور آبائی خاندانوں کے مطابق کرو (9)۔

قدیم رومن حکومت عوام کے متعلق ریکارڈ رکھتی تھی جس میں ہر شخص کے خاندان'

اولاد' غلام اور ملازمین کے متعلق پوری واقفیت درج ہوتی تھی۔ اس لیے مردم شماری کی ایجاد کا سہرا رومیوں کے سر باندھا جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی قیصر اگسٹس شہنشاہ روم کے حکم سے ایک مردم شماری ہوئی تھی اور اسی مردم شماری کے فرمان کی تعمیل میں یوسف نجار اور حضرت مریم کوائف درج کرانے کے لیے اپنے اصلی وطن "بیت اللحم" میں مقیم تھے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن یہ ظاہر ہے کہ گنتی کی کتاب اس سے قریباً ہزار سال پہلے لکھی گئی تھی اور وہ سر تاپا مردم شماری کی داستان ہے جس میں اس وقت کے حالات درج ہیں (10)۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردم شماری اُلوہی حکم کی تعمیل کا نام ہے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مردم شماری کرائی۔ موجودہ اسلامی دنیا کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی افرادی قوت کے صحیح اعداد و شمار کا ریکارڈ رکھے اور اپنے وسائل سے صحیح منصوبہ بندی کے ذریعے بھرپور استفادہ کریں۔

حواشی

1. صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔باب ۲۲۴' حدیث ۳۰۳
2. ایضاً۔ حدیث ۳۰۴
3. صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔باب جواز الاستسرار بالایمان للخائف
4. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی۔ مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور : خالد احسان پبلشرز' اپریل ۱۹۸۱ء) ج ۱ : ص ۲۴۷
5. صبحی صالح' ڈاکٹر۔ علوم الحدیث مترجم پروفیسر غلام احمد حریری (فیصل آباد : ملک سنز پبلشرز کارخانہ بازار' مئی ۱۹۷۸ء ص ۳۳' ۳۴
6. ایم ایس ناز' ڈاکٹر۔ انسائیکلوپیڈیا اصحاب النبی ﷺ (لاہور : مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ' ۱۹۹۰ء) ص ۱۵۷
7. صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔باب ۲۲۴' حدیث ۳۰۵

8. The Book of Numbers 1:1-2, The Holy Bible (The Gideons International,1992) p.102

9. گنتی۔باب اول : ۱۔ ۲/کتاب مقدس (لاہور : بائبل سوسائٹی 93/95 سیریز) ص ۱۴۳
10. اردو انسائیکلوپیڈیا۔ (لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ تیسرا ایڈیشن' جنوری ۱۹۸۴ء ص ۹۲۰

باب ششم

تحفّظِ جنگلی حیات سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

جنگلی حیات کا تحفظ دور حاضر کا ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے اور اقوام عالم مختلف قسم کی انواع یات کو معدوم ہونے (Extinct) سے بچانے کے لیے طرح طرح کی کوششوں میں مصرف میں۔ انسائیکلوپیڈیا آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں تحفظ جنگلی حیات (Wild life conservation) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

The science and art of making decisions and taking actions to manipulate the structure, dynamics and relations of wild animal population, habitats and wildlife resource. (1)

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مطابق تحفظِ جنگلی حیات سے مراد یہ ہے کہ جنگلی حیوانات و نباتات کو اس انداز سے باضابطہ بنانا کہ بطور قدرتی ذریعہ ان کا تسلسل قائم رہے۔

(It is) the regulation of wild animals and plants in such a way as to provide for their continuance as a natural resource .(2)

زاہد بیگ مرزا کے مطابق کسی نوع کے تحفظ کی ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ تعداد میں کم ہو جائے۔ لہٰذا اُس نوع کی تعداد اور وسعت کا علم ہونا اور ان وجوہ کو جاننا جس سے اس کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہو' اس نوع کے تحفظ کے لیے بہت اہم ہے (3)۔ جنگلی حیات کے تحفظ و انتظام کے ماہرین مندرجہ ذیل تین طریقوں سے جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے کوشاں ہیں۔

1. گیم ریزرو (Game Resesve)

یہ وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں چند سالوں کے لیے کسی خاص پرندے یا حیوان کا شکار مکمل طور پر بند کر دیا جاتا ہے اور پھر صرف پرمٹ پر ایک خاص تعداد میں ان کو مارنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ عام طور پر گیم ریزرو اہم شخصیتوں کو زیادہ تعداد میں شکار مہیا کرنے کے لیے بنائی جاتی ہیں جہاں عام آدمی کو شکار کا پرمٹ نہیں دیا جاتا (4)۔

2. گیم سنکچری (Game Sanctuary)

یہ وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں ہر قسم کا شکار ایک خاص مدت کے لیے بند ہوتا کہ پرندوں اور دیگر جنگلی حیوانات کی تعداد میں اضافہ ہو اور وہ سنکچری کے حلقے سے باہر اپنی تعداد میں اضافے کی وجہ سے دوسرے علاقوں سے سنکچری میں آبسیں۔ عام طور پر گیم سنکچری کے ملحقہ گیم ریزرو میں ملحق گیم ریزرو بھی بنا دی جاتی ہے تاکہ جب گیم سنکچری میں شکار کی تعداد میں اضافہ ہو تو وہ بھی اپنی تعداد بڑھا لیں اور اس گیم ریزرو میں شکار کیا جا سکے (5)۔

3. نیشنل پارک (National Park)

کسی علاقے کو مع اس کی جنگلی حیات کے محفوظ کر کے سیاحت، علم و سائنس کی تحقیق اور تفریح کے لیے مخصوص کر کے نیشنل پارک کا نام دیے دیا جاتا ہے۔ نیشنل پارک بنیادی طور پر قدرتی علاقہ ہوتے ہیں لور ہونا چاہئیں جو انسان اور حیوانات کے اشغال کے لیے مخصوص ہوں اور ان کا انتظام اسی مقصد کے حصول کے لیے ہو اگرچہ نیشنل پارک میں قدرتی ماحول فراہم کیا جاتا ہے لیکن انسان اس میں مداخلت کا اہل ہے۔ اس لیے سیاحت کا

انتظام اس طریقہ سے ہونا لازم ہے کہ قدرتی ماحول محفوظ رہے۔ نیشنل پارک کا بنیادی مقصد قدرتی مناظر، تاریخی نشانیوں، وہاں کی نباتات اور جنگلی حیات کو تحفظ دینے کا ہے۔ اس سے انسان کے لطف اندوز ہونے کے آداب ایسے ہوں کے قدرتی ماحول کو برقرار رکھنے میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہو تاکہ آئندہ نسلیں بھی اسی طرح سے لطف اندوز ہوتی رہیں اور جن خصوصیات کی بنا پر وہ علاقہ نیشنل پارک قرار دیا گیا تھا، وہ خصوصیات برقرار رہیں(6)۔

اگر ہم تحفّظِ جنگلی حیات کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ اس کی ابتدائی شکل وہ پابندیاں اور کنٹرول تھا جو شکار، ماہی گیری اور جانوروں کو پھندے کے ذریعے پکڑنے کو باضابطہ بنانے کے لیے عائد کیا جاتا ہے تھا۔ خاص طور پر شکار پر نسل کشی کے موسم میں پابندی بہت مفید تھی(7)۔ آج بھی محکمہ ماہی پروری **(Fisheries Department)** مچھلی کی قدرتی افزائش نسل **(Natural Spawning)** کے مہینوں میں اس کا شکار پر پابندی کے قانون پر سختی سے عمل کراتا ہے تاکہ مچھلی کی پیداوار میں کمی واقع نہ ہو(8)۔

بنی اسرائیل کو بھی چھ دن مچھلی کا شکار کرنے کی اجازت تھی اور ساتویں دن یعنی ہفتہ کو ان کے لیے شکار حرام تھا۔ کتاب مقدس کے عہد نامہ عتیق کے مطابق چھ دن کام کرنے کے لیے اور ہفتہ **(Sabbath)** اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرام کا دن مقرر کیا گیا اور اس دن کو انہیں آگ تک جلانے کی اجازت نہ تھی(9)۔ اس طرح سب سے پہلے شکار پر پابندی کا حکم بنی اسرائیل کو دیا گیا لیکن انہوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کرنے کے لیے حیلے تلاش کرنے شروع کر دیے۔ چونکہ بنی اسرائیل پر ہفتہ کے دن شکار حرام تھا انہوں نے اس حیلہ سے مچھلیوں کا شکار کیا کہ دریا کے کنارے غار کھودے تاکہ ہفتہ کے دن مچھلیاں ان میں آ جائیں(10)۔ قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سبت کے قانون کے نافرمانی کرنے والوں کو "قِرَدَةً خٰسِئِينَ" (پھٹکارے ہوئے بندر) بن جانے کا حکم دے دیا(11)۔ اس سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ ممنوعہ ایام یا موسم میں جنگلی حیات، جس سے فائدہ حاصل کرنا قانونِ خداوندی کے تحت جائز بھی ہے، کا شکار کرنے والوں کو سزا دی جا سکتی ہے۔ آج

(Conservation of Nature) کے حامی ممالک اور اقوام ایسے قوانین بنا رہے ہیں حالانکہ اس کی سب سے پہلے سزا خود اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے بنی اسرائیل کو دی تھی۔

قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی نگاہوں میں حیوانی زندگی کی بھی وہی قدر ہے جو انسانی حیات کی ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور انہیں کوئی زمین پر چلنے والا (جانور) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر وہ تمہاری مانند اُمتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو نظر انداز نہیں کیا" (12)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جانور بھی ہماری مثل ہے۔

سیّد امیر علی نے اپنی معروف تصنیف (Spirit of Islam) (روح اسلام) میں لکھا ہے کہ عالم عیسائیت نے کہیں صدیوں میں جاکر حیوانی مخلوق کے بارے میں احساس فرض اپنے اندر بیدار کیا ہوا ہو، رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے پر اثر الفاظ میں اس فرض کا اعلان کیا جو انسان پر اپنے بے زبان اور بے بس خدمت گذاروں کے بارے میں عائد ہے (13)۔ اسلام ایسا دن جس میں حدودِ حرم سے باہر شکار کرنا مباح ہے اور اجماعِ امت بھی اِسی پر ہے۔ البتہ امام مالک علیہ الرحمہ کے مسلک کی ایک کتاب "رسالہ ابن ابو زید" میں لکھا ہے کہ محض لہو ولعب کی خاطر شکار کرنا مکروہ ہے اور لہو ولعب کے قصد وارادے کے بغیر مباح ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے بنفس خود کبھی شکار کیا ہو لیکن یہ ثابت ہے کہ اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کسی نے شکار کیا تو آپ ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا (14)۔ امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک خرگوش پکڑا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس کو کاٹا اور اس کی رانیں اور سیرین کا گوشت آنحضرت ﷺ کو تحفہ میں بھیجا جسے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قبول فرمایا (15)۔ اِس کے علاوہ کئی اور احادیثِ مبارکہ بھی شکار کے جائز ہونے کی دلالت کرتی ہیں۔

حضُور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں کسی حلال جانور یا پرندے کو کھانے

کے لیے شکار کرنا جائز ضرور ہے لیکن اس کو گوشت وغیرہ کی ضرورت کے علاوہ محض لہو و لعب کے ارادے سے مار کر پھینک دینا جائز نہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی ''کِتَابُ الصَّیْدِ وَالذَّبَائِح'' میں مسند احمد، نسائی اور دارمی کے حوالے یہ حدیث پاک نقل کی گئی ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ میں انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اگر کوئی شخص کسی چڑیا یا اس سے چھوٹے بڑے کسی جانور و پرندہ کو ناحق مار ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس (ناحق مارنے) کے بارے میں بازپُرس کرے گا۔'' عرض کیا گیا۔ ''یا رسول اللہ (ﷺ)! اس (چڑیا وغیرہ) کا کیا حق ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ کہ اس کو ذبح کیا جائے (کسی اور طرح اس کی جان نہ ماری جائے) اور پھر اِس کو کھایا جائے یہ نہیں کہ اِس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے'' (16)۔ اس حدیثِ مبارکہ کی شرح علاّمہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے بڑی تفصیل سے رقم کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق خدا کی اِس وسیع کائنات میں ہر جاندار اپنی جان کی حفاظت کا حق رکھتا ہے خواہ وہ اشرف المخلوقات انسان ہو یا حیوان، جس طرح کسی انسان کی جان کو ناحق مارنا شریعت کی نظر میں بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے اسی طرح کسی حیوان کی جان ناحق ختم کرنا بھی ایک انتہائی غیر مناسب فعل اور انتہائی بے رحمی کی بات ہے۔

اگر قادرِ مطلق نے انسان کو طاقت و قوت عطا کر کے حیوانات پر تسلط و اختیار عطا کیا ہے تو اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی اس طاقت اور اپنے اِس اختیار کے بل پر محض اپنا شوق پورا کرنے کے لیے یا محض تفریحِ طبع کی خاطر بے زبان جانوروں کو اپنا تختہ مشق بنائے اور ان کی جانوں کو کھلونا بنا کر اِن کو ناحق مارتا رہے۔

جس جانور کے گوشت کو حق تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال قرار دیا ہے اگر وہ اس جانور کو بطور شکار مار کر یا اس کو ذبح کر کے اِس کا گوشت کھاتا ہے اور اِس سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے اختیار کا جائز استعمال کرتا ہے اور اگر محض لہو و لعب اور تفریحِ طبع کے لیے اِس جانور کی

جان ناحق یعنی بلا فائدہ ختم کرتا ہے اور اس کے گوشت وغیرہ سے کوئی نفع حاصل کیے بغیر اس کو مار کر پھینک دیتا ہے تو اِس طرح نہ صرف وہ اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرتا ہے بلکہ ایک جاندار پر ظلم کرنے والے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس لیے حدیث میں ایسے شخص کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تمہارا یہ فعل (یعنی جانوروں اور پرندوں کو ناحق مارنا) بارگاہ احکم الحاکمین میں قابل مواخذہ ہے اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے اس بارے میں سخت بازپرس کرے گا اور تمہیں عتاب و عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ابنِ ملکؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کسی جانور کو کھانے کے مقصد کے علاوہ ذبح کرنا یا کسی اور طرح اِس کی جان مارنا مکروہ ہے لیکن دوسرے علماء لکھتے ہیں کہ یہ کراہت بھی تحریمی ہے اس لیے آنحضرت ﷺ نے اِن جانوروں کی جان مارنے سے منع فرمایا ہے جو کھائے نہیں جاتے یا جن کا کھانا حلال نہیں ہے (17)۔ حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ تُصْبَرَ بَهِیْمَةٌ اَوْ غَیْرُهَا لِلْقَتْلِ (18)۔

میں نے آنحضرت ﷺ سے سُنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کوئی جانور چوپایہ وغیرہ قتل کے لیے باندھا نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یحییٰ بن سعید بن عاص کے پاس گئے۔ اس وقت اُن کا ایک بیٹا ایک مرغی کو باندھے ہوئے اس کو تیروں کا نشانہ بنا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر اس مرغی کو کھول دیا پھر اس مرغی کو لے کر مع اس لڑکے یحییٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنے لڑکے کو اس طرح جانور باندھ کر مارنے سے منع کرو (19)۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی جو جانور کا مثلہ کرے (20)۔

حدیث کے اکثر اماموں نے مختلف طریقوں سے جن سے ایک دوسرے کو تقویت

حاصل ہوتی ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ایک صحرا میں تھے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہاتف کو تین دفعہ یا رسول اللہ (ﷺ) کہتے سُنا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک ہرنی کمرے میں بندھی ہوئی ہے اور ایک بدو چادر اوڑھے دھوپ میں سو رہا ہے۔ ہرنی سے پوچھا، "مجھ سے تیرا کیا کام ہے؟" کہنے لگی۔ "اس بدو نے مجھے پھانس لیا ہے اور اِس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے آزاد کیجئے تاکہ میں انہیں دودھ پلاؤں اور پھر لوٹ آؤں"۔ دریافت فرمایا "کیا تو وعدہ کرے گی۔ کہنے لگی "خدا! مجھے عشر جمع کرنے والوں کا سا عذاب دے اگر میں واپس نہ آؤ۔ آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا، وہ گئی، واپس آگئی اور آپ علیہ السلام نے اسے باندھ دیا۔ بدو جاگ اُٹھا، پوچھا "یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" فرمایا "اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ اُس نے تعمیل کی، ہرنی خوشی سے بھاگتی جاتی تھی اور پاؤں زمین پر مارتے ہوئے کلمۂ شہادت پڑھتی جاتی تھی۔ یہ واقعہ ابو الفضل قاضی عیاض (21) نے الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ" میں اور امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی (22) نے "الانوار المحمدیہ ﷺ" میں نقل کیا ہے۔

ایسی یہ ایک روایت حضرت زید بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ سے حضرت العلام نور الدین عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ نے "شواہد النبوّۃ" میں نقل فرمائی ہے جس کے مطابق حضور علیہ السلام مدینہ منورہ کی گلیوں سے ہوتے ہوئے اچانک ایک اعرابی کے خیمہ میں پہنچے جہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جب اعرابی آیا جو پانی کا مشکیزہ بھرنے گیا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے ہرنی خریدی اور اسے آزاد کر دیا (23)۔ حضرت عامر الرامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک ایک شخص آیا جس پر ایک کملی تھی جسے اُس نے لپیٹ رکھا تھا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)! میں درختوں کے ایک جھنڈ میں سے گذرا تو میں نے وہاں کسی پرندے کے بچوں کی آواز سُنی۔ میں نے ان بچوں کو لے لیا اور اِن کو اپنی کملی میں رکھ لیا۔ پھر ان کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر کاٹنے لگی۔ میں نے اس کے سامنے ان بچوں کو کھول دیا وہ اِن پر گر پڑی۔ میں نے اِن

سب کو اپنی کملی میں لپیٹ لیا اور وہ سب میرے پاس ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ان کو رکھ دو"۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اِن سب کو رکھ دیا اور اِن کی ماں نے اِن کا ساتھ نہ چھوڑا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُسے وہیں رکھ آنے کا حکم صادر فرمایا جہاں سے انہیں سے لایا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کی گئی (24)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک لال مادہ دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اِس کے بچوں کو پکڑ لیا۔ وہ لال مادہ اپنے بچوں پر بچھی جاتی تھی۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا اسے کس نے بچوں کی طرف سے دُکھ دیا ہے، اِس کے بچے اسے واپس کر دو (25)۔

ایک مرتبہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوج کے ہمراہ جاتے ہوئے ایک کتیا کو دیکھا جس کے بچے ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ایک سپاہی کو کُتیا کے پاس کھڑا کر دیا، اُسے حکم دیا گیا کہ وہ ساری فوج گذرنے تک کُتیا کے پاس کھڑا رہے اور کسی کو اِسے پریشان نہ کرنے دے (26)۔ ہمام بن منبہ تلمیذِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے "صحیفہ ہمام بن منبہ" میں یہ روایت نقل کی ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے کہ حضور سیدِ انس و جاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت تھی جو اپنی بلی کی وجہ سے دوزخ میں گئی۔ چنانچہ نہ تو وہ اس کو کھانا کھلاتی تھی اور نہ ہی چھوڑ دیتی تھی کہ وہ خود ہی زمین کے کیڑے مکوڑے، پرندے پکڑ کر کھالے، یہاں تک کہ وہ بلی فاقے کر کے مر گئی (27)۔ اس حدیث پاک میں پرندوں کو پالنے والوں اور انہیں پنجروں میں بند کر کے رکھنے والی کے لیے نصیحت ہے کہ وہ پالتو جانوروں یا پرندوں کو اُن کو خوراک بروقت مہیا کریں یا پھر انہیں آزاد کر دیں۔ اگر انہیں بھوکا قید رکھا تو عذاب کے مستوجب ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک دن حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لوگ بہت سی چڑیاں ذبح کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا!

"اے فلاں! تمہیں کچھ پتا ہے یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں ؟" جب راوی نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا" یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور آج کی روزی طلب نہیں کرتیں"۔(28)۔

ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرنی آکر آپ کے پاس کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر زور سے چیخنے لگی کیونکہ اس کا بچہ ایک قریشی نے اٹھالیا تھا آپ نے اس سے بچہ لانے کے لیے کہا، جب وہ بچہ لے آیا تو اُس نے ہرنی کا دودھ پیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس قریش سے کہا کہ وہ ہرنی کا بچہ چھوڑ دے۔ اس طرح آپ نے ہرنی اور اُس کے بچے کو آزادی دلوادی (29)۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مینڈک کو قتل کرے اُس پر ایک بکری ہے خواہ وہ (مارنے والا) محرم ہو یا حلال (30) ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں اور ابو داؤد اپنی سُنن میں اس طرح نسائی اور حاکم، عبدالرحمٰن بن عثمان سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ ایک طبیب نے آنحضرت ﷺ سے دوا میں مینڈک کے استعمال کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ (ﷺ) نے اُس کو اس کے قتل سے روکا (31)۔

اگر ہم تحفظِ جنگلی حیات کے سلسلہ میں موجودہ دور کی متمدن تہذیب کی کاوشوں کا جائزہ لیں تو ہمیں مندرجہ ذیل تین اقدامات کا پتا چلتا ہے۔

الف) کچھ علاقوں میں کچھ لوگوں کو شکار کی اجازت ہوتی ہے جن کو پرمٹ دیا جاتا ہے۔ دیگر لوگ اس علاقے میں شکار نہیں کر سکتے۔ اِسے وائلڈ لائف کا محکمہ گیم ریزرو کا نام دیتا ہے۔

ب) ایسے علاقے جہاں زیادہ شکار کرنے سے جنگلی حیات کی بعض انواع کے معدوم یا کم ہونے کا خطرہ ہو، وہاں شکار قطعی طور پر بند کر دیا جاتا ہے جسے گیم سنکچری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ج) بعض علاقوں میں قدرتی مناظر، تاریخی نشانیوں، وہاں کی نباتات اور جنگلی حیات کو تحفظ دینے کے لیے نیشنل پارک بنا دیئے جاتے ہیں۔

جنگلی حیات کے تحفظ کے مختلف اقدامات ایسے علاقوں میں ناگزیز ہو جاتے ہیں جہاں لوگوں کی بہت زیادہ تعداد کا آنا جانا ہو۔ لہٰذا اِسی بات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اسلام نے بعض ایسی پابندیاں لگائیں ہیں جس سے جنگلی حیات کا تحفظ ہو سکے۔ چونکہ دُنیا بھر کے انسان حج اور عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر کرتے ہیں اس لیے قرآن وسُنت میں کچھ ایسے ضابطے مقرر کر دیے گئے ہیں جس سے حرمین شریفین اور ان کی طرف جانے والے راستوں پر مناظر فطرت، عالم بناتات وحیوانات کے توازن کو بگاڑا نہ جا سکے۔ اِس سلسلے میں اسلام درج ذیل پابندیاں عائد کر دیں۔

1. محرم (جس نے احرام باندھ رکھا ہو) شکار نہیں کرے گا اِس کے علاوہ بھی اُسے کچھ پابندیوں کا احترام کرنا پڑے گا۔
2. مکہ مکرمہ اور اس کے گرد ونواح میں میلوں علاقے کو حرم مقرر کیا گیا۔
3. حضور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مدینہ طیبہ کو بھی مثلِ مکہ حرم مقرر کر دیا۔

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت

مکّہ مکرّمہ کی طرف حج وعمرہ کی نیت سے جانے والے لوگوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک مخصوص لباس زیب تن کریں جسے احرام کہا جاتا ہے۔ مکہ معظمہ کی جانب جانے والوں راستوں پر ایسے مخصوص مقامات ہیں جہاں پر احرام باندھنا ضروری ہے۔ اصطلاح میں ایسے مقام کو میقات کہا جاتا ہے۔ شام سے آنے والوں کے لیے **جحفہ**، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف سفر کرنے والوں کے لیے **ذوالحلیفہ**، نجد والوں کے لیے قرن، ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ سے بحری سفر کرنے والوں کے لیے یلملم، عراق والوں کے لیے ذات العرق اور طائف سے آنے والوں کے لیے قرن المنازل کو میقات مقرر کیا گیا ہے۔

بیت اللہ شریف کی زیارت کی نیت سے مکہ مکرمہ کی جانب عازمِ سفر ہونے والا ہر شخص جب احرام باندھ لیتا ہے تو حلال جانوروں کا شکار بھی اُس کے لیے حلال نہیں رہتا، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلاَّ مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (32)۔

حلال کیے گئے ہیں تمہارے لیے بے زبان جانور سوائے ان کے جن کا حکم تمہیں (آگے) پڑھ کر سنایا جائے گا۔ شکار کو حلال نہ سمجھو جب تم احرام باندھے ہو۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (33)

اے ایمان والو! نہ مارو شکار کو جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

اِن آیات سے واضح ہوتا ہے کہ حالتِ احرام میں شکار جائز نہیں ہے۔ چنانچہ عمرہ و حج کے ارادے سے سفر کرنے والے مسافر احرام باندھ لینے کے بعد دیگر پابندیوں کے علاوہ شکار سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔

حرمتِ مکہّ مکرّمہ

قرآن پاک میں حرمِ مکہ کا ذکر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے یُوں فرمایا۔

اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا (34)۔

کیا ایسا نہیں دیا ہم نے انہیں حرم میں جو امن والا ہے

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا (35)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنایا

حرم وہ علاقہ ہے جو مکہ مکرّمہ کو چاروں اطراف سے محیط ہے اور بمنزلہ بیت اللہ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محدود علاقہ کو بھی عظمت و حرمت اور فضیلت و منقبت میں مکہ مکرّمہ کے برابر قرار دیا ہے۔

حدِ حرم مدینہ منورہ کے راستہ سے "تنعیم" ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے تین میل ہے۔ یمن کے راستے سے "اضاۃ لبن" ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے سات میل ہے اور عراق کے راستے سے "ثینہ خل" ہے جو مکہ مکرمہ سے نو میل ہے جعرانہ کے راستے سے "شعب آل عبد اللہ" ہے جو مکہ مکرمہ سے نو میل ہے' طائف کے راستے "عرنہ" ہے جو مکہ مکرمہ سے سات میل ہے اور جدّہ کے راستے سے "حدیبیہ" ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے دس میل ہے۔ ان مقامات پر حدِ حرم کے نشانات اور علامات نصب کیے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے حدودِ حرم حضرت آدم علیہ السلام نے قائم کی پھر طوفانِ نوح کی وجہ سے یہ حدود قائم نہ رہی اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی خبر کے موافق ان نشانات کو قائم کیا۔ پھر نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فتح مکہ کے بعد حد بندی کرائی اور علامات حرم مقرر کیں۔ اس کے بعد خلفا اور سلاطین ان نشانات اور علامات کی تجدید اور نگرانی کرتے رہے (36)۔

صحیح مسلم شریف کی "کِتَابُ الحَجّ" کے "بابُ تَحرِیمُ صَیْدِ مَکَّۃَ وَغَیرِہ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا اُس دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک نہ اس (شہر) کا کانٹا اکھاڑا جائے اور نہ اِس کا شکار بھگایا جائے...... اور نہ اس کی ہری گھاس اکھاڑی جائے" ابو شُرَیح عَدَوی کی روایت میں ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کہ اس (مکہ مکرمہ) میں درخت کاٹے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اس کا شکار نہ بھگایا جائے اور اس کا کانٹا توڑا نہ جائے (37)۔

حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن حضور نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

ان مکّۃ حرمها اللّٰہ ولم یحرمها النّاس ولیبلغ الشاهد الغائب (38)۔

مکہ حرم ہے اور لوگ اسے حرم نہیں سمجھتے۔ جو موجود ہے اُسے غیر موجود تک پہنچا دینا چاہیے۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حدودِ حرم میں درج ذیل اُمور ممنوع ہیں۔

١. شکار کرنا یا اُسے بھگانا

٢. درخت کاٹنا

٣. ہری گھاس کو تلف کرنا

٤. درختوں یا جھاڑیوں وغیرہ کے کسی حصے کو کاٹنا۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ آج جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے بھی گیم سنچری یا نیشنل پارک میں انہی اُمور پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔

چونکہ پودے (Plants) کسی بھی مسکن (Habitat) میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور غیر نامیاتی مرکبات (Organic substances) تیار کرتے ہیں جنہیں جانور (Animals) بطور خوراک استعمال کرتے ہیں۔ نیز فضا میں آکسیجن (Oxygen) چھوڑتے ہیں جو تمام جانوروں کے عملِ تنفس (Respiration) میں استعمال ہوتی ہے۔ اِسی لیے پودوں کو حیاتیات (Biology) میں (Producers) کہا جاتا ہے۔ جو جانور پودے کھا کر گزارہ کرتے ہیں انہیں صارف (Consumers) کہتے ہیں۔ علم حیوانات بالواسطہ یا بلاواسطہ پودوں کی تیار کردہ خورات پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ کسی علاقہ میں پائے جانے والے جانوروں کا تحفظ چاہتے ہیں تو وہاں کی نباتاتی حیات کا پہلے تحفظ لازمی ہے۔ چنانچہ اسلام نے حدودِ حرم میں ہر قسم کی جنگلی حیات (نباتات و حیوانات) کو کسی طرح بھی نقصان پہنچانے پر پابندی عائد کر دی کیونکہ وہاں انسانوں کی کثیر تعداد میں حج و عمرہ کے لیے جانا ہوتا ہے۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو حدودِ حرم میں انسان کے علاوہ زندگی کی دیگر انواع کب کی ختم ہو چکی ہوتیں۔ انگریزی زبان میں حرم کو (Sanctuary) کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ عہد کے جنگلی حیات (Wildlife) کے ماہرین سے چودہ صدیاں قبل حضور اکرم ﷺ نے گیم سنچری کا تصور دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس پر عمل کرایا۔

مکہ معظمہ میں جنگلی حیات کا وجود ناپید نہیں۔ پیر غلام دستگیر نامی نے "تاریخ مکہ معظمہ" میں لکھا ہے "شہر میں کبوتر بکثرت اور چڑیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں، کتے بکثرت ہیں"(39) شکار کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے رقم کیا ہے کہ حرم مکی میں کسی جانور کو مارنے کی اجازت نہیں۔ وہاں کبوتر جو نبی وصدیق اکبر (ﷺ و رضی اللہ عنہ) کی چھپنے کی جگہ غارِ ثور کے دہانہ پر انڈے دینے والے کبوتروں کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں قابلِ رشک زندگی بسر کرتے ہیں، نہ شکاری کا خوف ہے نہ صیاد کا ڈر، کوئی شخص ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا۔ آزادی اور امان نے ان جنگلیوں کی وحشت دور کر کے ان کو انسانوں سے مانوس کر دیا ہے اور ان کی آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں کہ انسان جانور کو کس طرح مارتا ہے وہ آزادی میں پیدا ہوئے اور بے فکری میں پلے ہیں(40)۔

حرمتِ مدینہ طیبہ

حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کو بھی مثلِ مکہ حرم مقرر فرمایا۔ اِس سلسلے میں کتبِ احادیث میں متعدد احادیث موجود ہیں۔

صحیح مسلم شریف کی کتاب الحج کے "بَابُ فَضْلِ الْمَدِیْنَۃِ" میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ حرم مقرر کیا اور اس کے لوگوں کے لیے دُعا کی اور میں نے مدینہ کو حرام کیا جیسے ابراہیم نے مکہ کو حرام کیا" (41)۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَ اِنِّی اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَا بَتَیْهَا یُرِیْدُ الْمَدِیْنَۃَ(42)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں دونوں کالے پتھروں

والے میدانوں کے بیچ میں حرم قرار دیتا ہوں مراد آپ ﷺ کی مدینہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم مقرر کیا اور میں مدینہ کو حرم مقرر کرتا ہوں دونوں کالے پتھر والے میدانوں کے بیچ میں (جو مدینہ منور کے دونوں طرف واقع ہیں) اس لیے کوئی کانٹے دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ ہی کوئی جانور شکار کیا جائے (43)۔

صالح مولیٰ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد نے چند غلام دیکھے جو مدینہ کے غلاموں میں سے تھے مدینہ کا درخت کاٹ رہے ہیں اس نے ان کا سامان چھین لیا اور ان کے مالکوں سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ منع فرماتے تھے کہ مدینہ کے درخت کاٹے جائیں (43الف)۔

ایک اور حدیث کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کو میں حرام کرتا ہوں اس کا خاردار درخت نہ کاٹا جائے اس کے شکار کو قتل نہ کیا جائے (43ب)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مدینہ حرم ہے نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا جو ایسا کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے" (44)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی ہرن کو مدینہ میں چرتا دیکھتا ہوں تو کبھی نہ ڈراؤں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دونوں کالے پتھروں والے میدانوں کے بیچ میں حرم ہے (45)۔

حضرت ابو سعید مولیٰ مہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یا اللہ! ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ کو حرم ٹھہرایا دو گھاٹیوں یا دو پہاڑوں کے بیچ میں کہ نہ اس میں خون بہایا جائے اور نہ اس میں لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے نہ اس میں کسی درخت کے پتے جھاڑے جائیں مگر صرف چارے کے لیے (46)۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے مؤطا کی کتاب الجامع کے باب ماجاء فی تحریم المدینہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے اگر میں ہرنوں کو مدینہ طیبہ میں چرتے ہوئے دیکھوں تو ان کو ہرگز نہ چھیڑوں (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے دونوں کنارے حرام ہیں (47)۔

مؤطا امام مالک میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لڑکوں نے ایک لومڑی کو ایک کونے میں گھیر رکھا تھا تو آپ نے لڑکوں کو ہنکا دیا اور لومڑی کو چھوڑ دیا (48)۔ (کیونکہ مدینہ کے جانور کا پکڑنا بھی مکہ کی طرح حرام ہے)۔

ایک یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے جس کے مطابق ایک شخص (شرجیل بن سعد) نے کہا کہ میرے پاس زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) آئے اور میں اسواف (مدینہ کے اطراف میں ایک موضع ہے) تھا اور میں نے ایک چڑیا کا شکار کیا تھا۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے اس کو لے کر چھوڑ دیا (49)۔

حرم مدینہ کی حدود

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حرم میں نبوی ﷺ کی تحریم مثل مکہ ہے۔ چنانچہ اس کے ذکر میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اور اس کی حدود کی تعیین اور تحریم کے حکم مرتب ہونے میں علما اختلاف رکھتے ہیں۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی تحریم کے معنی محض تعظیم اور تکریم کے ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ مدینہ کی حرمت اور احکام کا مرتب ہونا بلا تفاوت حرم مکہ کے مثل ہے (50)۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے "کتاب الخراج" میں بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ حرم کا رقبہ بارہ مربع میل تھا (51)۔ صحیح بخاری و مسلم کے مطابق جبل رعیر سے جبل ثور تک کا علاقہ حرام تھا۔ یہ علاقہ کم و بیش بارہ مربع میل ہوتا ہے (52)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ "عہد نبوی ﷺ کے میدانِ جنگ" میں رقمطراز ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حدودِ حرم کا ازسر نو تعین کر کے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی حسبِ ذیل مقامات پر بُرجیاں یا مُنارے تعمیر کرائے گئے۔ ذات الجیش کے ٹیلے، مُشیرب، مخیض کے ٹیلے، حفیاء، ذی العشیرہ، قیم۔ یہ سب مقامات ایک دوسرے سے ایک ایک منزل یعنی بارہ مربع میل کے فاصلے پر تھے۔ جبل قیم پر آنحضور ﷺ کے تعمیر کردہ مُنارے کے کھنڈرات آج تک موجود ہیں یعنی امام مُسلم، امام بُخاری اور امام ابی یُوسف نے حرم کی جن حدود کا ذکر کیا ہے وہ فتحِ مکہ کے بعد کی متعین کردہ ہیں (53)۔

حواشی

1. McGraw-Hill Encylopaedia of Science and Technology (McGraw-Hill Book Company. 1987) Vol. 19, p. 452
2. The New Encyclopaedia Britannica (Encylopaedia Britannica Inc.. 1986) Vol.12. p. 658
3. زاہد بیگ مرزا، پاکستان کی جنگلی حیات کا تحفظ و انتظام، کرۂ ارض کا حیوانی جغرافیہ از ڈاکٹر رفعت حسین جعفری (لاہور : مرکزی اُردو بورڈ گلبرگ) طبع اول جون ۱۹۷۷ء، ص ۱۶۱
4. ایضاً۔ ص ۱۷۰، ۱۷۱
5. ایضاً۔ ص ۱۷۱
6. ایضاً
7. The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 12, P.659
8. Punjab Fisheries Ordinance
9. The Book of Exodus 35:3-4, The Holy Bible (The Gideons International. 1982). p.71
10. احمد یار نعیمی، مفتی۔ تفسیر نور العرفان (لاہور : پیر بھائی کمپنی) ص ۱۵
11. البقرہ ۲ : ۶۵
12. الانعام ۶ : ۳۸
13. امیر علی سید۔ روح اسلام (سپرٹ آف اسلام کا اُردو ترجمہ) مترجم محمد ہادی حسین (لاہور : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۲ء) ص ۲۷۰
14. محمد قطب الدین خان دہلوی، علامہ نواب۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف (کراچی : دار الاشاعت، ۱۹۸۳ء) جلد چہارم، ص ۲۹
15. صحیح بُخاری شریف، (کِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ) باب ۲۵۹ مَاجَآءَ فِی التَّصَيُّدِ، حدیث ۴۵۱
16. محمد قطب الدین خان دہلوی۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ۔ جلد چہارم، ص ۴۵
17. ایضاً۔ ص ۴۵، ۴۶

18. صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ۳۱۰، حدیث ۴۷۶
19. ایضاً۔ باب ۳۱۰، حدیث ۴۷۷،
20. ایضاً۔ باب ۳۱۰، حدیث ۴۷۸
21. یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ امام۔ الانوار المحمدیہ ﷺ۔ مترجم پروفیسر غلام ربانی عزیز لاہور: مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ، ۱۹۸۳ء) ص ۳۵۷
22. قاضی عیاض، ابوالفضل۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ مترجم مولانا سید محمد متین ہاشمی (پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ: انجمن اصلاح المسلمین رجسٹرڈ، اپریل ۱۹۸۳ء) جلد اوّل۔ ص ۳۳۸
23. عبدالرحمن جامی، حضرت نورالدین۔ شواہدالنبوۃ۔ مترجم بشیر حسین ناظم (لاہور: مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، اپریل ۱۹۸۳ء) ص ۱۹۱
24. مشکوٰۃ شریف' ص ۳۵۸
25. سنن ابوداؤد ۲: ۷
26. نقوش، رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۲۶۰
27. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ صحیفہ ہمام بن منبہ (کراچی: ناشر رشید اللہ یعقوب، مکان نمبر ۸ زمزمہ سٹریٹ نمبر ۳ کلفٹن، ۱۴۱۹\۱۹۹۸) حدیث نمبر ۸۸ ص ۱۴۰
28. عبدالرحمٰن جامی۔ شواہدالنبوۃ۔ ص ۳۱۲
29. ایضاً۔ ص ۳۱۳
30. مسند امام اعظمؒ، اُردو ترجمہ و تشریح مولانا دوست محمد شاکر (لاہور: حامد اینڈ کمپنی) حدیث نمبر ۲\۳۹۸، ص ۳۱۶۔
31. ایضاً
32. المآئدۃ ۵: ۱
33. المآئدۃ ۵: ۹۵
34. القصص ۲۸: ۵۷
35. العنکبوت ۲۹: ۶۷
36. محمد احتشام الحسن کاندھلوی، مولانا۔ تجلیاتِ کعبہ (لاہور: ادارۂ اسلامیات 'جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ)

ص ۲۷۰

37. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، کتاب الحج، باب تحریم صید مکہ وغیرہ مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) جلد سوم ص ۳۷۷، ۳۷۸۔
38. صحیح بخاری۔
39. غلام دستگیر نامی، پیر۔ تاریخ مکہ معظمہ (لاہور: پروگریسو بکس، اُردو بازار ۱۹۸۷ء) ص ۱۸۰
40. ایضاً۔ ص ۱۴۵۔
41. صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ۔
42. ایضاً
43. ایضاً
43.(الف) مشکوٰۃ شریف، باب حرم المدینۃ دوسری فصل، حدیث ۲۱ / ۲۶۲۸
43.(ب) ایضاً، حدیث ۲ / ۲۶۰۹
44. صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل المدینۃ۔
45. ایضاً
46. ایضاً
47. موطا امام مالک۔ اُردو ترجمہ علامہ وحید الزمان۔ کتاب الجامع۔ باب ماجاء فی تحریم المدینہ۔ حدیث نمبر ۲ (لاہور: اسلامی اکادمی، ربیع الاول ۱۳۹۹ھ) ص ۶۲۰۔
48. ایضاً، حدیث نمبر ۳
49. ایضاً، حدیث نمبر ۴
50. عبد الحق دہلوی، شیخ۔ راحت القلوب تاریخ مدینہ۔ اُردو ترجمہ حکیم عرفان علی حنفی (لاہور مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۶ء) ص ۳۰
51. امام ابی یوسف، کتاب الخراج، عن مالک بن انس، حدیث نمبر ۳۶۴\۱۱۴
52. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ ص ۱۲، ۱۳
53. محمد اسلم ملک، مدینہ کی قدیم تاریخ۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ شمارہ ۱۳۰۔ (دسمبر ۱۹۸۲ء) جلد دوم، ص ۴۴۴

باب ہفتم

شجر کاری قرآن وحدیث کی روشنی میں

پودے' درخت اور جنگلات کسی خطے کو حسین اور دلکش بنانے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔ یہ وہاں کے باسیوں کو سامان رزق مہیا کرتے ہیں' ان کے خوش ذائقہ اور رس بھرے پھل انسان بطور خوراک استعمال کرتا ہے' درختوں کی لکڑی سے فرنیچر بنتا ہے اور تعمیرات و آرائش میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ درخت طوفانوں اور سیلابوں کو روکنے کے علاوہ زمینی کٹاؤ جیسے خطرناک عمل کے سدباب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عالم نباتات ضیائی تالیف (Photosynthesis) کے عمل کے دوران ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے آکسیجن گیس خارج کرنے کا ذریعہ ہے جسے عالم حیوانات اور انسان سانس لینے کے عمل میں استعمال کرتے ہیں۔ اسی لیے درختوں کو فطرت کے پھیپھڑے (Lungs of nature) کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کا فضا میں توازن برقرار رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ درخت مختلف قسم کی جنگلی حیات (Wild Life) کو مسکن (habitat) مہیا کرتے ہیں' ان سے مختلف قسم کی ادویات بنائی جاتی ہیں اور متعدد کیمیائی مرکبات حاصل ہوتے ہیں۔ کاغذ بنانے کی صنعت کا انحصار عالم نباتات پر ہی ہے۔

درختوں اور جنگلات سے اس عہد کے لوگ ہی استفادہ نہیں کرتے بلکہ آنے والی نسلیں بھی مستفید ہوتی ہیں۔ ماہرین طبقات الارض کا خیال ہے کہ آج سے ہزاروں برس پہلے جب انسانوں کی تعداد کم تھی' زمین پر دور دور تک جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھیلوں اور

دریاؤں کے کنارے اونچی اور گھنی کائیاں تھیں۔ مرور زمانہ سے بوڑھے درخت جوان درختوں پر گرتے رہے اور سال خوردہ کائیاں ٹوٹ ٹوٹ کر انبار ہوتی رہیں۔ زلزلوں سے بھی پہاڑ جنگلات پر گرے اور زمین میں دب گئے' اوپر سے بارشیں برسیں' جن سے مٹی ان دبے ہوئے درختوں میں داخل ہو گئی۔ زمین کی حرارت سے یہ گلنے سڑنے لگے اور نسواری رنگ کے گوند میں تبدیل ہو گئے۔ بعد میں یہی گوند کالا ہو کر کوئلہ بن گیا۔ آج ہم یہی کوئلہ نکال کر جلا رہے ہیں(1)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے :

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡہُ تُوۡقِدُوۡنَ(2)۔

(وہی ہے جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی جسے تم سلگاتے ہو یا سلگاؤ گے)

اس آیت مبارکہ میں ایک طرف معدنی کوئلے اور دیگر **Fossil Fuels** سے ایندھن کے طور پر استفادہ کرنے کی طرف اشارہ ہے تو دوسری طرف اس میں آکسیجن کی پیشین گوئی کر دی گئی ہے جیسا کہ ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے لکھا ہے کہ

The main substance of combustion is produced by green trees. The event we term "fire" consists of oxidation. There can be no combustion without oxygen. Fire, therefore, implies oxygen emerging from the green tree.(3)

اختراق کا سب سے اہم جو ہر سبز درختوں سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ وقوعہ جسے ہم آگ کا نام دیتے ہیں عمل تکسید پر مشتمل ہوتا ہے۔ اختراق یا جلنے کا عمل بغیر آکسیجن کے نہیں ہو سکتا۔ لہذا آگ کا ظہور سبز درختوں آگ کے نکلنے سے تعبیر ہے۔

قرآن مجید میں نباتات سے پٹرولیم کے بننے کی طرف سے بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی o فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی(4)۔

(تمہارا پروردگار ہے) جس نے نباتات اگائیں اور پھر ان کو سیاہ کوڑا یا سیلاب میں تبدیل کر دیا۔

ڈاکٹر ہلوک کا خیال ہے کہ ماضی میں زمین پر بہت زیادہ درخت تھے۔ زمین جنگلات سے ڈھکی ہوئی تھی یہ عظیم جنگلات زمین میں دفن ہونے کے باعث غثا یعنی تیل میں تبدیل ہو گئے (5)۔

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ انسان کی ضروریات زندگی کے حصول اور نسل انسانی کی قیامت تک بقا کا ضامن ہے۔ اسلام کے مزاج میں ذوق جمالیات بھی ہے' اس اعتبار سے یہ دین کرۂ ارض کو لہلہاتی فصلوں' ہرے بھرے درختوں' رنگ برنگے پھولوں اور سرسبز و شاداب گھاس سے آراستہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر زمین سے نباتات کے اگنے کا ذکر موجود ہے۔ چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں :

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ (6)

"اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اگنے والی چیز نکالی"

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی (7)

اور آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ (8)۔

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس جوڑا اگایا۔

مکہ مکرمہ بے آب و گیاہ وادی تھی جہاں پر کھیتی باڑی ہوتی تھی نہ پھل دار درخت اگتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی کچھ اولاد کو یہاں بسایا تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی :

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ (9)

اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو اسی وادی میں بسادیا ہے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لیے تاکہ وہ

نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو کر دے کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

جب مکہ معظمہ "بواد غیر ذی زرع" تھی اس وقت بھی رب تعالٰی نے مکہ مکرمہ کے قریب طائف اور وادی فاطمہ کے جنگل پھلوں سے بھر دیئے تھے جن کی وجہ سے مکہ شریف کے بازار ہر قسم کے پھلوں سے بھرے رہتے تھے(10)۔ اب وہ سرزمین جو پیدائشی طور پر زراعت، ثمرات، کنوؤں اور نہروں سے خالی تھی آج فضل خداوندی اور لوگوں کی عمرانی جدوجہد اور محنت کے باعث سرسبز و شاداب، پھلواری اور پھلداری کے قابل ہو گئی ہے مختلف اوقات میں حدود حرم کے اندر مختلف باغات کا ذکر ملتا ہے جن میں سے بعض آج بھی موجود ہیں۔ محمد عبدالمعبود نے تاریخ مکۃ المکرمۃ میں ایسے بارہ باغات کا ذکر کیا ہے(11)۔

حکیم محمد سعید کے الفاظ میں"وارزقھم من الثمرات" (اور انہیں کھانے کو پھل دے) میں اشارہ موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالٰی سے اپنی اولاد کے لیے یہ دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل لانے والے درختوں کو لگانے اور ان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرما کہ پھلوں کے ذریعے اس بنجر سرزمین میں اپنا رزق حاصل کریں(12)۔

قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ منشائے الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے والے لوگوں کا مسکن "جنت" ہو گا۔ جنت کے لفظی معنی باغ کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخروی زندگی میں نیک لوگوں کو اللہ تعالٰی بہشت عطا کرے گا جس میں باغ اور نہریں ہوں گی جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ جل مجدہ ' نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ(13)۔

جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

لندن یونیورسٹی سے فارسی کی اعلٰی ڈگری حاصل کرنے والے محمد فاروق کمال رقمطراز ہیں "اللہ تعالٰی انسان کی توجہ نباتات کے علم کی طرف مبذول کراتا ہے اور اس حسن

وکمال کی طرف توجہ دلاتا ہے جو رنگ برنگ کے پھولوں میں اور سبزی و پھل کے پکنے کے دوران انسان کو نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ہمیں سائنس کی ایک نہایت اہم وضاحت کا پتا چلتا ہے جس کا سائنس دانوں کو حال ہی میں پوری طرح علم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑ بنایا ہے۔ بے شک ہر نباتات میں نر اور مادہ کے خواص والے حصوں کا وجود ثابت ہو چکا ہے جو مل کر بیج کی تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ اس اطلاع سے پہلے دنیا کی کسی کتاب میں نر و مادہ کے خواص والے حصوں کا ذکر موجود نہیں یہ اطلاع قرآن حکیم کے الہامی ہونے کا جیتا جاگتا ناقابل تردید ثبوت ہے" (14)۔ ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی بھارت کے ایک معروف ماہر نباتات (Botanist) ہیں۔ وہ علم نباتات سے متعلقہ قرآنی آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ آیات ایک جانب انسان کو دعوت فکر دیتی ہیں تو دوسری طرف سائنسی حقائق کو آشکار کرتی ہیں تاکہ قدرت الٰہی اور رموز کائنات سمجھ میں آسکیں" (15)۔

قرآن مجید میں جن نباتات کا ذکر آیا ہے' ان کی تعداد ۲۲ ہے چند ایسے اشجار کا بھی ذکر ہے جن کا نام نہیں بتایا گیا۔ راقم الحروف نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں ۲۲ قرآنی نباتات پر مفصل بحث کی ہے۔ ان میں طلح' سدرۃ قثاء' نخل' التین' عنب' فوم' رنجبیل' یقطین' الشجر الاخضر' کافور' عدس' المن' خردل' الزیتون' بصل' الرمان' وردۃ' ریحان' اثل' خمط' الزقوم شامل ہیں (16)۔ ڈاکٹر اقتدار حسین فاروقی نے اس موضوع پر قابل تحسین کام کیا اور مختلف سائنسی علوم کے ماہرین کو یہ راہ سمجھائی کہ وہ اپنی سائنسی معلومات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ اشجار و اثمار زیادہ تر وہ ہیں جن سے قرآن پاک کے مخاطب اول یعنی عرب مانوس تھے (17)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو زراعت و باغبانی سے اس قدر دلچسپی تھی کہ آپ ﷺ باغات میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام

نے کئی موقعوں پر باغوں کے پھل اور ان کے خنک سایہ کو دیکھ کر اظہار مسرت فرمایا۔ ......درخت لگانے اور بستیوں کو آباد کرنے کی متعدد بار ترغیب دلائی...... مدینہ طیبہ کے میووں اور فصلوں کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی مذکورہ بالا خوبی کا اعتراف مسیلمہ کذاب کے ایک پیروکار نے یہ کہہ کر کیا کہ "محمد ﷺ تو اپنے پیروکاروں کے باغوں میں جاتے ہیں اور وہاں کے پھلوں' میووں اور کنوؤں کیلئے دعا مانگتے ہیں۔ اسی جھوٹے مدعی نبوت کے ایک دوسرے پیروکار نے مسیلمہ کذاب کو بتایا کہ محمد ﷺ نے تو اپنے پیروکار فلاں قبیلے کی شورزدہ زمین کیلئے دعا فرمائی اور زمین کا شور ختم ہو گیا(18)۔

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام نے آپ کے ارشادات کی پیروی کرتے ہوئے زراعت اور شجر کاری میں گہری دلچسپی لی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ابن ماجہ کی روایت ہے کہ یہ درخت لگا رہے تھے کہ وہاں سے نبی اکرم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے ازراہ مذاق پوچھا "اے ابوہریرہ کیا گاڑ رہے ہو؟" (19)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بڑی محنت و جانفشانی سے شجر کاری کیا کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ نے پودے چرا کر اپنی زمین میں لگالینے پر قطع ید کی حد جاری نہیں فرمائی۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے مؤطا میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک غلام نے ایک شخص کے باغ میں سے کھجور کا پودا چرا کر اپنے مولیٰ کے باغ میں لا کر لگایا۔ پودے والا اپنا پودا ڈھونڈنے نکلا' اس نے (پودا) پالیا۔ رافع نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ پھل اور پودے کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا(20)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یثرب تشریف لائے تو یہ مدینۃ النبی ﷺ بن گیا۔ اس شہر مقدس کے باسیوں کو حضور سیدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میزبانی کا شرف ملا تو ان پر بے پایاں رحمتوں کے دروازے کھل گئے۔ آپ ﷺ کی آمد سے مدینہ منورہ کے انسانوں کے علاوہ حیوانات و نباتات بھی رحمت للعالمینی سے مستنیر ہوئے۔ مدینہ بھی مثل مکہ حرم ٹھہرا اور حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ حرم ہے'

اس کا درخت نہ توڑا جائے گا اور جو ایسا کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے (21)۔ سرکار مدینہ ﷺ نے اپنے شہر میں اُگے ہوئے درخت کے پتے بھی جھاڑنے سے منع فرمایا سوائے اس کے کہ انہیں چارے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے جھاڑا جائے (22)۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کی بابت بھی ارشاد فرمایا کہ اس کا کانٹا نہ اکھاڑا جائے اور درخت نہ کاٹا جائے (23)۔

حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی صریح ہدایات احادیث میں مذکور رہے کہ مسلمان زراعت اور شجر کاری میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں تاکہ وہ خوراک میں خود کفالت کے علاوہ سفر و حضر میں درختوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں اور دیگر حیوانات کو بھی ان سے فائدہ پہنچ سکے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنُ مَّسْلِمٍ یَّغْرِسُ غَرْساً اِلَّا کَانَ مَآ اُکِلَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ وَّمَاسُرِقَ مِنْهُ لَهٗ صَدَقَةٌ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ وَّمَآ اَکَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَؤُهٗ اِلاَّ کَانَ لَهٗ صَدَقَةٌ (24)۔

جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو چوری جائے گا' اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں اس میں بھی صدقہ کا ثواب ملے گا اور نہیں کم کرے گا کوئی اس کو مگر صدقہ کا ثواب ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُمِّ مبشر انصاریہ کے پاس اس کے باغ میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "یہ کھجور کے درخت کس نے لگائے' مسلمان نے یا کافر نے؟" اس نے کہا "مسلمان نے" آپ ﷺ نے فرمایا "جو مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کرے پھر اس میں سے کوئی آدمی یا چارپایہ یا کوئی کھائے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا" (25)۔ ایک دوسری

روایت میں ہے تو اس کو قیامت کے دن تک صدقے کا ثواب ملے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان درخت لگائے یا کھیت (کاشت کرے) پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا آدمی یا جانور کھائے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا(27)۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانی معاشرے کے لیے درختوں کی اہمیت وافادیت کا جو صاف اعلان فرمایا اس کا ایک مقصد مسلمانوں میں شجر کاری اور کھیتی باڑی کا ذوق پیدا کرنا تھا لیکن ایک روایت ایسی بھی ملتی ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ زراعت کا شعبہ حضور سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر میں ناپسندیدہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ قول نقل کیا گیا ہے "جس گھر میں آلات زراعت آگئے' ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن گئی" (28)۔ یہ روایت سنن دارمی میں ہے جہاں زمین کی کاشت کرنے کے متعلق حضور سید ہر عالم ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔

"جو ویران زمین آباد کرے گا اسے ثواب ملے گا" (29)۔ امام نسائی علیہ الرحمہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے زمین کو آباد کرنے کی خاطر پہاڑ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں رہنے والوں کو جہاد کرنے والوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت دی(30)۔

حکیم محمد سعید مرحوم نے لکھا ہے کہ جدید تحقیقات کے مطابق درخت سے صرف پھل ہی حاصل نہیں ہوتے اور نہ ان سے صرف سائے کی نعمت حاصل ہوتی ہے بلکہ شجر کاری کا کسی ملک کی مجموعی معیشت سے گہرا تعلق ہے۔ شجر کاری کے تمام فائدے اگر مستحضر ہوں تو رسول اللہ ﷺ کی اس جامع حدیث کے صحیح معنی سمجھے جاسکتے ہیں کہ "درخت چرندو پرند اور انسان سب کے لئے یکساں مفید اور کار آمد ہے" (31)۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں دو کھجور کے درخت ایسے بھی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول مقبول ﷺ کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے ہیں۔ نہایت بلند ہیں اور تقریباً خشک ہو چکے ہیں مگر ابھی تک پھل دیتے ہیں۔ زیتون کے درخت

کی عمر آٹھ نو صدیاں بتائی جاتی ہے۔ تعجب کی بات نہیں اگر کھجور کا درخت غیر معمولی اور مسلسل پرداخت کے نتیجہ میں چودہ صدیاں عمر پائے (32)۔ باغ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ' میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقدس ہاتھوں سے لگائے گئے کھجور کے دو درخت ۱۹۷۵ء تک زیارت گاہ عوام و خواص رہے۔ ۱۹۷۶ء میں یہ دونوں درخت اس لیے جلا دیئے گئے کہ لوگ ان کا ادب کرتے تھے (33)۔ ابو النصر منظور احمد شاہ نے لکھا ہے کہ ان جلے ہوئے تنوں کو دیکھ کر سیدی احمد سعید کاظمی جی بھر کر روئے اور ہمیں سب کو رلایا (34)۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق ایران کے صوبے رے کے ایک کاشتکار گھرانے سے تھا۔ انہوں نے غلامی سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ نے مالک سے (باختلاف روایت) تین یا پانچ صد کھجور کے درخت لگانے کی شرط طے کی۔ قلموں کی اتنی بڑی تعداد کی فراہمی ان کی بساط سے باہر تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مسلمانوں نے ایک ایک دو دو قلمیں دے کر مطلوبہ تعداد پوری کر دی۔ پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فرمان کے مطابق مسلمانوں نے گڑھے کھودنے میں ان کی مدد کی۔ گڑھے تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان میں پودے گاڑھے ' تھالوں کو اپنے ہاتھ سے برابر کیا اور درختوں کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ایک بھی درخت ایسا نہ تھا جس پر پھل ظاہر نہ ہوا ہو۔ محمد اسلم ملک نے لکھا ہے کہ پودوں کی اتنی بڑی تعداد کا بلوغ کو پہنچ کر ' ان میں سے ہر ایک درخت پر پھل لگنا تعجب انگیز ہے وہ اس لیے کہ زراعت کے جدید ترین طریقوں کو اختیار کر کے بھی سو فیصد نتائج حاصل کرنا شاید ممکن نہیں ہے (35)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی نضیر کی مسلسل بد عہدیوں سے تنگ آکر مدینہ سے متصل ان کی بستیوں پر چڑھائی کر دی۔ چونکہ انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے رکھی تھی۔ اس لیے دوران محاصرہ قلعہ کے گرد جو ان کے نخلستان تھے ' حضور اکرم ﷺ نے ان کے چند درخت کٹوا دیئے (36)۔ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے ان کے باغات وغیرہ کو کاٹ ڈالنے اور جلا دینے کا حکم دیا (37)۔ تاکہ گھبرا کر باہر آجائیں۔ بعض

مسلمانوں نے درخت کاٹ دیئے بعض نے کہا نہ کاٹو یہ مال غنیمت ہے جو آخر ہمارے ہاتھ آئے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَاقَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّيۡنَةٍ اَوۡ تَرَكۡتُمُوۡهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوۡلِهَا فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَ لِيُخۡزِىَ الۡفٰسِقِيۡنَ (38)۔

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

علامہ محمد احمد باشمیل نے اپنی تالیف "غزوۂ احزاب" میں لکھا ہے کہ مسلمان کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے میں سنجیدہ نہ تھے، وہ صرف ان یہود کو بے چین کرنا چاہتے تھے جن کو ضیاع مال کی مانند کوئی چیز بے چین نہیں کرتی۔ اس بات کا پتا ہمیں اس سے چلتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے شروع میں صرف یہود کی کھجوروں کی ردی ترین قسم کو تلف کرنے کا حکم دیا، جس سے وہ خوراک حاصل نہیں کرتے تھے اور وہ قسم اللینۃ تھی جو العجوہ اور اس البرانی کی نوع کے مخالف ہے جو اہل مدینہ کی بڑی غذا ہیں اللینۃ کھجور کا وہ درخت ہے جس کا پھل زیادہ تر اونٹوں کا چارہ ہوتا ہے۔ سہیلی نے روض الانف میں لکھا ہے کہ سب نخلستان نہیں کاٹا گیا بلکہ صرف لینۃ جو ایک خاص قسم کی کھجور ہے اور عرب کی عام خوراک نہیں ہے اس کے درخت کٹوا دیئے گئے تھے (39)۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے گھبراہٹ کے جس منصوبے پر عمل کیا، وہ کامیاب ہوا۔ جونہی یہود نے کھجور کے درختوں کے تنوں سے دھوئیں کو بلند ہوتے اور ان کھجوروں کی شاخوں کو قطع کی کارروائی سے گرتے دیکھا تو ان پر خوف چھا گیا اور کمزوری کی موج نے، کھجوروں کے خوف سے ان کی بیخ کنی کر دی اور سپردگی کے بارے میں مذاکرات کرنے لگے (40)۔

امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک درخت وغیرہ میدان جنگ میں اس وقت کاٹے جا سکتے

ہیں جبکہ کاٹے بغیر چارہ نہ ہو۔ محدثین نے امام احمد کا یہ قول اسی واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ نیز اس موقع پر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر دشمن درختوں کے آڑ میں ہو تو ان کو آگ لگا دینا سنت ہے(41)۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صرف جنگی حکمت عملی کے تحت درختوں کو کاٹنا یا جلانا جائز ہے۔ جنگی مصلحت یا دفاعی حکمت عملی کے علاوہ اشجاد کو تلف کرنا یا اثمار کو نذر آتش کرنا صریحاً ناجائز ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجتے وقت جن دس باتوں کی تاکید فرمائی تھی ان میں عربوں کی مرغوب غذا کھجور کے درختوں کو کاٹنے یا جلانے کے علاوہ دیگر پھلدار درختوں کو بھی کاٹنے سے منع فرمایا تھا(42)۔

قرآن وحدیث کی تعلیمات کے زیر اثر مسلم دنیا میں زراعت' باغبانی اور شجر کاری کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ مولانا وحید الدین خان نے اپنی کتاب ''اسلام دور جدید کا خالق'' میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو زراعت اور باغبانی سے گہرا شغف تھا' وہ جہاں بھی گئے وہاں کی سرزمین کو مختلف انواع کی فصلوں اور اثمار کے پیڑوں سے متعارف کرایا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسپین کے مسلمانوں نے زراعت کو اس قدر ترقی دی کہ وہ ایک مکمل فن بن گیا۔ انہوں نے درختوں کا مطالعہ کیا اور زمین کی خاصیت سے واقفیت حاصل کی۔ اسپین کے لاکھوں مربع میل جو ویران پڑے ہوئے تھے' مسلمانوں نے ان کو میوہ دار درختوں اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی صورت میں بدل دیا۔ چاول' گنا' روئی' زعفران' انار' آڑو' شفتالو وغیرہ جو موجودہ اسپین میں کثرت سے پائے جاتے ہیں وہ مسلمانوں ہی کے ذریعہ اسپین کو ملے۔ انہوں نے اندلوسیہ اور اشبیلیہ کے صوبوں میں زیتون اور خرما کی کاشت کو زبردست ترقی دی۔ غرناطہ اور مالقا کے علاقوں میں انگوروں کی پیداوار بڑے پیمانے پر ہونے لگی(43)۔

حواشی

1. غلام جیلانی برق، ڈاکٹر۔ میری آخری کتاب (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز س۔ن) ص ۴۸، ۴۹
2. سٓ ۳۶: ۸۰
3. Haluk Nurbaki, Dr. Verses From the Holy Koran and Facts of Science, Translated by Metin Beynam (Karachi: Indus Publishing Corporation, 1992) p.132
4. الاعلیٰ ۸۷: ۴-۵
5. ہلوک نورباقی۔ کتاب مذکور۔ ص ۴۴-۵۰
6. الانعام ۶: ۹۹
7. طٰہٰ، ۲۰: ۵۳
8. لقمٰن ۳۱: ۱۰
9. ابراہیم ۱۴: ۳۷
10. احمد یار نعیمی، مفتی، تفسیر نور العرفان (لاہور: پیر بھائی کمپنی) ص ۳۱۴
11. محمد عبدالمعبود۔ تاریخ مکہ جلد اول، ص ۳۶۳-۶۷
12. محمد سعید، حکیم، نورستان (ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ۱۹۸۴ء) ص ۵۴۳
13. البروج ۸۵: ۱۱
14. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول ﷺ، ص ۵۶۸
15. محمد اقتدار حسین فاروقی، ڈاکٹر۔ نباتات قرآن۔ ایک سائنسی جائزہ (لکھنؤ: سدرہ پبلشرز، جولائی ۱۹۸۹ء) ص ۱۷۲
16. Sultan Shah, Dr. Sayyed, The Origin of Life and its Continuity (Bahawalpur: Islamia University, 1997) p.229
17. محمد اقتدار حسین فاروقی۔ نباتات قرآن ص ۱۱، ۱۲
18. محمد اسلم ملک۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی (راولپنڈی: ظہیر ایسوسی ایٹس کلاسیک پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء) ص ۱۰۴، ۱۰۵

19. ابن ماجہ 'ابواب الذکر
20. مؤطا امام مالک' مالا قطع فیہ۔ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور : اسلامی اکادمی اردو بازار' ربیع الاول ۱۳۹۹ھ) ص ۶۰۹ و ۶۱۰
21. صحیح مسلم 'کتاب الحج' باب فضل المدینۃ عن حضرت انس رضی اللہ عنہ'
22. ایضاً۔ عن ابو سعید مولیٰ مہری۔
23. ایضاً۔ باب تحریم صدمتہ وغیرہ عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
24. ایضاً کتاب المساقات والمزارعۃ' باب فضل الغرس والزرع
25. صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی' مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور : خالد' احسان پبلشرز' اپریل ۱۹۸۱ء) جلد چہارم ص ۱۸۶
26. ایضاً
27. ایضاً
28. سنن دارمی' ۳ : ۳۱۴
29. ایضاً' ص ۳۸۴
30. نسائی۔ کتاب الجہاد
31. محمد سعید' حکیم۔ نورستان' ص ۵۴۴
32. گلزار احمد' بریگیڈیئر' تذکرہ حجاز (راولپنڈی چھاونی : مکتبہ المختار گلستان کالونی' جمادی الاول ۱۴۰۲ھ) ص ۱۹۸
33. رشید محمود' راجا' تسخیر عالمین اور رحمتہ للعالمین ﷺ (لاہور : اختر کتاب گھر' دسمبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۷۳' ۱۷۴
34. منظور احمد شاہ' ابو النصر۔ مدینۃ الرسول ﷺ' ص ۳۰۹' ۳۱۰
35. محمد اسلم ملک۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی۔ ص ۱۰۶
36. ابو الاعلیٰ مودودی' سید۔ سیرت سرور عالم ﷺ (لاہور : ادارہ ترجمان القرآن اشاعت سوم' دسمبر ۱۹۸۰ء جلد اول ص ۳۰۶
37. احمد یار نعیمی مفتی' تفسیر نور العرفان۔ ص ۸۷۲
38. الحشر ۵۹ : ۵

39. محمد احمد باشمیل' علامہ۔ غزوۂ احزاب۔ اردو ترجمہ اختر فتح پوری (کراچی : نفیس اکیڈمی' دسمبر ۱۹۸۸ء) ص ۷۲

40. ایضاً' ص ۷۳

41. عمدۃ القاری' ج ۸' ص ۱۹۱ / شبلی نعمانی' سیرۃ النبی ﷺ (کراچی : دارالاشاعت' ۱۹۸۵ء) ص ۲۴۰

42. ابن تیمیہ۔ منتقی الاخبار۔ مترجم مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (لاہور : دارالکتب السلفیہ' اکتوبر ۱۹۹۹ء) جلد دوم' ص ۳۱۲' ۳۱۳

43. وحید الدین خان مولانا۔ اسلام دور جدید کا خالق (لاہور : دارالتذکیر' ۱۹۹۲ء) ص ۸۵' ۸۶

باب ہشتم

آتش زدگی سے بچاؤ کے لئے ہدایات نبوی ﷺ

آگ انسان کے ان گنت کام کرتی ہے کھانا پکانے سے لے کر بڑی بڑی صنعتوں تک اس کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ جس زمانے میں بجلی ایجاد نہیں ہوئی تھی، آگ سے بے شمار کام لیے جاتے تھے۔ عصر حاضر بھی انسانی زندگی میں آتش کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جس طرح ہر تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں' ایک روشن اور دوسرا تاریک اسی طرح آگ بھی انسان کے لیے سود مند ہونے کے ساتھ ساتھ ضرر رساں بھی ہے۔ اس کے غیر محتاط استعمال سے بلند ترین عمارات بھسم ہو سکتی ہیں' کروڑوں کی مالیت کے خزانے جل سکتے ہیں' انتہائی محنت سے جمع کی گئی نایاب کتب خاکستر ہو سکتی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ انسانی جانیں بھی آگ کی لپیٹ میں آکر ضائع ہو سکتی ہیں۔ آگ سے بعض اوقات سرسبز و شاداب جنگل اور تیار شدہ فصلوں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس سے انسانی جسم کو اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سرکش بندوں کے لیے آخرت میں جہنم تیار کر رکھی ہے جہاں انہیں آگ سے عذاب دیا جائے گا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آگ کے استعمال میں احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لاَ تَتْرُکُو النَّا رَفِیْ بُیُوْ تِکُمْ حِیْنَ تَنَا مُوْنَ!

اپنے گھروں میں آگ کو مت چھوڑو جب سونے لگو۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک رات کو مدینہ طیبہ میں کسی کا گھر جل گیا جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ اِنَّمَا هِیَ عَدُوٌّ لَّکُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاطْفِئُوْ هَا عَنْکُمْ (2)

یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب سونے لگو تو اِس کی بجھا دو

قدیم زمانے میں کچے گھر ہوتے تھے جن کی چھتیں لکڑی کی ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ گھروں میں جلانے کے لیے خشک لکڑی کا ایندھن ذخیرہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص آگ بجھائے بغیر سو جاتا تو اس کے گھر میں ہوا چلنے سے آتش زدگی کا واقعہ رونما ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں حضور اکرم، نبی معظم، رسول محتشم ﷺ نے سونے سے قبل آگ بجھا دینے کا حکم دیا۔ اس سلسلے حضور پاک صاحب لولاک ﷺ نے مزید یہ احتیاط فرمائی :

وَاَطْفِئُوْا مَصَابِیْحَکُمْ

اور (سوتے وقت) اپنے چراغوں کو بجھا دو

مندرجہ بالا الفاظ جس حدیث کا حصہ ہیں اس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ ہیں اور اسے امام بخاری (3)۔ اور امام مسلم (4)۔ رحمہما اللہ دونوں نے نقل فرمایا ہے۔

آج کل ہم اپنے گھروں میں کھانا پکانے کے چولہوں، ہیٹروں اور لیمپوں میں گیس (جسے پاکستان میں سوئی گیس کہا جاتا ہے) کا بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ اگر کمرہ بند ہو اور گیس کا ہیٹر یا لیمپ جل رہا ہو تو یہ کمرے میں موجود آکسیجن استعمال کر کے اسے ختم کر دیتا ہے او جلنے کے عمل کے نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ پیدا ہو کر کمرے میں جمع ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ گھنٹوں کے بعد کمرے میں آکسیجن ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص اس کمرے میں سو رہا ہو تو آکسیجن کے بجائے اس کاربن مونو آکسائیڈ (CO) اور کاربن ڈائی

آکسائیڈ (CO_2) بذریعہ سانس پھیپھڑوں میں لے جانا پڑتی ہے۔ چراغ کو بجھا کر سونے والے فرمانِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی بڑی حکمت ہے۔ چند ماہ قبل میرے پڑوس میں ایک نوبیاہتا جوڑا موم بتی لگا کر سو گیا کیونکہ تیز ہوا چلنے کے باعث برقی نظام معطل ہو گیا تھا۔ دلہن کا کمرہ سامان سے کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ کمرے میں لکڑی کی الماریوں کے علاوہ دیواروں پر بھی آرائش کے لیے لکڑی سے کام کرایا گیا تھا۔ اچانک موم بتی سے آگ کمرے میں پھیلی اور اس نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چونکہ ہوا بہت تیز چل رہی تھی، اس لیے آگ پر تمام اہل محلّہ کی کوششوں کے باوجود قابو نہ پایا جا سکا اور اس نے پورے گھر کی ہر چیز کو راکھ میں تبدیل کر دیا۔ آخر ارد گرد واقع گھروں کے باسیوں نے فائر بریگیڈ کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس طرح بڑی مشکل سے آگ بجھائی گئی لیکن نئی نویلی دولہن اپنے جہیز کے سامان سے مکمل طور پر ہاتھ دھو بیٹھی۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آگ بجھا کر اور چراغ گل کر کے سوئیں تو ایسے نقصانات سے بچ سکتے ہیں۔

حافظ ابن قیم نے حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو بآواز بلند تکبیر کہو، اس لیے کہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے (5)۔ اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اگر آتش زدگی کا واقعہ رونما ہو جائے تو کھڑے ہو کر فقط تکبیر بلند آواز سے پڑھنی شروع کر دی جائے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے سے لوگ گرد و نواح سے فوراً ادھر کا رخ کریں گے اور سب مل کر آگ پر قابو پالیں گے۔ ویسے بھی اللہ کا نام لے کر آگ بجھانے کی کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مدد سے آگ پر جلد قابو پا لیا جائے گا۔

حواشی

1. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، کتاب الاشربۃ' مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور: خالد 'احسان پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء) جلد پنجم، ص ۲۵۸
2. ایضاً
3. صحیح بخاری شریف۔ کِتابُ الاَشرِبَۃ۔ باب ۳۶۱، حدیث ۵۸۲
4. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، جلد پنجم، ص ۲۵۷
5. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، اُردو ترجمہ حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۳، ۴

باب نہم

وضو کی سنت کے طبّی فوائد

اللہ تعالیٰ جل شانہ ' نے قرآن کریم میں صلوٰۃ کی ادائیگی سے قبل غسل ' وضو یا تیمم کے ذریعے جسمانی طہارت کا حکم ان الفاظ میں دیا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ۰ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّھَّرُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْداً طَیِّباً فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ (1)

اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لیے اٹھو تو (پہلے) اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔ اور اگر تم جنبی ہو تو (سارا بدن) پاک کر لو اور اگر تم بیمار یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کے بعد آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو۔ پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو یعنی اپنے چہروں اور اپنے بازوؤں پر اس سے مسح کرلو۔

اسلام جہاں اپنے پیروکاروں کی روحانی پاکیزگی پر زور دیتا ہے وہاں اس کی تعلیمات مسلمانوں کی جسم و لباس کی تطہیر کا درس دیتی ہیں۔ اگر اسلامی طہارت کے طریقوں پر غور

کیا جائے تو اس کا معیار سائنس کے طریقوں سے بھی اعلیٰ وارفع نظر آئے گا۔ نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ روحانی و جسمانی دونوں فوائد پر حاوی ہے اسی وجہ سے خود وضو کو روحانی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ ایک موقعہ پر ایک غیر مسلم سائنسدان نے ایک مسلمان کو وضو کرتے دیکھا۔ وہ وضو کی ترتیب کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ناک میں پانی لینے پر غور کیا۔ اس نے دیکھا کہ کلائی سے کہنی تک حصہ دھوتے وقت مستعمل پانی کو ڈھلے ہوئے پنجوں کی طرف نہیں بلکہ کہنی کی طرف سے بہایا جاتا ہے۔ وہ اس طریقہ سے بہت متاثر ہوا۔ پھر اس نے سر اور گردن پر مسح کی سائنٹیفک ترکیب کو دیکھا۔ اس نے غور کیا کہ سر اور گردن کو دھویا نہیں جاتا جس سے گرم گرم حالت میں نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے بلکہ ہاتھ پھیرا جاتا ہے جس سے تسکین کے علاوہ اعصاب میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو دھونے سے نہیں ہو سکتی۔ چونکہ پشت اور گردن کا تعلق مبدا النخاع سے ہے اور دماغی و عصبی اعمال میں اس کی بڑی اہمیت ہے اس طریقہ کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔ اس نے سوچا کہ تیرا سو برس پہلے جس انسان نے نماز سے پہلے طہارت اور تفریح اعضائے بدن کا یہ طریقہ سکھایا' وہ نبی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا (1)۔ (ﷺ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عالمگیر خان ایف۔ آر۔ سی۔ پی (ایڈنبرا) جراثیم سے بچاؤ کے لیے وضو کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"وضو حفظانِ صحت کے زرّیں اصولوں میں سے ہے۔ یہ جراثیم کے خلاف ایک بہت بڑی ڈھال ہے۔ بہت سی بیماریاں جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ جراثیم ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا' زمین اور ہمارے استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی مسلط ہیں۔ جسم انسانی کی حیثیت ایک قلعے کی سی ہے۔ کوئی دشمن اس میں داخل نہیں ہو سکتا ماسوائے سوراخوں یا زخموں کے راستوں سے۔ منہ اور ناک کے سوارخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ کو اندر لے جانے میں مدد کرتے ہیں۔ وضو کے ذریعے ہم نے صرف ان سوراخوں کو بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو' جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے

جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے ' دن میں کئی بار دھوتے ہیں ' لہٰذا وضو ہمیں بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے "(3)۔

حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی صدر شعبہ رکھنے طب و جراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ' جو اسی جامعہ سے شبعہ دینیات میں ڈاکٹریٹ بھی کر چکے ہیں ' وضو کی طبی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "وضو کے ذریعہ انسان کے وہ اعضاء جو کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ ' منہ ' ناک ' آنکھیں اور چہرہ دھل کر صاف ہو جاتے ہیں۔ یہ اعضاء ہمہ وقت کھلے رہنے اور ان دنیوی امور میں مشغول رہنے کی وجہ سے مختلف قسم کی گندگیوں اور اجرام خبیثہ سے ملوث ہو جاتے ہیں اور اکثر متعدی امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ وضو کے ذریعہ یہ سب کثافتیں دھل کر صاف ہو جاتی ہیں۔ وضو کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تکان یا خواب کے باعث جو گرانی اور اضمحلال طبیعت انسانی میں پیدا ہوتا ہے وہ وضو کے بعد دفع ہو جاتا ہے ' انسان کے دل و دماغ میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ وضو عصبی مراکز میں تحریک پیدا کرتا ہے "(4)۔

ایک نامور جرمن فاضل اور مستشرق جو ایم دی یولف حفظانِ صحت کے متعلق قرآن پاک کی تعلیمات پر غور و غوض کرنے کے بعد برملا یہ اعتراف کرتا ہے۔ "غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضا کا پاک کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ صاف کرنا اور دانتوں کو مسواک کرنا ' ناک کے اندرونی گرد و غبار وغیرہ کو دور کرنا یہ تمام حفظِ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آبِ رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم کے وجود سے پاک ہوتا ہے "(5)۔

ترک ڈاکٹر ہلوک نورباقی نے "وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ" کے تحت وضو کی طبی افادیت بالتفصیل بیان کی ہے۔ پہلے انہوں نے نظام دوران خون (Circulatory System) پر وضو کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ پھر لمفیٹک سسٹم (Lymphatic System) پر وضو کے ذریعے مرتب ہونے والے اثر پر بحث کی ہے جو متعدی بیماریوں سے

محفوظ رکھنے کا نظام ہے اور آخر میں وضو اور جسمانی برقِ سکونی (Static electricity of the body) پر سائنسی نقطۂ نظر سے گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر نور باقی کے مطابق جس طرح وضو کیا جاتا ہے اس کا مقصد جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تقویت پہچانا ہے۔ اس کی وجوہ یہ ہیں:

۱۔ جسم کو تحفظ دینے والے لمفی نظام (Lymphatic System) کے صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جسم کے کسی چھوٹے سے حصہ کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ وضو اس امر کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

۲۔ جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تحریک دینے کے لیے مرکزی مقام وہ جگہ ہے جو ناک کے پیچھے اور نتھنوں میں ہوتا ہے اور ان مقامات دھونا وضو بطور خاص شامل ہے۔

۳۔ گردن کے دونوں طرف وضو کے ذریعے تحریک پیدا کرنا تحفظ دینے والے لمفی نظام (Lymphatic System) کو بروئے کار لانے میں بے حد اہم ہے (۶)۔

اوپر دیئے گئے حقائق کی وجہ سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وضو کا مقصد انسانی جسم میں تحفظ مہیا کرنے والے نظام کو تقویت دینا نہیں ہے۔ ڈاکٹر موصوف چہرے کی خوبصورتی اور جلد کے نقائص سے بچنے کے لیے وضو کو ایک ڈھال قرار دیتا ہے اس کے نزدیک سکونی برق کا سب سے زیادہ نقصان دہ اثر جلد کے نیچے نزدیک ترین چھوٹے چھوٹے پٹھوں پر اس تسلسل سے پڑتا ہے کہ بالآخر یہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وقت سے پہلے جھریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ چہرے ہی سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ عمل تمام جسم پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اس موقع پر ۔۔۔۔۔ بہت سے لوگوں نے ان لوگوں کے چمکتے ہوئے چہرے کا راز پالیا ہوگا جو ساری زندگی وضو کرنے کا عادی رہے ہیں جو کوئی بھی وضو کی عادت رکھتا ہے وہ یقیناً صحت مند اور نتیجتاً زیادہ خوبصورت جلد کا مالک ہوتا ہے یا ہوتی ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ جب اس خوبصورتی کے لیے کروڑوں کے اخراجات کیے جا رہے ہوں مگر اس دس گنا زیادہ خرچ بھی وضو کی برکات کا مقابلہ نہیں کر سکتا (7)۔

وضو کے دوران ایک مسلمان مختلف اعضاء کو دھوتا ہے۔ محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) مختلف انسانی اعضا پر وضو کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"انسان جب منہ دھوتا ہے تو اس سے آنکھیں دھلتی ہیں' ناک صاف ہوتا ہے چہرے کی جلد دھلتی ہے جس کی وجہ سے جلد میں ایک تازگی اور حسن پیدا ہوتا ہے اور جلد کی جھریوں سے انسان کو حفاظت ملتی ہے۔کہنیوں تک ہاتھ اور پاؤں اچھی طرح دھونے سے انسان جلدی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس عمل سے دوران خون کا عمل ہر اس جگہ تیز ہو جاتا ہے جہاں جہاں پانی پہنچتا ہے۔ میل کچیل نکلنے سے جلد کی رنگت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور مخصوص چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ہر نماز کے ساتھ مسواک کا بھی حکم ہے اس کے بیش بہا فوائد ہیں۔۔۔۔۔ سر اور گردن کا مسح انسان کے سر سے ہلکی پھلکی لگی ہوئی گرد کو جھاڑ دیتا ہے۔یوں بالوں کا حسن قائم رہتا ہے۔وضو کے جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ نفسیاتی طور پر بھی انسان بہت پر سکون محسوس کرتا ہے' سمارٹ نظر آتا ہے اور ذہنی طور پر پاکی کا احساس پیدا ہوتا ہے"(8)۔

وضو کے دوران ہر عضو کے اتنے حصوں کو دھونا لازم قرار دیا گیا ہے' جو کھلے ہوتے ہیں اور براہ راست جراثیموں کی زد میں ہوتے ہیں۔ڈاکٹر حسن غزنوی ' جو شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے میڈیکل کالج سے منسلک ہیں ' اپنے ایک مقالہ بعنوان **Islam and Medicine** میں لکھتے ہیں۔

A Pre-requisite of prayers yet one of the most hygenic procedure as it usually keeps the exposed parts of our body clean and also the parts of entry like mouth and nose thus avoiding infection.(9)

ڈاکٹر شاہد اطہر کلینیکل ایسوسی ایٹ پروفیسر آف انٹرنل میڈیسن اینڈ اینڈوکرینالوجی انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن بھی وضو کی طبی افادیت بیان کرتے ہیں۔

Washing all the exposed areas of the body, hand , feet, face, mouth, nostrils etc. 5 times a day is a healthy

preventive procedure.(10)

وضو کرتے وقت مختلف جسم کے اعضا کو دھونے سے انسانی صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان اثرات کا الگ الگ جائزہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ وضو کے روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے طبی فوائد کا بھی علم ہو سکے۔

دونوں ہاتھ دھونا

جب وضو شروع کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں اور ایسا کرنا سنت نبی اکرم ﷺ ہے۔ اس کا انسانی جسم کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ہم مختلف چیزوں کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں' نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں۔ اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم (Germs) یا مختلف کیمیکلز (Chemicals) ہو سکتے ہیں۔ ہماری فضا' پانی اور زمین میں ہر جگہ ہر وقت جراثیم موجود ہوتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہاتھ دھوئے بغیر کلی کی جائے یا ناک میں پانی ڈالا جائے تو یہ جراثیم ہمارے آلودہ ہاتھوں سے جسم میں منتقل ہو کر مختلف بیماریوں پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں اس لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔ اس سلسلے میں امریکہ کے پروفیسر شاہد اطہر ایم ڈی نے بجا لکھا ہے۔

Hand washing is being emphasized more and more in hospitals now in order to prevent spread of germs. However non- Muslim did not know that hand washing is so important-it has been ordered in Qur'an 1400 years ago.(11)

خواجہ شمس الدین عظیمی کے مطابق جب ہم وضو کے لیے ہاتھوں کو دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر وضو کرنے سے انگلیوں

میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہے (12)۔

کلی کرنا

دوران وضو تین بار کلی کرنا سنت ہے۔اس کے ذریعے دانتوں میں کھانے کے پھنسے ہوئے ذرات منہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔اگر دانتوں سے ان ذرات کو نہ نکالا جائے تو یہ دانتوں، جو دہن اور گلے کے مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔خواجہ عظیمی لکھتے ہیں کہ کلی کرنے سے جہاں منہ کی صفائی ہوتی ہے وہاں دانتوں کی بیماریوں سے نجات ملتی ہے، جبڑے مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں میں چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے قوت ذائقہ بڑھ جاتی ہے اور آدمی ٹونسلز کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے (13)۔

ناک میں پانی ڈالنا

یہ بھی مسنون ہے کہ ناک میں تین بار پانی ڈالیں اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی پہنچائیں اور بائیں سے ناک صاف کریں۔یہ جہاں ظاہری پاکیزگی کا سبب ہے وہاں اس کے طبی فوائد بھی ہیں۔خواجہ شمس الدین عظیمی نے تفصیل سے اس پر بحث کی ہے جو قارئین کرام کی نذر کی جاتی ہے:

کلی کرنے کے بعد ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ناک انسانی جسم میں ایک نہایت اہم اور قابل توجہ عضو ہے۔ناک کی زبردست صلاحیت یہ ہے کہ آواز میں گہرائی اور سہانا پن پیدا کرتی ہے۔ذرا انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو دبا کر بات کرنے کی کوشش کیجئے، آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔ناک کے اندر پردے آواز کی خوبصورتی میں ایک ایک مخصوص کردار ادا کرتے ہیں۔کاسۂ سر کو روشنی فراہم کرتے ہیں۔ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو

بڑا دخل ہے۔ یہ پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف ،گرم اور موزوں بناتی ہے۔ ہر آدمی کے اندر روزانہ تقریباً پانچ سو مکعب فٹ ہوا ناک کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔ ہوا کی اتنی بڑی مقدار سے ایک بڑا کمرہ بھر اجا سکتا ہے۔ برف باری کے موسم میں منجمد اور خشک دن آپ برف پوش میدان میں اسکیٹنگ (Skating) شروع کر دیں لیکن آپ کے پھیپھڑے خشک ہوا سے کوئی ڈلچسپی نہیں رکھتے۔ وہ اس کی ایک رمق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہیں اس وقت بھی ایسی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے جو گرم اور مرطوب فضا میں ملتی ہے یعنی وہ ہوا جس میں اسی فی صد رطوبت ہو اور جس کا درجۂ حرارت نوے فارن ہائٹا سے زیادہ ہو۔ پھیپھڑے جراثیم سے پاک ،دھوئیں یا گرد و غبار اور آلودگیوں سے مصفا ہوا طلب کرتے ہیں۔ ایسی ہوا فراہم کرنے والا معمولی ائر کنڈیشنر (Air-Conditioner) ایک چھوٹے ٹرنک کے برابر ہوتا ہے لیکن ناک کے اندر نظام قدرت نے اس کو اتنا مختصر اور مجتمع (Integrated) کر دیا ہے کہ وہ صرف چند انچ لمبا ہے۔

ناک ہوا کو مرطوب بنانے کے لیے تقریباً چوتھائی گیلن نمی روزانہ پیدا کرتی ہے۔ صفائی اور دوسرے سخت کام نتھنوں کے بال انجال دیتے ہیں۔ ناک کے اندر ایک خوردبینی جھاڑو ہے۔ اس جھاڑو کے اندر غیر مرئی روئیں ہوتے ہیں جو ہوا کے ذریعے معدہ کے اندر پہنچنے والے مضر جراثیم کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جراثیم کو اپنے مشینی انداز میں پکڑنے کے علاوہ غیر مرئی روؤں کے پاس ایک اور دفاعی ذریعہ ہے جسے انگریزی میں (Lysozium) کہتے ہیں۔ اس دفاعی ذریعہ سے ناک آنکھوں کو (Infection) سے بچاتی ہے۔

جب کوئی نمازی وضو کرتے وقت ناک کے اندر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے اندر کام کرنے والی برقی روان غیر مرئی روؤں کی کارکردگی کو تقویت پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ بے شمار پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے (14)۔

چہرہ دھونا

وضو کرتے وقت ایک دفعہ چہرہ دھونا فرض اور تین دفعہ دھونا سنت ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سر کے بالوں کی حدود سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک دھویا جائے اور دونوں ابروؤں کے نیچے تک پانی پہنچے۔ خواجہ عظیمی کے مطابق چہرہ دھونے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس سے عضلات میں نرمی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ گرد و غبار سے بند مسامات کھل جاتے ہیں۔ چہرہ بارونق' پرکشش اور بارعب ہو جاتا ہے۔ منہ دھوتے وقت جب پانی آنکھوں میں جاتا ہے' تو اس سے آنکھوں کے عضلات کو تقویت پہنچتی ہے۔ ڈھیلے میں سفیدی اور پتلی میں چمک غالب آجاتی ہے۔ وضو کرنے والے بندے کی آنکھیں پرکشش' خوبصورت اور پرخمار ہو جاتی ہے۔ چہرہ پر تین بار ہاتھ پھیرنے سے دماغ پر سکون ہو جاتا ہے(15)۔

آج کل جب ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں اور ہمارا گزر ایسے مقامات سے بھی ہوتا ہے جہاں جراثیم بکثرت موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر کوڑے کے ڈھیر پڑے ہوتے ہیں یا جانوروں اور انسانوں کا فضلہ کھلا پڑا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں تو مختلف حیوانات کے اجسام کے ناکارہ حصے جیسے آنتیں اور خون وغیرہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام مقامات جراثیموں کی آماجگاہ ہیں اور جب یہ کھلے پڑے ہوتے ہیں تو ان سے جراثیم فضا کو آلودہ کرتے رہتے ہیں اور جب انسان ایسی جگہ سے گزرتا ہے تو یہ جراثیم ہاتھوں اور چہرے پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم دن میں کم از کم پانچ بار اپنا چہرہ دھوئیں تو ہم ان جراثیموں سے بچ سکتے ہیں جو چہرے پر پہنچنے کے بعد منہ اور ناک کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ آلودگی ہے۔ صنعتی ترقی نے ہمیں اس گھمبیر مسئلہ سے دوچار کر دیا ہے۔ فیکٹریوں کی چمنیوں سے نکلنے والی گیسیں یا پھر گاڑیوں کے سلینسر سے

خارج ہونے والا دھوئیں سے فضا آلودہ ہو رہی ہے۔اس فضا کے اندر کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ کے علاوہ سلفر ڈائی آکسائیڈ شامل ہوتی ہیں۔اگر یہ گیسیں بکثرت فضا میں موجود ہوں اور ایک انسان پسینے سے شرابور ہو تو چہرے پر موجود پسینہ کے قطرے ان گیسوں کے ساتھ عمل کر کے مختلف تیزابوں (کاربانک ایسڈ، سلفیورک ایسڈ) میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور تیزاب انسانی جلد کو خراب کر دیتے ہیں۔اس لیے چہرہ دھونے سے پسینہ، زہریلے کیمیکلز وغیرہ کی تہہ دھل جاتی ہے اور انسان جلدی امراض اور چہرے کی الرجی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

چہرے کو وضو کے دوران دھونے سے انسان متعدد بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔
آنکھوں کی بیماریوں کے دوران ڈاکٹر حضرات بار بار آنکھیں دھونے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حکیم محمد طارق محمود چغتائی کے مطابق وضو کرنے کے بعد بھنوئیں پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔میڈیکل (سائنس) کے اصول کے مطابق اگر بھنوئوں میں نمی رہے تو آنکھوں کے یک ایسے خطرناک مرض سے انسان بچ جاتا ہے جس میں آنکھ کے اندر رطوبت زجاجیہ کم یا ختم ہو جاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ بصارت سے محروم ہو جاتا ہے(16)۔

دن میں متعدد بار وضو کے لیے چہرہ دھونے سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔امریکن کونسل فار بیوٹی (American Council for Beauty) کی سرکردہ ممبر لیڈی پچر نے عجیب و غریب انکشاف کیا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں۔ان کے اسلامی وضو سے چہرہ دھلتا رہتا ہے اور (لوگ) چہرے کے کئی امراض سے محفوظ رہتے ہیں(17)۔

کہنیوں تک ہاتھ دھونا

وضو کرتے وقت کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ ایک بار دھونا فرض اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔اس حصے میں خون کی متعدد نالیاں ہوتی ہیں۔ان میں شریانیں (Arterie)

اور وریدیں (Veins) دونوں شامل ہیں۔ جسم کا یہ حصہ مختلف امراض کی تشخیص کے لیے بڑا مددومعاون ہیں۔ یہیں سے نبض کی رفتار (Pulse) اور فشار خون (Blood Pressure) وغیرہ معلوم کیا جاتا ہے۔ اِس حصے کو دھونے اور مساج کرنے سے انسانی جسم پر مثبت اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔پانی خون کی حدت کو کم کر کے بلند فشارِخون (High Blood Prsssure) کو کم کرتا ہے۔

سر کا مسح کرنا

چوتھائی سر کا مسح یا بھیگے ہوئے ہاتھ سر پر پھیرنا فرض ہے اور ایک بار تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے۔اس عمل کی سائنسی حکمت بیان کرتے ہوئے خواجہ شمس الدین عظیمی رقمطراز ہیں۔

"کائنہ سر کے اوپر بال آدمی کے اندر انیٹیفا (Antenna) کا کام کرتے ہیں۔ یہ بات ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ آدمی اطلاعات کے ذخیرے کا نام ہے۔جب تک اسے کسی عمل کے بارے میں اطلاع نہ ملے ' وہ کوئی کام نہیں کر سکتا مثلاً کھانا ہم اس وقت کھاتے ہیں جب ہمیں بھوک لگتی ہے ' پانی اس وقت پیتے ہیں جب ہمارے اندر پیاس کا تقاضا ہوتا ہے ' سونے کے لیے بستر پر اس وقت لیٹتے ہیں جب ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ اب ہمارے اعصاب کو آرام کی ضرورت ہے۔ خوشی کے جذبات واحساسات ہمارے اوپر اس وقت مظہر بنتے ہیں جب ہمیں خوشی سے متعلق کوئی اطلاع فراہم ہوتی ہے۔اسی طرح غیظ وغضب کی حالت کا انحصار بھی اطلاع پر ہے۔

وضو کرنے کے نیت دراصل ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کر دیتی ہے کہ ہم یہ کام اللہ کے لیے کر رہے ہیں۔وضو کے ارکان پورے کرنے کے بعد جب ہم سر کے مسح تک پہنچتے ہیں تو ہمارا ذہن غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ کی ذات میں مرکوز ہو چکا ہوتا ہے۔ مسح

کرتے وقت جب ہم سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو سر کے بال (Antenna) ان اطلاعات کو قبول کرتے ہیں جو ہر قسم کی کثافت، محرومی اور اللہ سے دُوری کے متضاد ہیں یعنی بندہ کا ذہن اس اطلاع کو قبول کرتا ہے جو مصدرِ اطلاعات (اللہ تعالیٰ) سے براہ راست ہم رشتہ ہے"(18)۔

کانوں کا مسح کرنا

کانوں کا مسح کرنا سُنت ہے۔ کان کے اندر کی طرف پانی سے تر کی ہوئی شہادت کی انگلی سے اور باہر کی طرف انگوٹھے سے مسح کریں۔ اس سے کانوں کی ہر قسم کی آلودگی دور ہو جاتی ہے۔

گردن کا مسح کرنا

وضو میں گردن کا مسح کرنا مستحب ہے لیکن مسلمان وضو کرتے وقت فرض، سنت یا مستحب میں فرق نہیں کرتے بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کامل وضو کیا جائے۔ گردن کے مسح کی بڑی طبی افادیت ہے۔ ایک فرانسیسی دماغی امراض کے سرجن کا کہنا ہے "میں نے جو ریسرچ کی ہے۔ اگر بال بہت بڑھا دیے جائیں اور گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے تو ان لوگوں کے اندر کئی دفعہ (Condensation) خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کے جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اس لیے ڈاکٹر نے سوچا اس جگہ (یعنی گردن کے مسح والی جگہ کو) دن میں دو چار بار ضرور تر رکھا جائے"(19)۔ لہٰذا گردن کا مسح کرنے سے دماغی امراض سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی اپنے مخصوص انداز میں گردن کے مسح کی حکمت بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ماہرین روحانیات نے انسانی جسم کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصہ "حبل الورید" ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں رگ جان سے زیادہ قریب ہوں" یہ رگ جان (حبل الورید) سر اور گردن کے درمیان میں واقع ہے۔ گردن کا مسح کرنے سے انسانی جسم کو ایک خاص توانائی حاصل ہوتی ہے جس کا تعلق ریڑھ کے اندر حرام مغز اور تمام جسمانی جوڑوں سے ہے۔ جب کوئی نمازی گردن کا مسح کرتا ہے تو ہاتھوں کے ذریعے برقی رو نکل کر رگِ جان میں ذخیرہ ہو جاتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی کو اپنی گزہ گاہ بناتے ہوئے جسم کے پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے جس کے ذریعے اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے" (۲۰)۔

پاؤں کا دھونا

دونوں پاؤں ٹخنے سمیت ایک مرتبہ دھونا فرض اور تین مرتبہ ایسا کرنا سنت ہے۔ پاؤں جسم کا وہ حصہ ہے جو چلتے وقت سب سے زیادہ گرد و غبار ، آلودگی جراثیم اور فنجائی کی زد میں ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں پاؤں کو دن میں ایک سے زیادہ بار دھونا ضروری ہے اور شوگر کے مریضوں کے لیے پاؤں کی حفاظت بہت ضروری ہے کیونکہ ذیابیطس کے مریضوں کو پاؤں کی انفیکشن (Infection) زیادہ ہوتی ہے (21)۔ خواجہ شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں کہ دماغ اطلاعات قبول کرتا ہے اور یہ اطلاعات لہروں کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں۔ اطلاع کی ہر لہر ایک وجود رکھتی ہے۔ وجود کا مطلب متحرک رہنا ہے۔ قانون یہ ہے کہ روشنی ہو ، یا پانی اس کے لیے بہاؤ ضروری ہے اور بہاؤ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا کوئی مظہر بنے اور وہ خرچ ہو۔ جب کوئی بندہ پیر دھوتا ہے تو زائد روشنیوں کا ہجوم (Poison) پیروں کے ذریعے ارتھ (Earth) ہو جاتا ہے اور جسمِ انسانی زہریلے مادوں سے محفوظ رہتا ہے (22)۔

غسل کے جسمانی فوائد

مسلمان مردوں اور عورتوں پر بعض صورتوں میں غسل فرض اور بعض صورتوں میں واجب ہو جاتا ہے کن کن اسباب سے غسل فرض یا واجب ہوتا ہے' اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ جنابت کی حالت میں غسل کرنے میں بھی حکمتیں مضمر ہیں۔

حکیم سید کمال الدین حسین ھمدانی لکھتے ہیں کہ "طب شاہد ہے کہ (جنابت کی حالت میں) پسینہ بھی کثیف ہو جاتا ہے اور پسینہ سے جو میل کچیل جسم پر جم جاتا ہے۔ اس کو اگر مل کر صاف نہ کیا جائے تو موجب خارش و داد وغیرہ ہوتا ہے۔ غسل کی پابندی کرنے والے مذکورہ جلدی امراض سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ امراض کے دفعیہ کے علاوہ غسل کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ غسل سے جسم میں تازگی اور توانائی پیدا ہوتی ہے۔ افکار رفاسدہ سے دل و دماغ آزاد ہو جاتے ہیں اور قلب میں فرحت و انبساط اور فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک جوش و خروش انسان محسوس کرتا ہے جس سے صحت بہتر رہتی ہے"(23)۔

نامور جرمن مستشرق جوایکم دی یولف کا یہ جملہ حقیقت کا بر ملا اظہار ہے "غسل اور وضو کے واجبات نہایت دور اندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں(24)"۔ ایک غیر مسلم کا یہ جملہ اس عزلی مصرع کے مصداق ہے۔

اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَ عْدَاء (25)۔

حواشی

۱. المآئدة ۵ : ٦

۲. امین الدین ، حکیم سید۔ طب نبوی ﷺ۔ نقوش ، رسول ﷺ نمبر (لاہو : ادارۂ فروغ اردو ، جنوری ۱۹۸۳ء) جلد چہارم، ص ۹۳

۳. محمد عالمگیر خان ، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید (لاہور : ناشر کا نام ندارد ، ۱۹۷۳ء) ص ۹ ، ۱۰ .

۴. محمد کمال الدین حسین ھمدانی ، ڈاکٹر حکیم سید۔ اسلامی اصولِ صحت (علی گڑھ : حی علی الفلاح سوسائٹی ، اشاعت اول ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) ص ۳۱

5. اشرف علی تھانوی ، مولانا۔ المصالح العقلیة للاحکام النقلیه۔ حاشیہ مفتی جمیل احمد تھانوی (لاہور : کتب خانہ جمیلی ۸۰۔ ڈی ماڈل ٹاؤن ، طبع ثالث مارچ ۱۹۸۰ء) ص ۴۰٦

6. ھلوک نور باقی ، ڈاکٹر۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی : انڈس پبلشنگ کارپوریشن ، ۱۹۹۰ء) ص ۸۷

9. ایضاً۔ ص ۸۸ ، ۸۹

8. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ (لاہور : ڈیفنڈر آف اسلام ٹرسٹ ایمپرس روڈ ، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۸۱

9. Hasan Ghaznawi,Islam and Mdeicine, Islamic Medicine edited by Shahid Athar (Karachi : Pan-Islamic Publishing House, 1989) p .71

10. Shahid Athar "Health Guidlines from Qur'an and Sunnah" in Islamic Medicine. P. 60

11. ایضاً۔ ص ٦۰

12. شمس الدین عظیمی ، خواجہ۔ روحانی نماز (کراچی : مکتبہ روحانی ڈائجسٹ ، س۔ ن) ص ۴۷ ، ۴۸

13. ایضاً ، ص ۴۸

14. ایضاً ، ص ۴۸ ، ۴۹

15. ایضاً ، ص ۵۰

16. محمد طارق محمود چغتائی ، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات جنوری

۱۹۹۹ء) جلد اول۔ ص ۳۰

17. ایضاً ص ۲۹
18. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ روحانی نماز۔ ص ۵۰،۵۱
19. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ص ۳۳،۳۴
20. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ روحانی نماز۔ ص ۵۱
21. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس
22. شمس الدین عظیمی خواجہ۔ روحانی نماز، ۵۱، ۵۲
23. محمد کمال الدین حسین ہمدانی۔ اسلامی اصول صحت، ص ۳۲
24. اشرف علی تھانوی مولانا۔ المصالح العقلیة للاحکام النقلیة، ص ۴۰۶
25. ماہنامہ "نعت" لاہور۔ جلد ۸، شمارہ ۱۱ (نومبر ۱۹۹۵ء) ص ۳۸

باب دھم

حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے طبّی فوائد

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ہر عاقل وبالغ مسلمان پر نمازِ پنجگانہ فرض کی ہے۔ جو اس کی ذہنی و جسمانی صحت اور روحانی نشو ونما کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں متعدد بار نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ(1)۔

(اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)

خلاقِ عالمین نے ایک اور مقام پر نماز کی فرضیت کا یُوں اعلان فرمایا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰباً مَّوْقُوْتاً(2)۔

بے شک نماز مسلمانوں پر اپنے مقرر وقت پر فرض کی گئی ہے

قرآن پاک اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے ایک جگہ اپنے وحدہ لاشریک ہونے کی اٹل حقیقت بتانے کے بعد اپنی عبادت کا حکم دیا اور اقامتِ صلوٰۃ کو اپنی یاد قرار دیا:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ(3)۔

یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تو میری عبادت کیا کر اور میری یاد

کے لیے نمازادا کیا کر۔

سُورۃ ھود میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیلِ(4)۔

اور نماز قائم کیجئے دِن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات کے حصوں میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار میرے پیٹ میں درد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے ؟" میں نے عرض کیا" وہاں اے اللہ کے رسول (ﷺ)!" آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو، کیونکہ نماز میں شفا ہے" (5)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشادِ گرامی اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ جسمانی امراض کے لیے بھی شفا ہے بشر طیکہ اُسے پورے آداب کے ساتھ سُنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کیا جائے۔ نماز کے جسمانی فوائد کے بارے میں علامہ ابن القیم (۶۹۱۔۷۵۱ھ) ارقام پذیر ہیں :

"نماز بدن اور دل دونوں کی صحت کی نگرانی و حفاظت کی عجیب وغریب تاثیر رکھتی ہے اور اِن دونوں سے مواد ردیہ کر نکال دیتی ہے۔ دُنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل، بیماری، آفت یا بلا کے شکار ہوتے ہیں، اِن میں نماز پڑھنے والوں کا تناسب کم سے کمتر ہوتا ہے اور اس کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے" (6)۔

علامہ حسین آفندی "الرسالۃ الحمیدیہ" کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے فائدے کے لیے نماز ہر گز مقرر نہیں کی۔ اُس کا مقصود یہی ہے کہ تم نماز کے بے شمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو (7)۔ ڈاکٹر حسن غزنوی ایم ڈی نے بھی اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

Although the real purpose of prayers is the worship of God, yet there is a large number of additional benefits also (8)-

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے نزدیک نماز سے جہاں روحانی فرحت اور اطمینان قلب

حاصل ہوتا ہے وہاں اس میں جسمانی صحت کے راز بھی مضمر ہیں۔ اس کے تمام ارکان اگر اچھی طرح اور بے قاعدگی کے ساتھ ادا کیے جائیں تو اِس سے کئی جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نماز کی طبّی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ نماز جہاں ہمیں روحانی عروج اور طمانیتِ قلب عطا کرتی ہے اور برائیوں سے نکال کر پاکیزگی کے دائرے میں داخل کرتی ہے وہاں جسمانی صحت کے لیے بھی ممد و معاون ہے۔ جسم کو چاک و چوبند رکھنے، اعصابی تکلیفوں اور جوڑوں کی بیماریوں سے بچانے اور غذا ہضم کرنے میں نماز بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے، علاوہ ازیں صحت جسمانی کے لیے نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ ہمارے خون میں کولیسٹرول یعنی چربی کم کرنے کا کسی حد تک باعث بنتی ہے" (9)۔

ڈاکٹر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی پی ایچ ڈی (علیگ) صدر شعبۂ طب و جراحت، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی تصنیف "اسلامی اصولِ صحت" میں لکھتے ہیں "اگر انسان پابندِ نماز بن جائے.... تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہو گی جس سے جملہ اعضاءِ انسان کا نشو و نما بہتر ہو گا اور ان کی قوت بڑھے گی۔ نیز مفاصل کی ساختیں بھی درست رہیں گی اور مفاصل اپنے افعال صحیح طریقہ سے انجام دیتے رہیں گے اور مفاصل مختلف قسم کے امراض مثلاً تحجر مفاصل وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ اِس کے علاوہ نظامِ تنفس، نظامِ دوران خون اور نظامِ ہضم پر بھی بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدت العمر امراض و آفات جسمانی سے محفوظ رہے گا اور اپنے فرائضِ زندگی کو صحیح اور بہتر طریقہ پر انجام دیتا رہے گا" (10)۔

وہ اِسی کتاب میں نماز کا دیگر ادیان و مذاہب کی عبادات سے موازنہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر دم تازہ دم رکھتی ہے سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے۔ کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ

اعضاءِ جسم میں تحریک وطاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت بر قرار رہتی ہے"(11)۔

ترکی کے ڈاکٹر ہلوک نورباقی کا خیال ہے کہ کوئی جدید علم یا سائنس نماز کے اسرار کا مکمل فہم رکھنے سے قاصر ہے۔وہ لکھتے ہیں۔

No science has the power to unravel or outline the mysteries of Prayer. In particular, to view prayer merely as a physical exercise is as ridiculous as believing that there is nothing more to the universe than the air we breathe.

کوئی سائنس اس قابل نہیں ہے کہ وہ صلوٰۃ کے رازوں کو پا سکے یا ان کا احاطہ کر سکے۔خاص طور پر اگر صلوٰۃ کو محض ایک جسمانی ورزش سے تعبیر کیا جائے تو یہ اس قدر احمقانہ بات ہو گی جیسے یہ تصور کر لینا کہ کائنات میں اس ہوا کے سوا کہ جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور کچھ نہیں ہے۔

ڈاکٹر ہلوک نے نماز کے روحانی پہلو پر بہت زور دیا ہے لیکن وہ بھی اس کے جسمانی فوائد کو یکسر نظر انداز نہیں کرتے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔

Today, even materialists acknowledge that there can be no prescription other than prayer for the relief of jionts.(13)-

آج کے دور میں مادہ پرست لوگ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کو جوڑوں (کے درد) کے آرام کے لیے نماز سے بہتر نسخہ کوئی اور نہیں ہے۔

حکیم محمد طارق محمود چغتائی نماز کو جسمانی صحت کے لیے بہت اہم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں "نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضا کی خوشنمائی و خوبصورتی کا ذریعہ ہیں وہاں اندرونی اعضا مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں"(14)۔

کچھ امراض ایسے ہیں جن سے صرف نماز قائم کر کے محفوظ رہا جا سکتا ہے کیونکہ نماز کی ادائیگی سے جسم میں ان امراض کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اس سلسلہ میں ڈاکٹر حسن غزنوی کے یہ الفاظ لائقِ مطالعہ ہیں۔

In addition to saving us from the sins and elevating us to

the heights of spirituality prayers are great help in maintaining our physical health. They keep our body acitve, help digestion and save us from muscle and joint diseases through regular balanced exercise. They help the circulation of blood and also mitigate the bad effect of Cholestrol. Prayers play a vital vole in acting as preventive measure against heart attack, paralyses, premature senility, dementia, loss of control on sphincters, diabetes mellitus etc .... Heart patients should offer the five obligatory prayers regularly as they get the permission from their doctor to leave bed (15)-

اہلِ مغرب آج مختلف قسم کی ورزشیں کرتے ہیں تاکہ اُن کے اجسام میں کولیسٹرول کی مقدار ایک حد سے نہ بڑھے۔اِس کے علاوہ اُن کے جسم کے تمام نظام مؤثر طریقے سے کام کریں۔ انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت مند رہ سکیں۔ جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ”دی ہائف“ میں نامور جرمن فاضل اور مستشرق جوائیم دی یولف نے اِس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

”اگر اہلِ یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں“ (16)۔

ایک پاکستانی ڈاکٹر ماجد زمان عثمانی (17) یورپ میں فزیو تھراپی کی اعلیٰ ڈگری کے لیے گئے۔ جب وہاں ان کو بالکل نماز کی طرح ورزش پڑھائی اور سمجھائی گئی تو یہ اِس ورزش کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم نے آج تک نماز کو ایک دینی فریضہ سمجھا اور پڑھتے رہے لیکن یہاں تو عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں کہ ورزش کے ذریعے تو بڑے بڑے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی فہرست دی کہ جو بیماریاں نماز کے ذریعے از خود سر انجام پانے والے ورزش سے درست ہو سکتی ہیں۔

1. دماغی امراض **(Mental Diseases)**

1. دماغی امراض (Mental Diseases)
2. اعصابی امراض (Nerve Diseases)
3. نفسیاتی امراض (Psychic Diseases)
4. بے سکونی، ڈیپریشن اور بے چینی کے امراض (Restlessness, Depression and Anxiety)
5. دل کے امراض (Heart Diseases)
6. جوڑوں کے امراض (Arthritis)
7. یورک ایسڈ سے پیدا ہونے والے امراض (Diseases due to Uric Acid)
8. معدے کا السر (Stomach Ulcer)
9. شوگر (Diabetes mellitus)
10. آنکھوں اور گلے وغیرہ کے امراض (Eye and E.N.T. Diseases)

ارکانِ صلوٰۃ کی سائنسی توجیہات

اِسلام کے تمام احکام پر عمل پیرا ہونے میں انسان کواَن گنت روحانی فوائد کے علاوہ جسمانی ذہنی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ آج اِسلامی عبادات کی سائنسی توجیہات سامنے آرہی ہیں۔ نماز کا ہر رُکن کسی نہ کسی طبّی و نفسیاتی افادیت کا حامل ہے۔ اِس سلسلے میں ڈاکٹر محمد کمال الدین حسین ہمدانی رقمطراز ہیں۔

"ارکان نماز کو فرداً فرداً تشریحی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہو گا کہ ہر رکنِ نماز کی ادائیگی میں مخصوص عضلات و مفاصل میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور مخصوص عضلات کی ورزش ہوتی ہے۔ علمِ تشریح (Physiology) کا یہ ایک کلیہ ہے کہ جب انسان کسی حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو متعلقہ مراکز دماغ سے تحریک مخصوص اعصاب کے ذریعہ متعلقہ عضلات میں پہنچتی ہے اور عضلات حسبِ محل منقبض یا منبسط ہو کر افعال مطلوبہ انجام دیتے ہیں اور جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکانِ نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت

ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشوو نما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔ نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔ جس سے جسمِ انسان کی تازگی اور طاقت بحال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی معیار پر جاری رہتے ہیں۔ نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر دم تازہ دم رکھتی ہے۔ سستی اور اضمحلال کی جسم میں بڑھنے نہیں دیتی مگر دوسرے مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے" (18)۔

علامہ ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ نماز نفس اور بدن دونوں کے لیے ریاضت ہے۔ اِس لیے اس میں قیام و قعود، سجدہ ورکوع اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اس کی وضع بدلتی رہتی ہے اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنبش کرتے رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضا معدہ، آنتیں، آلات تنفس اور قناۃ غذا ان سب کی وضع حرکات میں تغیر آجاتا ہے پھر ایسی صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض مواد غیر ضروریہ تحلیل نہ ہو جائیں (19)۔

تکبیر تحریمہ

جب ہم ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانے کے پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔ دل کے مریض کے لیے ایسی ورزش بہت مفید ہے جو کہ نماز پڑھتے ہوئے خود بخود ہو جاتی ہے اور یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے (20)۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے مطابق نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات

(Flexors) اور کندھے کے جوڑ کے عضلات حصہ لیتے ہیں اور اِن کی ورزش ہو جاتی ہے (21)۔
خواجہ شمس الدین عظیمی جو روحانیات اور پیراسائیکالوجی کے ماہر ہیں، نے نیت باندھنے کی سائنسی توجیہہ بیان کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ دماغ میں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں اور خلیوں میں برقی رو دوڑتی رہتی ہے۔ اِس برقی رو کے ذریعے خیالات شعور اور تحت الشعور سے گذرتے رہتے ہیں۔ دماغ میں کھربوں خلیوں کی طرح خانے بھی ہوتے ہیں۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے جس میں برقی رو فوٹو لیتی رہتی ہے اور تقسیم کرتی رہتی ہے۔ یہ فوٹو بہت ہی زیادہ تاریک ہوتا ہے یا بہت زیادہ چمک دار۔ ایک خانہ ہے جس میں کچھ اہم باتیں ہوتی ہیں اور اِن اہم باتوں میں وہ باتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں شعور نے نظر انداز کر دیا ہوتا ہے اور جن کو ہم روحانی صلاحیت کا نام دے سکتے ہیں۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر سر کے دونوں کانوں کی لو کے قریب لے جاتا ہے تو ایک مخصوص برقی رو نہایت باریک اگ اپنا کنڈنسر (Condensor) بنا کر دماغ میں جاتی ہے اور دماغ کے اندر اِس خانے کے خلیوں (Cells) کو چارج کر دیتی ہے جس کو شعور نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ خلیے چارج ہوتے ہیں تو دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے اور اس جھماکے سے تمام اعصاب متاثر ہو کر اِس خانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روحانی صلاحیتیں مخفی ہیں ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کے اندر ایک تیز رو دماغ میں سے منتقل ہو جاتی ہے (22)۔

قیام

قیام میں جسم بالکل بے حرکت اور ساکن ہوتا ہے۔ ایسی کیفیت سے انسانی جسم پر درج ذیل اثرات پڑتے ہیں۔

1. جب نمازی قرأت شروع کرتا ہے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد کے مطابق اتنی اونچی آواز سے قرأت کرتا ہے کہ اس کے اپنے کان سُن سکیں، تو اِن

الفاظِ قرآن کے انوارات پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جو امراض کے دفعیے کے لیے اکسیرِ اعظم ہیں۔

2. قیام سے جسم کو سکون کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

3. نمازی چونکہ قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے اس لیے اس کا جسم ایک نُور کے حلقے میں مسلسل لپٹا رہتا ہے اور وہ جب تک اس حالت میں رہتا ہے تو اِس وقت تک وہ نُور جسے سائنسی زبان میں غیر مرئی شعاعیں **(Invisible rays)** کہتے ہیں اس کا احاطہ کیے ہوتی ہیں۔

4. قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے اگر روزانہ ۴۵ منٹ ایسی حالت میں کھڑے رہیں تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

5. قیام سے موخر دماغ **(Pons)** جس کا کام چال، ڈھال اور جسم انسانی کی رفتار کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے، قوی ہو جاتا ہے اور ایک ایسے خطرناک مرض سے بچا رہتا ہے جس سے آدمی اپنا توازن درست نہیں رکھ سکتا۔

مندرجہ بالا نقاط نشتر میڈیکل کالج ملتان کے جرنل **"Research"** میں میڈیکل سائنس کے ایک ماہر نے بیان کیے ہیں **(23)**۔

ہاتھ باندھنا

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے مطابق ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے پیچھے والے پٹھے **(Flexors)** اور کلائی کے آگے اور پیچھے کھینچے والے پٹھے **(Flexors and Extensors)** حصہ لیتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے **(24)**۔

اسلام نے ہر اچھا عمل کرنے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کرنے پر زور دیا ہے۔ نماز میں بھی بایاں ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور دائیں ہاتھ سے اُسے گرفت میں لیا جاتا ہے۔ دراصل

انسانی اعضا کے دائیں اطراف اور بائیں اطراف کی کیفیات الگ الگ ہیں۔ دائیں حصے خاص طور پر دائیں ہاتھ سے غیر مرئی شعاعیں (Invisible rays) نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) ہوتی ہیں اور بائیں ہاتھ سے جو شعاعیں نکلتی ہیں وہ منفی (Negative) ہوتی ہیں۔۔۔۔ (چنانچہ) دائیں ہاتھ کی مثبت شعاعیں (Positive rays) بائیں ہاتھ سے منتقل ہو کر طاقت، قوت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں جس کی وجہ سے انسان معمولات زندگی میں متوازن رہتا ہے اور پریشان نہیں رہتا۔

نماز میں عورتیں اور مرد ایک مقام پر ہاتھ نہیں باندھتے۔ عورتیں سینہ پر جبکہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اس سے انسانی جسم کو بعض فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مرد جب ناف پر یا اس کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں تو دونوں ہاتھوں سے لہریں نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Posi-tive) اور منفی (Negative) ہوتی ہیں۔ اب اِن لہروں کے امتزاج سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو ناف کے ذریعے نظامِ اعصاب تک پہنچتا ہے جس سے گردے اور غدہ فوق الکلیہ (Adrenal glands) قوی ہوتے ہیں جس سے جنسی قوت قوی اور محرک ہوتی ہے۔

عورتیں نیت کے بعد جب سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں تو اُن کے دل میں صحت بخش حرارت منتقل ہوتی ہے اور وہ غدود نشوونما پاتے ہیں جن پر بچوں کی غذا کا انحصار ہے۔ نماز قائم کرنے والی ماؤں کے دودھ میں ایک خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جدید سائنس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں جب سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص مراقبہ کرتی ہیں جس میں دُنیا سے کٹ کر کسی پر سکون خیال میں کھو جاتی ہیں (جیسا کہ نمازی عورت اللہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے) تو ایسی حالت میں ایک خاص قسم کی ریز (rays) پیدا ہوتی ہیں جو بقول ڈاکٹر ڈارون ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ہوتی ہیں جو اس کے جسم میں داخل اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور اس کے جسم میں قوت مدافعت (Immunity) کے بڑھنے سے وہ جسم کبھی بھی خلیات کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتا (25)۔

دورانِ قیام امام کی تلاوت

فرض نمازوں کی پہلی دو رکعت (سوائے ظہر و عصر) اور نمازِ تراویح میں قیام کی حالت میں امام سُورۂ فاتحہ اور قرآن پاک کا کچھ حصہ بآوازِ بلند تلاوت کرتا ہے۔ اس دوران مقتدی کو صرف قرآن پاک سُننے اور اُس پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ قرآن پاک کی تلاوت سے سُننے والوں پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں "ہر لفظ کا ایک خزانہ ہے اندھیری رات میں کسی مظلوم کی پکار ہزاروں دلوں کو ہلا دیتی ہے۔ ایک بیمار کی کراہ روح کو چیر کر نکل جاتی ہے۔ کسی آتش بیان کی تقریر، اورنگ جہانبانی کو اُلٹ سکتی ہے یورپ کے ایک غیب بین نے حروف تہجی کو "تیسری آنکھ" سے دیکھا تو اُسے مختلف حروف سے مختلف رنگ کی شعاعیں نکلتی دکھائی دیں اور جب الہامی صحائف کے حروف کو دیکھا تو اِن شعاعوں کا دائرہ وسیع تر پایا اور وہ اِس نتیجہ پر پہنچا کہ الہامی الفاظ توانائی کے زبردست یونٹ **Highly ener-gised** ہیں، جن سے جسمِ خاکی کے امراض تک کو دور کیا جاسکتا ہے" (26)۔

رکوع

گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو جھکانے کی حالت کو رکوع کہتے ہیں۔ اِس حرکت میں جسم کے تمام پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔ اس میں کولہے کے جوڑ پر جھکاؤ **(Flexion)** میں ہوتے ہیں کہنیاں سیدھی کھینچی ہوئی **(Extended)** ہوتی ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اور اِن تمام کے پٹھے چُست حالت میں رہتے ہیں جب کہ پیٹ اور کمر کے پٹھے، جھکتے اور سیدھے ہوتے وقت کام کرتے ہیں۔ اس طرح رکوع سے جسم کے متعدد اعضاء کی ورزش ہو جاتی ہے (27)۔

ڈاکٹر محمد نواز صاحب پرنسپل راولپنڈی میڈیکل کالج رکوع اور سجدہ کو گھٹنوں اور کمر درد کے مریضوں کا علاج قرار دیتے ہیں۔ رکوع سے حرام مغز **(Spinalcord)** کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مریض جن کے اعضائن ہو جاتے ہیں وہ اس مرض سے

بہت جلد افاقہ حاصل کر لیتے ہیں۔ رکوع سے کمر کے درد کے مریض یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم (Inflammation of spinal cord) ہو گیا ہو بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل ست پڑ جاتا ہے اور اس سے ٹانگوں کے فالج زدہ مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف دوران خون کے بہاؤ (Circulation of blood) کی وجہ سے دماغ اور آنکھوں کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے(28)۔

سجدہ

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان نے سجدے کی سائنسی توجیہہ اور طبی افادیت تفصیلاً بیان کی ہے جو من و عن نقل کی جاتی ہے:

سجدہ میں کولہے، گھٹنے ٹخنے اور کہنیوں پر جھکاؤ (Flexion) ہوتا ہے جب کہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے کے پٹھے اور کمر و شکم کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں' اور کندھے کے جوڑ کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں'

سجدے میں عورتوں کیلئے گھٹنوں کو چھاتی سے لگانا احسن ہے۔ یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے (Retroversion of uterus) کا بہترین علاج ہے۔ سجدے میں اور بھی بہت سے جسمانی فوائد مضمر ہیں۔ دماغ کو خون کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ رئیس الاعضاء ہے مگر اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس تک خون پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے' بالخصوص اس وقت جب شریانیں بھی تنگ ہوں۔ سجدہ دماغ کو خون کی فراہمی کے لیے نہایت ہی موزوں عمل ہے۔

دماغ عام حالت میں بیشتر وقت دل کے پمپ سے اونچا رہتا ہے۔ اس لیے دماغ میں خون کی سرایت قدرے مشکل ہوتی ہے مگر سجدے میں دماغ دل سے نیچے ہوتا ہے اس لیے

اس حالت میں اس کو خون باآسانی اور باافراط پہنچتا ہے۔ جتنا لمبا سجدہ ہوگا' اتنا ہی زیادہ خون دماغ کو پہنچے گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے طویل سجدوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بنابر ایں جو لوگ نماز کے عادی ہوتے ہیں' ان کی عقل و فہم' یادداشت اور نفسیاتی صحت لمبی عمر تک درست رہتی ہے۔ کسی عمر میں بھی خداوند کریم کے حضور میں خلوص دل سے کیے ہوئے لمبے سجدے' روحانی' دماغی اور نفسیاتی صحت کے لیے ممد و معاون ہیں (29)۔

جرمن مستشرق جوالیکم دی یولف کے مطابق سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دیگر اعضا ایک کشش کے ساتھ پھیلانا اور سمیٹنا فربہی کی مضرتوں کو دور کر دیتا ہے (30)۔ شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی کا کہنا ہے "نمازی آدمی کے چہرے پر تازگی رہتی ہے کیونکہ نماز اور سجدہ کی وجہ سے اس کی تمام شریانوں میں خون پہنچتا رہتا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا اس کے چہرے پر ایک افسردگی سی پھیلی رہتی ہے اس لیے حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو نماز پڑھتا ہے اس کے چہرے پر صالحین کا نور ہوگا" (31)۔

قعدہ

التحیات پڑھتے وقت جب کہ جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے' گھٹنے اور کولہے پر جھکاؤ ہوتا ہے۔ ٹخنے اور پاؤں کے اعضلات پیچھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ کمر اور گردن کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے ان اعضلات کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے۔ ورزش کا یہ اصول ہے کہ سخت ورزش کے بعد کچھ دیر توقف کیا جاتا ہے اور لمبے لمبے سانس لیے جاتے ہیں یا نسبتاً ہلکی ورزش کی جاتی ہے۔ نماز میں بھی رکوع اور سجدوں کے بعد قعدہ میں بیٹھنا اسی اصول کا بہترین مظہر ہے (32)۔

سلام :

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے ت سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں اور بائیں طرف کے پٹھے کام کرتے ہیں۔ یہ گردن ں بہترین ورزش ہے جو نماز کی ادائیگی کے باعث خود بخود ہو جاتی ہے(33)۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ڈاکٹر قاضی عبدالواحد کے مطابق نمازی کو سلام پھیرنے کیلئے سر دائیں بائیں کرنا پڑتا ہے اور ایسا کئی بار ایک نماز میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسا کرنے والا امراض قلب(Heart Diseases) اور اس کی اندرونی پیچیدگیوں سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور بہت کم ان امراض میں مبتلا ہوتا ہے(34)۔ آج کل بعض لوگ باقاعدگی سے نماز بھی ادا کرتے ہیں لیکن ان کی نماز انہیں جسمانی، نفسیاتی اور روحانی فوائد سے بہرہ مند نہیں کرتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نماز ادا نہیں کرتے۔ دوسرا ان کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف لوگوں میں اپنے تقویٰ کی دھاک بٹھانے کی خاطر نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انتہائی اور کاہلی سے نماز ادا کرتے ہیں اور نماز کے ارکان کی صحیح طریقے سے ادائیگی نہیں کرتے۔ پھر ان کی نماز میں خضوع و خشوع کا فقدان ہوتا ہے۔ وہ جو الفاظ پڑھ رہے ہوتے ہیں یا تو ان کا مفہوم سمجھتے نہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو ان پر غور و فکر نہیں کرتے۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کو منافق قرار دیا گیا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا(35)۔

(بے شک منافق (اپنے گمان میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں (اس دھوکہ بازی کی) سزا دینے والا ہے اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہل بن کر (وہ عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے (مگر تھوڑی دیر)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں :

1. منافق کاہلی اور سستی سے نماز پڑھتے ہیں۔
2. وہ صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔
3. وہ اللہ کا ذکر تھوڑی دیر تک کرتے ہیں یعنی نماز میں جلدی کرتے ہیں اور ارکان نماز درست طریقے سے ادا نہیں کرتے۔
4. نماز میں کسل اور ریاکاری منافقین کی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ o اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ o
اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ (36)۔

(پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کی ادائیگی سے غافل ہیں وہ جو ریاکار ہے)

یہاں نماز میں غفلت اور ریاکاری کے مرتکب نمازیوں کے لیے بڑی سخت وعید ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی نمازوں میں ریاکاری کا ارتکاب ہرگز نہ کریں۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان (37) کے مطابق نماز اگر صحیح انداز سے ادا کی جائے تو ہر عمر کے مرد و زن کیلئے عبادت کے ساتھ ساتھ نہایت متوازن اور مناسب ورزش کا کام دیتی ہے۔ عموماً نماز میں مندرجہ ذیل کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے اس کی طبی افادیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

1. ہم رکوع میں جھکی ہوئی کمر کو سیدھا یعنی زمین کے متوازی نہیں رکھتے۔
2. اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر سجدے میں نہیں جاتے۔
3. سجدے میں کہنیاں زمین پر لگا لیتے ہیں اور ہتھیلیوں پر بوجھ نہیں ڈالتے۔
4. مرد سجدے میں رانوں کو پیٹ کے ساتھ لگا لیتے ہیں اور اس طرح پیشانی کو زمین پر گھٹنوں کے قریب ہی رکھ لیتے ہیں۔
5. سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھ گھٹنوں کے اوپر نہیں رکھتے بلکہ زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے ہیں۔
6. سلام پھیرتے وقت گردن کو پوری طرح نہیں موڑتے۔

حواشی

1. البقرۃ ۲ : ۴۳
2. النسآء ۴ : ۱۰۳
3. طٰہٰ ۲۰ : ۱۴
4. ہود ۱۱ : ۱۱۴
5. ابن ماجہ ' کتاب الطب جلد ۲ ' حدیث ۳۴۵۸۔
6. ابن القیم الجوزیہ ' شمس الدین محمد بن ابی بکر۔ طب نبوی ﷺ ۔ مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی (لاہور : فاروقی کتب خانہ ' الفضل مارکیٹ اردو بازار ' اگست ۱۹۹۳ء) ص ۴۰۹۔ ۴۱۰
7. محمد اسحق علی ' مولانا سید (مترجم) ' سائنس اور اسلام۔ علامہ حسین آفندی "الرسالۃ الحمیدیہ" (لاہور : ادارۂ اسلامیات ' اکتوبر ۱۹۸۴ء) ص ۱۲۸
8. Shahid Athar (ed.) Islamic Medicine (Karachi: Pan- Islamic Pub lishing House, 1989) p.68
9. محمد عالمگیر خان ' ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید (یہ مقالہ چودہویں آل پاکستان سائنس کانفرنس انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں ۱۰ مارچ ۱۹۶۷ء کو پڑھا گیا ' جو بعد میں مجلہ "قومی صحت ' لاہور میں شائع ہونے کے علاوہ الگ کتاب شکل میں طبع ہوا) ص ۵۔
10. محمد کمال الدین ہمدانی ' ڈاکٹر حکیم سید۔ اسلامی اصول صحت (علی گڑھ : حی علی الفلاح سوسائٹی ' اشاعت اول ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) ص ۳۵ ' ۳۶
11. ایضاً ' ص ۳۶
12. Haluk Nurbaki, Dr. Verses from the Holy Koran and the Facts of Science. Translated by Metin Beynam (Karachi: Indus Pulishing Corporation, 1992) p. 180
13. ایضاً ص ۱۸۶
14. محمد طارق محمود چغتائی ' حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات ' جنوری ۱۹۹۹ء / رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ) جلد اول ص ۴۰

15. Shahid Athar (ed). Islamic Medicine op. cit. p.68

16. اخبار وکیل ۱۸ اجون ۱۹۱۳ء بحوالہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیۃ (لاہور: کتب خانہ جمیلی، ۸۰۔ ڈی ماڈل ٹاؤن، طبع ثالث مارچ ۱۹۸۰ء) ص ۴۰۶

17. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس۔ جلد اول۔ ص ۴۳، ۴۴، ۴۴۔

18. محمد کمال الدین ہمدانی۔ اسلامی اصول صحت، ص ۳۶

19. ابن القیم الجوزیہ۔ طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۹۹

20. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس۔ جلد اوّل، ص ۵۰

21. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۷

22. شمس الدین عظیمی، خواجہ، روحانی نماز (کراچی: مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، س۔ن) ص ۵۴، ۵۵

23. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اوّل۔ ص ۶۴، ۶۵

24. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید ص ۷

25. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۵، ۶۶

26. غلام جیلانی برق، ڈاکٹر من کی دنیا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت پنجم، ۱۹۷۷ء) ص ۲۴۴

27. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۱۷

28. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۶، ۶۷

29. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۷، ۸

30. اشرف علی تھانوی، مولانا۔ المصالح العقلیۃ للکلام النفلیہ، ص ۴۰۶

31. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس حصہ اول، ص ۶۸

32. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۸

33. ایضاً

34. چغتائی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، حصہ اول، ص ۶۹

35. النساء ۴: ۱۴۲

36. الماعون ۱۰۷: ۴۔۶

37. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۷

باب یازدھم

اقامتِ صلوٰۃ۔۔۔۔ نفسیاتی عوارض کا علاج

اقامتِ صلوٰۃ ایمان لانے کے بعد اِسلام کا پہلا بنیادی رُکن ہے۔اِس کے اَن گنت روحانی و جسمانی فوائد ہیں۔چونکہ حدیث پاک میں اسے شفا قرار دیا گیا ہے اس لیے یہ ہر قسم کی جسمانی و نفسیاتی بیماریوں سے تدارک کا انمول علاج ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز کو اس وقت نفسیاتی عوارض کا شافی علاج بتایا جب نفسیات (Psychology) کے بارے میں بہت کم معلومات سے تھیں۔ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں :

"انسان کو غم اور قلق سے نجات دینے میں نماز بہت مؤثر ہے۔جب انسان زندگی کے مشاغل اور مشکلات سے کنارہ کش ہو کر پورے خشوع اور شانِ بندگی کے ساتھ نماز میں اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے، زندگی کی بھاری ذمہ داریوں اور مشکلات کا پیدا کردہ اعصابی تناؤ اور اضطراب ختم ہو جاتا ہے"(1)۔

علامہ ابنِ قیم نماز کو قلب و روح کے لیے نہایت اہم قرار دیتے ہیں۔ان کے مطابق نماز قلبی، روحانی اور نفسیاتی امراض سے محفوظ رکھتی ہے۔وہ اقامتِ صلوٰۃ کی افادیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"نماز سے دل اور روح دونوں اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں، اُس کا قرب نصیب ہوتا ہے، اس کے ذکر کی نعمت کے حصول سے دل کھل جاتا ہے، اس کی مناجات سے مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کے سامنے کھڑا ہونے کا تصور اور اس کی عبودیت میں اپنے

تمام بدن اور اعضاء اور تمام قوتوں کو استعمال کرنے میں ہر عضو کو بندگی کا پورا پورا لطف حاصل ہوتا ہے، وہ مخلوق کے تعلق، باہم میل جول اور ملنے جلنے سے اپنے ربِ فاطر کی طرف کھنچ جاتے ہیں، اور بحالتِ نماز وہ اپنے دشمن سے بے پرواہو کر آرام پاتا ہے، اور نماز اس کے لیے سب سے بڑا علاج بن جاتی ہے، مفرحات قلب میں سب سے زیادہ نماز ہی کو اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور اسے ایسی غذائیں میسر آتی ہیں جو صحت مند قلوب کے لیے اور بھی زیادہ مفید ہیں........ نماز دنیاو آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیاو آخرت کے مقاصد کو دفع کرنے میں سب سے عمدہ معاون مددگار ہے، نماز گناہ کو روکتی ہے اور قلوب کے امراض کو دفع کرتی ہے اور جسم سے بیماری کو دور کر دیتی ہے، دل کو روشن، چہرہ کو تابندہ کرتی ہے، نفس اور اعضا کو نشاط بخشتی ہے، روزی کو کھینچ کر لاتی ہے، ظلم کا دفعیہ کرتی ہے، اور مظلوم کے لیے مددگار ہے، خواہشاتِ نفسیاتی کے اخلاط کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے۔ نعمت کی محافظ اور عذاب کو دور کرنے والی اور رحمت کے نزول کا باعث ہے، اور غم و بے چینی کو دور کرنے والی ہے"(2)۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نزدیک نماز قلبی سکون کا ذریعہ ہے۔ اس لیے جب نمازوں کے اوقات شروع ہوتے تو رسول اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے۔

"اے بلال! نماز کے ذریعہ ہمیں راحت پہنچاؤ"(3)۔

نماز کئی نفسیاتی عوارض (Psychological diseases) کا علاج بھی ہے۔ جیسے احساسِ گناہ (Guilt complex)، خوف (Fear complex) اور احساس کمتری (Inferior-ity complex) اور مایوسی (Depression) وغیرہ۔

نماز اور احساسِ گناہ

ماہرین نفسیات احساسِ گناہ کی تعریف یوں کرتے ہیں "یہ ایک جذباتی کیفیت ہے

جس میں ہمیشہ یہ احساس رہتا ہے کہ اس نے کسی اخلاقی قدر کو پامال کیا ہے۔ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان نے اپنے اندر اپنے لیے یا اپنے یقین کے سلسلہ میں کوئی اخلاقی معیار قائم کر لیا ہو" (4)۔

نماز اس احساسِ گناہ کا بہترین علاج ہے جس کی وجہ سے انسان میں قلق و اضطراب پیدا ہوتا ہے جو نفسیاتی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ نماز گناہوں کو دھو دیتی ہے اور خطاؤں کے میل کچیل سے نفس کو پاک کر دیتی ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رضا کی امید پیدا کر دیتی ہے (5)۔

نماز دو طرح سے احساسِ گناہ (Guilt complex) کا علاج ہے :

اولاً : نماز اس سبب کے خلاف ایک مومن کا دفاع کرتا ہے جو احساسِ گناہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (6)۔

بے شک نماز بے حیائی اور گناہ سے روکتی ہے۔

ثانیاً : نماز کے ذریعے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ایک مومن کو احساسِ گناہ سے رہائی ملتی ہے اس سلسلے میں احادیث کی کتب میں متعدد ایسے ارشاداتِ رسول ﷺ موجود ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم، رسولِ محترم، سیدِ عرب و عجم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز سے لے کر دوسری نماز تک ہونگے (7)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا : تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو، اس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ کرام نے

عرض کیا: کچھ میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹادیتے ہیں(8)۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی بندہ کوئی گناہ کرنے کے بعد اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے بخش دیتے ہیں(9)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندۂ مومن وضو کرتا ہے، اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ چہرے کے سارے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ ہاتھوں کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں جب پیروں کو دھوتا ہے تو پیروں کے کیے ہوئے سارے گناہ پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر وضو سے نکلتا ہے(10)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں۔ جب تک کہ کبائر کا ارتکاب نہ کیا ہو(11)۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان طہارت کرے پھر پوری طہارت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے اس کے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو ان نمازوں کے بیچ میں کرے گا(12)۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز گناہوں کو مٹاتی ہے۔ دو نمازوں کے درمیانی وقفہ میں سرزد ہونے والے گناہِ صغیرہ اللہ تعالیٰ نماز کے ادا کرنے سے معاف فرما دیتا ہے۔ ایک سچا مومن اگر بشری تقاضوں کے تحت گناہ کر بیٹھتا ہے تو وہ نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت سے اُس کا گناہ

معاف کر دیتا ہے۔ اس طرح نماز ادا کرنے کے بعد ایک گناہگار انسان احساس گناہ کی نفسیاتی الجھن سے بچ جاتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزی سے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے تائب ہو جاتا ہے اور احساسِ ندامت کے آنسو نکل آتے ہیں بارگاہِ ایزدی سے معافی کا پروانہ جاری ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے والا ایک ایسے انسان کی مانند ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

خوف اور نماز

خوف یعنی(Fear complex) بھی ایک نفسیاتی عارضہ ہے اور کسی ناگہانی صورتِ حال کے پیش آنے کے خطرے کے تحت انسانی ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ (Fear complex) کی بنیاد مستقبل میں پیش آنے والی متوقع مشکلات، تکالیف اور عذاب کا ڈر ہوتا ہے پھر آخرت کے جزاوسزا پر ایمان رکھنے والوں کو اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے نماز اس سے بھی نجات دلاتی ہے ایک نمازی انسان اس دُنیا میں گناہوں سے بچتا ہے، پھر نماز قائم کرنے کے باعث اُس کے گناہِ صغیرہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ ایک سچا مومن جو پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے وہ کبائر سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کو وقت پر ادا کرنے والوں کو جنت کا مژدہ سُنایا ہے اس لیے نماز اپنی اگلی زندگی کے بارے (Fear complex) سے مکمل طور پر محفوظ رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنن ابو داوٗد میں نقل کیا گیا ہے۔

"اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میں نے آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اپنے تئیں عہد کیا ہے کہ جو میرے پاس اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس نے ان نمازوں کو اِن کے اوقات پر پابندی سے ادا کیا ہوگا اسے میں جنت میں داخل کروں گا اور جس نے ان

نمازوں کی پابندی نہ کی تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں (13)۔

نماز اور احساس کمتری

نماز تمام مسلمانوں کو یہ درس دیتی ہے کہ وہ بحیثیت انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں۔ نماز امیر اور غریب، حاکم اور محکوم، آقا اور غلام، گورا اور کالا، عربی اور عجمی سب کو ایک صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔ باجماعت نماز پر اسی لیے زور دیا گیا ہے کہ یہ اُمتِ مسلمہ کی اجتماعیت اور مساوات کا اظہار ہے۔ جب ایک انتہائی مفلس شخص ایک متمول کے برابر کھڑا ہوگا، اعلیٰ نسب والا کمتر نسب والے کے ساتھ یا ایک انتہائی خوبصورت ایک قبیح کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر اللہ کے حضور حاضر ہوگا یا ایک حاکم اپنے محکموں جیسی صف پر اُن کے بالکل برابر کھڑا ہو کر باجماعت نماز ادا کرے گا تو کمتر لوگوں میں احساسِ کمتری (Inferiority complex) ختم ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ اونچے درجے یا اعلیٰ حیثیت کے لوگوں میں احساسِ برتری (Superiority complex) بھی نہیں ابھرے گا۔ علامہ عنایت اللہ المشرقی باجماعت نماز کے ذریعے انسانی مساوات کے مظاہرے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"مساجد میں جماعت کے بے تکلف قیام نے مسکینانِ فقر وافلاس کو صدر نشینانِ جاہ و حشم کے ایک قطار میں کھڑا کر کے، ایک کر دیا تھا" (14)۔

مایوسی، بے چینی اور نماز

نماز کا سب سے پہلا اثر ایک انسان کے ذہنی سکون کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ڈیپریشن (Depression) اور بے چینی (Anxiety) جیسے امراض نماز سے ختم ہو جاتے ہیں اور اگر خشوع و خضوع زیادہ ہو تو اِن امراض کا بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے ورنہ عام نمازی کے لیے بھی

ان امراض میں کمی واقع ضروری ہوتی ہے (15)۔ دراصل نماز ایک مراقبہ ہے جو خواجہ شمس الدین عظیمی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے ذہنی مرکزیت کے حصول کا یقینی ذریعہ ہے۔ صلوٰۃ میں ذہنی یکسوئی (Concemtration) حاصل ہو جاتی ہے (14)۔ آج کل مغربی دنیا میں مراقبہ (Meditation) کے لیے کلب بنے ہوئے ہیں، مرد اور خواتین ان میں جا کر مایوسی ادارے چینی کا علاج کرواتے ہیں۔ ان Meditation Centres میں اُس شخص کو بٹھا کر کبھی کہا جاتا ہے کہ اپنی ناک کے سرے پر توجہ مرکوز کرو اور کبھی کہتے ہیں کہ اپنی ناف پر توجہ مرکوز کرو، ہر چیز بھول جاؤ' Feel relax وغیرہ وغیرہ۔ وہ لوگ گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھے رہتے ہیں پیسے بھی دیتے ہیں، ٹائم بھی صرف کرتے ہیں اور ان کے احسان مند بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں کو ایسے جتن کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں (17)۔ جب بہت تھک جائیں یا کوئی پریشانی اور غم ہو اور نماز کا جونہی وقت آئے۔ اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں۔ ڈیپریشن اور اضطراب کے علاج کے لیے نہ کسی دوا کی ضرورت پیش آئے گی اور نہ کسی ماہر نفسیات کے پاس جانا پڑے گا۔

خواجہ شمس الدین عظیمی کے مطابق صلوٰۃ کسی شخص کے اندر اللہ کے سامنے موجود ہونے کا تصور بیدار کرتی ہے اور بار بار یہ عمل دُہرانے سے اللہ کی طرف متوجہ رہنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ صلوٰۃ میں زندگی کی تمام برکامت سمودی گئی ہیں۔ تا کہ آدمی زندگی کا کوئی عمل کر رہا ہو، خدا تعالیٰ کا تصور اس سے جُدا نہ ہو۔ صلوٰۃ کے متعلق ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

"جب تم نماز میں مشغول ہو تو یہ محسوس کرو کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں یا یہ محسوس کرو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے"۔

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل ذہنی رجوع ہے۔ خواجہ عظیمی کے نزدیک نماز وہ مراقبہ ہے جس میں جسمانی اعمال و حرکات کے ساتھ اللہ کی موجودگی کا تصور کیا جاتا ہے۔ نماز میں ارتکازِ توجہ، قربِ الٰہی، عرفانِ روح

اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے (18)۔

نماز میں جب تک خشوع و خضوع نہ ہو اُس وقت تک اس کے وہ نتائج نمازی کی زندگی پر بالکل مرتب نہیں ہوتے۔ اِس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور بزرگانِ دین نمازیں انتہائی یکسوئی (Concentration) سے ادا کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجھہ، کو ایک جنگ میں ایک تیر آلگا اور ران میں آرپار ہو گیا جب تیر نکالنے کی کوشش کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ کو بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ کسی صحابی نے مشورہ دیا کہ تیر اس وقت نکالا جائے جب آپ نماز میں ہوں۔ چنانچہ آپ نے نماز کی نیت باندھی اور اس حد تک یکسو ہو گئے کہ گردوپیش کی کوئی خبر نہ رہی۔ تیر کو نہایت آسانی کے ساتھ نکال کر مرہم پٹی کر دی گئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہوا (19)۔ نماز میں خشوع و خضوع کے متعلق سید عبدالرحمٰن بخاری رقمطراز ہیں :

”نماز میں اپنے قلب وروح، فکرو خیال اور جذبہ واحساس کی تمام توانائیاں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیں۔ خُدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں اور نماز اس طرح پڑھیں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور اس کا دیدار کر رہے ہیں۔ نماز ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔ غفلت اور کاہلی کے ساتھ جلدی مارے باندھے کی نماز نہ پڑھیں۔ نماز میں شروع سے آخر تک حضورِ قلب اور اخلاص کی کیفیت برقرار رکھیں“ (20)۔

حواشی

1. محمد عثمان نجاتی، ڈاکٹر۔ حدیث نبوی ﷺ علم النفس مترجم فہیم احمد ندوی (لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، س،ن) ص ۳۴۳
2. ابن القیم الجوزیہ۔ طبِ بنوی ﷺ، مترجم حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۳۹۷، ۳۹۸
3. مسند احمد بروایت سالم بن ابی الجعد بحوالہ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس ص ۳۴۳
4. سعدہ غزنوی، سیدہ۔ نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات (لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، مئی ۲۰۰۰ء) ص ۳۶
5. محمد عثمان نجاتی کتاب مذکور، ص ۳۴۴
6. العنکبوت ۲۹: ۴۵
7. صحیح مسلم، کتاب الطہارت باب فَضْلِ الْوُضُوْءِ والصَّلٰوۃِ عقبۃ
8. صحیح بخاری بحوالہ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس، ص ۳۴۴، ۳۴۵
9. سُنن ابو داؤد، جلد ۲، حدیث ۱۵۲۱
10. حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس ص ۳۴۴، ۳۴۵
11. صحیح مسلم، کتاب الطہارتِ
12. صحیح مسلم، کتاب الطہارت، باب فضل الوضوء
13. محمد عثمان نجاتی۔ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس ص ۳۴۴، ۳۴۵
14. محمد عنایت اللہ المشرقی۔ تذکرہ (لاہور: التذکرہ پبلی کیشنز، مارچ ۱۹۸۰ء) جلد دوم ۲: ۶
15. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۰۶
16. شمس الدین عظیمی، خواجہ۔ مراقبہ (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، جنوری ۱۹۹۵ء) ص ۲۶۶

17. چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اول، ص ۷۸

18. شمس الدین عظیمی، مراقبہ، ص ۱۰۲، ۱۰۳

19. شمس الدین عظیمی، روحانی نماز (کراچی : مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، س،ن) ص ۳۴

20. عبدالرحمٰن بخاری، سید۔ اسلامی آداب (لاہور : شعبہ تحقیق، قائداعظم لائبریری، ۱۹۹۲ء) ص ۶۲

باب دواز دهم

روزہ اور انسانی صحت

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر شعبۂ زیست میں راہِ اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ آج مغرب میں بھی خورد و نوش میں زیادتی کو ناپسند کیا جاتا ہے اور اِسے صحتِ انسانی کے لیے مضر گردانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے محبوبِ مکرم، نبی معظم، رسول اکرم ﷺ پر یہ وحی نازل فرمائی تھی۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلاَ تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (1)۔

(اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو، لیکن اسراف نہ کرو، اور تکبر نہ کرو" (2)۔

ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی لکھتے ہیں کہ کھانے میں اسراف صحت کے لیے مضر ہے اور بسیار خوری کی وجہ سے جسم موٹا ہو جاتا ہے، جس سے بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کو کھانے کی صرف تھوڑی مقدار کی ضرورت ہے، جو انسانی جسم میں اتنی توانائی پیدا کر سکے جتنی توانائی انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے اور جس سے اس کی صحت اچھی رہ سکے، اور وہ اپنی روز مرہ کی ذمہ داریاں پوری کر سکے، انسانی جسم کو جتنے کھانے کی ضرورت ہے، اس

سے زائد جسم میں داخل ہونے والا کھانا چربی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اس کی رفتار سُست ہو جاتی ہے، اور انسان بہت جلد درماندگی اور تکان کا احساس کرنے لگتا ہے، نیز انسانی جسم بہت سے امراض کا شکار ہو جاتا ہے، اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھانے میں اسراف سے قرآن و سنت نے جو ممانعت کی ہے، اس کے پیچھے کیا حکمت کار فرما ہے (3)۔ بسیار خوری سے انسان کو لاحق ہونے والی مضرت تمام طریقہ ہائے علاج میں مسلم ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے ہیں تاکہ گیارہ ماہ کے دوران خورد و نوش کی بے احتیاطی کے مضر اثرات کا ازالہ ہو سکے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ روزے رکھنے کا حکم ان الفاظ میں دیا۔

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (4)۔

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے اِن لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پرہیز گار بن جاؤ)

قرآنِ کریم نے بیمار اور مسافر کے لیے روزے مؤخر کرنے اور جو روزے نہ رکھ سکیں، ان کے لیے فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اِس کے بعد روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی۔

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (5)۔

(اور تمہارے لیے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)

دراصل یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم حیاتیاتی علم کو سمجھو تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو۔ کیونکہ روزہ اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے، روزے کی طبی افادیت کی طرف نہایت مختصر مگر بلیغ اشارہ حضور نبی اکرم ﷺ نے الفاظ میں فرمایا۔

صوموا تصحوا (6)۔

(روزے رکھو، تندرست ہو جاؤ گے)

حکیم محمد سعید لکھتے ہیں "روزہ جسم میں پہلے سے موجود امراض و آلام کا علاج بھی ہے اور حفظ ماتقدم کی ایک تدبیر بھی۔ روزہ رکھنے والا صرف بیماریوں سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ ان کے لاحق ہونے کے ممکنہ خطرات سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اِس کا طبّی سبب یہ ہے کہ روزے سے قوتِ مدافعت بڑھ جاتی ہے" (7)۔

ڈاکٹر حکیم سیّد محمد کمال الدین حسین ہمدانی پی ایچ ڈی (علیگ) صدر شعبۂ طب و جراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ روزہ کے جسمانی فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "نماز کی طرح روزہ بھی ایک مفیدِ صحت فریضہ ہے جس سے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے .....اور جسم سے اکثر علل وامراض دفع ہو جاتے ہیں" (8)۔

حافظ ابن قیم کے مطابق روزے کا شمار روحانی اور طبعی دواؤں میں کیا جاتا ہے اگر روزہ دار ان چیزوں کو ملحوظ رکھے جن کا طبعی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے تو اِس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان سابق پروفیسر آف میڈیسن کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور بھی روزے کو ان گنت طبّی فوائد کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں (9)۔ ترک سکالر ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق جیسے جیسے طبّی علم نے ترقی کی، اس حقیقت کا بتدریج علم حاصل ہوا کہ روزہ تو ایک طبّی معجزہ ہے (10)۔ کریم اللہ، آمنہ اور اے۔ آر۔ غنی اپنے ایک تحقیقی پیپر بعنوان، **Ramadan Fasting: Medical and Physical Aspects** میں دعویٰ کرتے ہیں کہ روزہ متعدد بیماریوں کا علاج ہے (11)۔

روزہ ہمیں صحت مند رکھنے، ہمارے امراض کو دفع کرنے اور مختلف بیماریوں کے خلاف ہماری قوتِ مدافعت بڑھانے میں انتہائی ممد و معاون ہے۔ آئندہ سطور میں روزے کی طبّی افادیت کا تفصیلاً جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

روزہ اور نظامِ انہضام

نظامِ انہضام (Digestive System) مختلف اعضا پر مشتمل ہے جن میں ایلیمنٹری کینال (Alimentary Canal) اور ہاضمے کے غدود (Digestive glands) شامل ہیں۔ ایلیمنٹری کینال منہ سے شروع ہو کر مقعد پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ اس میں جوفِ دہن، ایسوفیگس، معدہ اور انتڑیاں شامل ہیں۔ جگر اور لبلبہ ہاضمے کے غدود ہیں جن کی رطوبتیں خوراک میں شامل ہو کر اس کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو پورا نظامِ انہضام اس کو ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔

انسان کو آرام کی بہت ضرورت ہے اور نیند اس کا بڑا ذریعہ ہے لیکن سونے کی حالت میں بھی بہت سے جسمانی افعال رواں دواں رہتے ہیں مثلاً دل، پھیپھڑے، نظامِ ہضم میں معدہ، انتڑیاں، جگر، بہت سے ہارمون اور رطوبات، گردہ وغیرہ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب نظام ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور خوراک ان کی محرک ہے۔ اگر ہم اپنے روزہ مرہ معمولات کا بغور مطالعہ کریں تو ظاہر ہو گا کہ جسم کے اِن شعبوں کو بہت کم آرام ملتا ہے۔ رات کے کھانے کو ہضم کرتے کرتے صبح کے ناشتے کا وقت ہو جاتا ہے اور جو لوگ دیر میں سوتے ہیں وہ رات کے کھانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے رہتے ہیں(12)۔

روزے سے معدہ، آنتوں، جگر اور گردوں کو آرام کا موقع ملتا ہے اور سال کے دوران ایک ماہ کا آرام ان کی کارکردگی میں خاطر خواہ بہتری کا موجب بنتا ہے(13)۔

ڈاکٹر ہلوک نورباقی(14)۔ نے نظامِ انہضام پر روزے کے اثرات کا تفصیلاً مطالعہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہاں قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

روزے کا حیران کن اثر خاص طور پر جگر (Liver) پر ہوتا ہے۔ کیونکہ جگر کے کھانا ہضم کرنے کے علاوہ پندرہ مزید افعال بھی ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح تکان کا شکار ہو جاتا ہے جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کے لیے پہرے پر کھڑا ہو۔ روزہ کے ذریعے جگر کو چار سے چھ

گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے۔ یہ روزہ کے بغیر قطعی ناممکن ہے۔ جگر پر روزہ کی برکات کا مفید اثر پڑتا ہے۔ جیسے جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا ہے جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے مابین ہوتا ہے۔ اسے یا تو ہر لقمے کو سٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کے ہضم ہو کر تحلیل ہو جانے کے عمل کی نگرانی کرنا ہوتی ہے۔ روزے کے ذریعے جگر توانائی بخش کھانے کے سٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہو جاتا ہے، اور اپنی توانائی **Globulins** پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے، جو جسم کے مدافعاتی نظام **(Immune System)** کی تقویت کا باعث ہے۔

انسانی معدے پر روزے کے انتہائی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزے سے معدہ سے خارج ہونے والے **(Gastric Juice)** کی پیداوار اور اخراج میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ روزہ کے دوران تیزابیت نہیں ہوتی کیونکہ گیسٹرک جوس خارج نہیں ہوتا جس میں موجود ہائیڈروکلورک ایسڈ تیزابیت کا باعث بنتا ہے۔ روزہ آنتوں کو بھی آرام فراہم کرتا ہے۔

حکیم ھمدانی روزے کے اشتہار پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"دن بھر کھانے پینے کی صورت میں اشتہائے صادق شاذو نادر محسوس ہوتی ہے اور بغیر اشتہائے صادق محسوس ہوئے وقتِ مقررہ پر غذا استعمال کرلی جاتی ہے، جس سے سوءِ ہضم، نفخ، ڈکار، قبض، اسہال، قے وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں لیکن حالت روزہ دن بھر کی بھوک و پیاس کے بعد اشتہائے صادق بلکہ اشتہائے شدید محسوس ہوتی ہے اور جب وقتِ افطار غذا استعمال کی جاتی ہے تو اِس کا انہضام وانجذاب جسم میں تیزی سے ہوتا ہے اور ہضم بھی قوی ہو جاتا ہے" (15)۔

ایلن کاٹ **(Allan Cott)** نے ۱۹۷۵ء میں اپنی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا۔

Fasting brings a cuholesome physiological rest for the digestive tract and central nervous system and normalises metabolism (15) (الف)

روزہ اور نظام دورانِ خون :۔

روزے کے دوران نظام دورانِ خون (Circulatory System) پر مرتب ہونے والے فائدہ مند اثرات کے بارے میں ترکی کے معروف سکالر ڈاکٹر ہلوک نورباقی رقمطراز ہیں۔

"دن میں روزہ کے دوران خون کی مقدار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اثر دل کو انتہائی فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے۔ زیادہ اہم یہ بات ہے کہ خلیات کے درمیان (Intercellu-lar) مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے ٹشوز یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ پٹھوں پر دباؤ یا عام فہم میں ڈائسٹالک (Diastolic) دباؤ دل کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ روزے کے دوران ڈائسٹالک پریشر ہمیشہ کم سطح پر ہوتا ہے یعنی اس وقت دل آرام یا ریسٹ کی صورت میں ہوتا ہے۔ مزید بر آں آج کل ماڈرن زندگی کے مخصوص حالات کی بدولت شدید تناؤ یا Hypertension کا شکار ہے۔ رمضان کے ایک ماہ کے روزے بطور خاص ڈائسٹالک پریشر کو کم کر کے انسان کو بے پناہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ روزے کا سب سے اہم اثر دورانِ خون پر اِس پہلو سے ہے کہ اس سے خون کی شریانوں پر اس کے اثر کا جائزہ لیا جائے۔ اِس حقیقت کا علم عام ہے کہ خون کی شریانوں کی کمزوری اور فرسودگی کی اہم ترین وجوہات میں سے ایک وجہ خون میں باقی ماندہ مادے (Remonantes) کا پوری طرح تحلیل نہ ہو سکنا ہے جبکہ دوسری طرف روزے میں بطور خاص افطار کے وقت کے نزدیک خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرے تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اِن میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزا جم نہیں پاتے اور شریانیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور کی انتہائی خطرناک بیماریوں جس میں شریانوں کی دیواروں کی سختی (Arteriosclerosis) نمایاں ترین ہے، سے بچنے کی بہترین تدبیر روزہ ہی ہے "(14)۔

حکیم محمد سعید شہید نے روزہ کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "آج جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ روزہ کولیسٹرول کو ضائع کرتا ہے یہ وہی خون کا کولیسٹرول ہے کہ جو

دل کی بیماریوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ آج کی دنیا میں اس سائنسی انکشاف کے لحاظ سے روزہ ایک برکت ہے۔ جو بات آج سائنس دانوں کو معلوم ہوئی ہے اس کا ادراک ذاتِ ختم الرسل (ﷺ) کو تھا اور ضرور تھا۔ اسی لیے آں حضور (ﷺ) نے روزے کو جسم و روح کے لیے باعث خیر و برکت قرار دیا" (17)۔

محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) کے مطابق جسم میں وقتی طور پر پانی کی کمی بلڈ پریشر کو کم کر کے دل کو آرام کا موقع دیتی ہے اور اس کی طاقت بحال کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ بھوک سے جسم میں چربی کم ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ خون میں اور نالیوں میں بھی چربی کی مقدار کم ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے (18)۔

عبداللہ اے۔ العثمان نے اپنے ایک پیپر میں لکھا ہے۔

Fasting in Ramadan significantly reduces the cholesterol level. (19)

(رمضان کے روزے کولیسٹرول کی سطح میں واضح کمی کا باعث ہیں)

اس محقق نے جو معلومات (data) جمع کی ہیں اُن سے روزے کے دوران، جسم کے وزن پلازما کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ کے کنٹرول کرنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ حکیم کمال الدین ھمدانی بھی روزے کو بلڈ پریشر کے لیے مفید قرار دیتے ہیں (20)۔ ڈاکٹر شاہد اطہر ایم ڈی ایسوسی ایٹ پروفیسر انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن لکھتے ہیں کہ وہ رمضان کے آغاز اور اختتام پر اپنا بلڈ گلوکوز، کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ خود چیک کرتے ہیں تاکہ وہ روزے رکھنے کے بعد فرق معلوم کر سکیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ رمضان کے آخر میں واضح بہتری سامنے آئی ہے (21)۔

روزہ اور جسم کے خلیات

ڈاکٹر ہلوک نورباقی کے مطابق روزے کا سب سے اہم اثر خلیوں کے درمیان اور خلیوں کے اندرونی مادوں کے درمیان توازن کو قائم پذیر رکھنا ہے۔ چونکہ روزے کے دوران مختلف

سیال مقدار میں کم ہو جاتے ہیں۔ خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح لعاب دار جھلی کی بالائی سطح سے متعلق خلیے جنہیں ایپی تھیلیل (Epithelial) سیل کہتے ہیں اور جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو بھی صرف روزے کے ذریعے بڑی حد تک آرام اور سکون ملتا ہے جس کی وجہ سے ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ خلیاتیات کے علم کے نکتۂ نظر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لعاب بنانے والے (Pitutary) غدود' گردن کے غدود تیموسیہ (Thyroid) اور لبلبہ (Pancreas) کے غدود شاید بے چینی سے ماہِ رمضان کا انتظار کرتے ہیں تاکہ روزے کی برکت سے کچھ ستانے کا موقع حاصل کر سکیں اور مزید کام کرنے کے لیے اپنی توانائیوں کو جِلا دے سکیں(22)۔

روزہ اور خون بننے کا عمل

خون ہڈیوں کے گودے میں بنتا ہے۔ جب کبھی جسم کو خون کی ضرورت پڑتی ہے ایک خود کار نظام ہڈی کے گودے کو حرکت پذیر (Stimulate) کر دیتا ہے۔ کمزور اور لاغر لوگوں میں یہ گودہ بطور خاص سست حالت میں ہوتا ہے.......... روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں، ہڈیوں کا گودہ حرکت پذیر ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں لاغر لوگ روزہ رکھ کر آسانی سے اپنے اندر خون پیدا کر سکتے ہیں........ چونکہ روزے کے دوران جگر کو ضروری آرام مل جاتا ہے، یہ ہڈی کے گودے کے لیے ضرورت کے مطابق اتنا مواد مہیا کر دیتا ہے جس سے بآسانی اور زیادہ مقدار میں خون پیدا ہو سکے(23)۔

فارماسسٹ محمد فاروق کمال نے بھی لکھا ہے۔ "سائنسی تحقیق کے مطابق روزے کے دوران بھوک کی وجہ سے اور خون میں غذائیت کی کمی کے باعث ہڈیوں کے گودے خون بنانے کا عمل تیز کر دیتے ہیں یوں خون بنانے کے سسٹم کی اوور ہالنگ ہو جاتی ہے" (24)۔

روزہ اور نظام اخراج

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان لکھتے ہیں "سحری وافطاری کے وقت پانی کی مقدار عام حالات سے زیادہ پی جاتی ہے جس سے صبح وشام گردوں کی دھلائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ریت کے ذرات گردوں میں اکٹھے ہو جائیں تو وہ بھی پیشاب کی زیادتی کی وجہ سے نکل جاتے ہیں(25)
ہمدرد فاؤنڈیشن کے مؤسس حکیم محمد سعید کے یہ الفاظ بھی لائقِ مطالعہ ہیں۔

"طبّی نقطۂ نظر سے روزہ اس لیے ضروری ہے کہ ترک غذا سے انسان کے جسم میں جمع شدہ اجزائے زائد اور موادِ غیر ضروری خارج ہو جاتے ہیں اور خون اور اعضائے جسم کی ایسی صفائی ہو جاتی ہے کہ وہ نئی توانائیوں کے ساتھ قبولِ غذا اور افعالِ معمولہ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ روزے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اعضائے شریفہ یعنی معدہ آنتیں، گردوں وغیرہ کو اور اعضائے رئیسہ یعنی دل ودماغ اور جگر کو آرام مل جاتا ہے اور اس آرام سے ان کی کارکردگی میں بہتری اور اضافہ ہو جاتا ہے (26)۔

روزہ اور نظامِ تولید

نظامِ تولید (Reproductive System) نسلِ انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے۔ مرد وخواتین میں دیگر نظاموں کے برعکس اِس نظام کے اعضاء مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخالف جنس میں کشش پیدا کر کے نسل کشی کے عمل کو اُن کے لیے آسان بنادیا لیکن مرد اور عورت کی باہمی کشش کو نکاح کے ضابطے سے مشروط کر دیا۔ جنسی محرک اِن فطری محرکات میں سے ہے جو اپنی تکمیل کے لیے انسان پر بہت دباؤ ڈالتے ہیں۔

روزہ جنسی محرک کے دباؤ اور اِس سے پیدا ہونے والی نفسیاتی کشمکش کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزے کی وجہ سے جنسی محرک کمزور پڑ جاتا ہے۔ ایک طرف تو غذا کی قلت کی وجہ سے اور دوسری طرف روزے کے دوران اللہ کی عبادت، ذکر وتسبیح میں مشغول

ہونے کی وجہ سے ، اس کا ذہن جنسی موضوع پر غور و فکر کرنے سے ہٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کی شادی کرنے کی ترغیب دی ہے اور جن نوجوانوں میں شادی کی استطاعت نہ ہو، انہیں روزہ کی ترغیب دی ہے (26)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو لوگ اخراجاتِ نکاح کی طاقت رکھتے ہوں وہ نکاح کرلیں، کیونکہ نکاح سے نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت ہوتی ہے اور جو جن میں اخراجاتِ نکاح کا تحمل نہ ہو وہ روزہ رکھیں، کیونکہ روزہ ان کی شہوت پر کنٹرول کرے گا" (27)۔

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے جنسی نظام پر کسی قسم کے مضر اثرات مرتب نہیں ہوتے اس سے جنسی محرک کو کنٹرول کرنے میں مدد ضرور ملتی ہے لیکن نظامِ تولید میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یونیورسٹی آف میڈیکل سائنسز تہران میں ڈاکٹر ایف عزیزی اور اُن کے رفقاء نے روزے کے اثرات کے سائنسی مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اِس سے تولیدی ہارمون پر کسی قسم کے منفی اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔

Intermittent abstinence from food and drink for 17 hours a day does not alter male reproductive hormones, hypothalmic - Pituitary - thyroid axis or peripheral metabolism of thyroid hormones(29)-

روزہ اور نظامِ اعصاب

جسم انسانی ایک نہایت پیچیدہ اور متحرک دُنیا ہے جس میں کروڑوں ذی حس خلیات اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ہزاروں کمپیوٹر مستعدی سے برسر کار ہیں، بہت سی فیکٹریاں چل رہی ہیں۔ لاتعداد اجزائے خوراک کا، رطوبات، لعابات و ہارمون جسمانی صحت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ کئی قسم کی مقامی اور دوررس شریانیں نہروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حواسِ خمسہ کے لیے برقی تار جسم کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

درحقیقت انسانی جسم خداوند تعالیٰ کا ایک بڑا کرشمہ ہے اور اس کی ذات کا بین لاریب ثبوت ۔ان سب پیچیدہ کارگزاریوں کا کنٹرول ہمارے دماغ کے خلیات میں ہے جن کا اپنا ضبط و نسق ذہنِ انسانی (Mind) کی ذمہ داری ہے۔ ثابت ہوا ہے کہ ذہنِ انسانی ہی اصل کلید صحت ہے۔ذہن بہت سے جذبات سے متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً خوشی، غمی، غصہ، نفرت، بے چینی، سکون، مایوسی، تفکرات وغیرہ۔ جن لوگوں کی قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے اور ان کو صبر کی عادت ہوتی ہے، وہ اِن جذبات کا اثر بہت حد تک ذہن تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ جسم کے خلیات کے اوپر بیان کیے ہوئے افعال پر اثرانداز نہیں ہونے دیتے۔ متلون مزاج اور حد سے زیادہ حساس افراد میں اِن جذبات کا اثر بہت سے خلیات کے افعال پر منتقل ہوتا رہتا ہے اور بیشتر امراض کا موجب بنتا ہے مثلاً معدے، چھوٹی بڑی آنت کے زخم، دمہ، جوڑوں کی سوزش، فالج و دل کے دورے وغیرہ۔

روزبروز اِس فہرست میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔نہ صرف یہ بلکہ ہر بیماری کے بچاؤ میں اور ہر بیماری کے علاج میں جسمانی قوتِ مدافعت مرتب نہیں ہوتے۔ روزہ.........سے دماغ میں دورانِ خون کا بے مثل توازن قائم ہو جاتا ہے جو صحت مند اعصابی نظام کی نشاندہی کرتا ہے۔ اندرونی غدودوں کو جو آرام اور سکون ملتا ہے، وہ پوری طرح سے اعصابی نظام پر اثرانداز ہوتا ہے۔۔۔ انسانی تحت الشعور جو رمضان کے دوران عبادت کی مہربانیوں کی بدولت صاف، شفاف اور تسکین پذیر ہو جاتا ہے، اعصابی نظام سے ہر قسم کے تناؤ اور اُلجھن کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے (31)۔

روزہ اور انسانی نفسیات

لندن یونیورسٹی سے فارمیسی کی تعلیم حاصل کرنے والے محمد فاروق کمال رقمطراز ہیں "نفسیاتی طور پر اِنسان پر روزے کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ سے مستقل و

مسلسل لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ سارا وقت اللہ کا تصور انسان کے ذہن میں رہتا ہے جو اُسے تنہائی میں بھی کھانے پینے اور برائی سے مانع ہوتا ہے۔ یہ ہمہ وقت تصورِ الٰہی انسان میں اعتماد اور امید پیدا کرتا ہے اور انسان خود کو اکیلا نہیں بلکہ ہمیشہ اللہ رحیم والرحمٰن کی معیت میں محسوس کرتا ہے اور اپنی مشکلات کے لیے پریشان نہیں رہتا بلکہ اللہ پر بھروسہ اسے ذہنی سکون مہیا کرتا ہے (32)۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے (33)۔ ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی کے مطابق ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ خواہشاتِ نفس سے بچاتا ہے۔ روزے دار اپنی خواہشات پر کنٹرول کرتا ہے، نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جماع کرتا ہے اور اپنے طرزِ زندگی پر بھی کنٹرول کرتا ہے، نہ فحش گوئی کرتا ہے، نہ شوروغل مچاتا ہے اور نہ ہی سب وشتم کرتا ہے، نہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو غضبناک کرے۔ روزوں میں خواہشات اور غلبہ پانے کے سلسلے میں عزم وارادے کو قوت پہنچتی ہے (34)۔

معروف مصری سکالر سید محمد قطب روزہ کو شعوری انضباط کی بہترین مثال قرار دیتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ عمل انضباط ایک نفسیاتی ورزش ہے۔ جو متعدد پہلوؤں میں جسمانی ورزش سے مشابہت رکھتی ہے۔ دونوں ہی قسم کی ورزشیں ابتداءً دشوار محسوس ہوتی ہیں مگر عادت ہو جانے پر اِن کی مشقت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر شروع سے عادت ڈال لی جائے تو نہ صرف یہ کہ سہل ہو جاتی ہے بلکہ اس پر پوری پوری قدرت بھی حاصل ہو جاتی ہے اس لیے اسلام چاہتا ہے کہ بچے کو ابتدائی سالوں ہی سے تربیت دی جائے اور اسے خواہشوں کے ضبط کرنے کی عادت ڈالی جائے (35)۔

بعض لوگ انتہائی آرام طلب ہوتے ہیں۔ وہ جسم کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے اور بھوک، پیاس اور جنسی خواہشات کی تکمیل لازم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انضباط سے جو تکلیف پہنچتی ہے، انسانی طاقت سے ہرگز ماورا نہیں ہوتی بلکہ انسان اس کو پسند کرتا ہے۔ معروف ماہر نفسیات فرائیڈ کہتا ہے "انسانی نفس میں الم و مصیبت برداشت کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کا جذبہ موجود ہے" (36)۔ اس لیے انسان روزے کے دوران بھوک، پیاس یا

ضعفِ بدن سے ایک خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ روزہ احساسِ گناہ (Guilt Complex) اور اس سے پیدا ہونے والے قلق واضطراب کا بھی مفید علاج ہے۔ چونکہ قرآن پاک میں روزے کا بنیادی مقصد ہی تقویٰ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ انسان خوف اور حزن سے پیدا ہونے والے نفسیاتی عوارض سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ روزے رکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت کی زندگی کے بارے میں خوف کے بجائے اُمید پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ایک مسلمان کو قلبی سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات کے مطابق روزہ گناہوں سے مغفرت کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جس شخص نے رمضان کے روزے حالت ایمان میں خالص اللہ کی رضاجوئی کے لیے رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں" (39)۔

خان محمد ساجد نے ماہ رمضان کے دوران ہارمون لیول پر روزے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

It was observed that fasting in Ramadan does not effect serum levels of polactin and cortirol significantly.(40)

روزہ اور تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری

عصرِ حاضر میں کچھ لوگ بالکل تندرست ہونے کے باوجود روزے نہیں رکھتے حالانکہ تندرست افراد کی جسمانی کارگزاری پر روزے کے کسی قسم کے منفی اثرات کسی طبی مطالعہ میں سامنے نہیں آئے۔ البتہ مثبت اثرات کا پتا چلایا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد اسلم لکھتے ہیں کہ تندرست افراد میں روزہ کے دوران جسم کی اندرونی توازن رکھنے والی کارگزاری پر کوئی قابل ذکر اثر نہیں پڑتا اور وہ صورتِ حال سے کما حقہ، عہدہ برآ ہو جاتے ہیں۔ پیشاب کی مقدار، خون اور پیشاب کے نمکیات، تیزاب والقلی کا میزان اور نائیٹروجن کا اخراج معمول

کی حدود میں رہتا ہے۔ روزہ کے دوران ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے خون میں یوریا اور یورک تیزاب کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلیاں گوشت خوروں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں، اگر رمضان المبارک میں افطار کے وقت زیادہ کاربیدہ (شکر، روٹیاں، چاول) کھائی جائیں گی تو اس کا اثر مختلف ہوگا، یعنی خون میں شکر کم ہو سکتی ہے، لیکن اگر غذا معمول کے مطابق رکھی جائے اور سحری اچھی طرح کی جائے تو خون میں تفریطِ شکر کا کوئی امکان نہیں (41)۔

گذشتہ زمانے میں لوگ بہت زیادہ جسمانی مشقت کرتے تھے لیکن موجودہ دور میں انسان سائنسی ترقی کے باعث بہت کم محنت کرتا ہے، جس کے باعث موٹاپے نے متمول افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ چکنائی اور نشاستہ دار غذاؤں کا بے ہنگم استعمال عام ہو گیا ہے جو بغیر جسمانی مشقت کے غیر استعمال شدہ حالت میں جسم میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور وزن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جو افراد مختلف جدید طریقوں سے وزن کم کر لیتے ہیں، جونہی نارمل زندگی گذارنے لگتے ہیں تو وزن پھر بڑھ جاتا ہے۔ دراصل انسانی دماغ کے ہائیپوتھیلیمس **(Hypothalamas)** میں ایک سنٹر ہوتا ہے جسے لپوسٹیٹ **(Lipostat)** کہتے ہیں یہ انسان کی جسامت کو کنٹرول کرتا ہے جب بھی خوراک کی انتہائی کمی سے اپنا وزن تیزی سے کم کیا جاتا ہے تو یہ سنٹر اس تبدیلی کو قبول نہیں کرتا اور جسم کے وزن کو دوبارہ معمولی خوراک لینے سے پہلے والی سطح پر واپس لے آتا ہے(46)۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ موٹاپا دور کرنے کے لیے وزن آہستہ آہستہ کم کیا جائے تاکہ **Lipostat** اسے قبول کر لے اور ایسا ماہِ رمضان کے دوران ایک ماہ کے روزے رکھنے سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

روزہ اور بیماری

قرآن پاک میں بیمار اور مسافر کو روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جو روزہ رکھنے

کی بالکل طاقت نہ رکھتا ہو، خواہ بڑھاپے کے باعث یا مستقل بیماری کی وجہ سے، اسے فدیہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ ' نے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ(43)۔

(پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں، وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں)۔

قرآنِ مجید نے قیامت تک آنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے یا پھر ایسے راہنما اُصول وضع کر دیئے جن کے ذریعے تمام ادوار کے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔ روزے سے متعلق بھی احکامِ خداوندی میں بتایا گیا کہ روزہ رکھو یہ تمہاری بہت سی جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کا علاج ہے یا ان امراض کے خلاف جسمانی قوتِ مدافعت بڑھاتا ہے۔ پھر یہ حکم دیا کہ جنہیں عارضی مسئلہ درپیش ہے جیسے اگر سفر پر جانا ہے یا پھر کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے تو اِس عارضی رکاوٹ کے ختم ہونے کے بعد روزے پورے کر لو۔ یہی حکم خواتین کے مخصوص ایام کے متعلق بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص انتہائی بڑھاپے اور کمزوری کے باعث یا پھر کسی ایسی بیماری کے باعث جو بخار وغیرہ کی طرح وقتی نہیں ہے، بلکہ مستقلاً انسان کو لگ گئی ہے اور روزہ رکھنے سے اِس میں شدت کا اندیشہ ہے تو ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دینا ہوگا۔

موجودہ دور میں سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے۔ طبّی تحقیقات کے باعث ہر قسم کی بیماری کو کم یا زیادہ کرنے والے عوامل سامنے آ چکے ہیں، اس لیے مختلف بیماریوں میں مبتلا افراد کو ماہرینِ طب کے مشورے پر عمل کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر سید اسلم [illegible]) اور ڈاکٹر شاہد اطہر (45)۔ مختلف بیماروں کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں تفصیلاً بتایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

1. ذیابیطس کے مریض جو انسولین (Insulin) استعمال کرتے ہیں، انہیں روزے نہیں رکھنے چاہئیں کیونکہ ان کی ذیابیطس کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے برعکس انسولین نہ لینے والے مریضوں کو اِن مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ایسے مریض جو صرف خوراک سے ذیابیطس کو کنٹرول کررہے ہیں، وہ روزے رکھ سکتے ہیں، اُن کے مرض پر روزہ اچھے اثرات مرتب کرتا ہے۔
2. دمہ کے مریض جن کا مرض معمولی ہے، وہ تکلیف کی صورت میں بغیر روزہ توڑے سانس کے ساتھ اندر لینے والی ادویہ (Inhaler) استعمال کر سکتے ہیں یا دیرپا اثر والی ادویہ افطار کے بعد اور سحری سے قبل لے سکتے ہیں۔
3. بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) اور دل کے ایسے مریض جو خون پتلا کرنے والی ادویہ استعمال کررہے ہیں، ان کے لیے طویل الاثر دوا کفایت کر سکتی ہے اور وہ روزہ رکھ سکتے ہیں، کیونکہ روزے سے وزن میں کمی واقع ہو گی اور بلڈ پریشر بھی کم رہے گا۔ تاہم ان مریضوں کو ڈاکٹر کے مشورے سے روزے رکھنے چاہئیں لیکن شدید ہائپر ٹینشن اور امراضِ قلب میں مبتلا مریضوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔
4. جن لوگوں کے گردوں کے فعل میں کمی آگئی ہے، اِن میں روزہ رکھنے سے پانی کی کمی ہو سکتی ہے، جن مریضوں کے گُردے خراب ہو چکے ہیں اور اِن کے خون کی ڈایالیسس (Dialysis) ہوتی رہتی ہے، اِن میں دو ڈایالیسس کے درمیانی وقفہ میں پوٹاشیم میں اضافہ اور وزن میں زیادتی ہو سکتی ہے، جسم کے تیزاب میں بھی اضافہ کا امکان ہے، اگر یہ لوگ رات کو زیادہ کھالیں گے تو وزن بڑھ کر نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ان افراد کو روزے نہیں رکھنے چاہیئے۔ جن افراد کا گردہ تبدیل ہو چکا ہے اور اس کا فعل درست ہے، ان کو روزے سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا لیکن انہیں اپنے معالج سے مشورہ کر لینا چاہیئے۔
5. مرگی کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

6. دردِ گردہ اور معدہ کے السر میں مبتلا افراد کے لیے روزے رکھنا مناسب نہیں کیونکہ پانی کی کمی کے باعث گردے میں درد ہونے کا احتمال ہے۔ اسی طرح السر کے مریض بھی خالی معدے کی حالت میں زیادہ تکلیف سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

7. بوڑھے افراد جو دماغ کی رگوں کے مرض میں مبتلا ہیں، ان میں روزے سے اشیاء کو شناخت کرنے کی صلاحیت گھٹ سکتی ہے۔

8. حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں روزے نہ رکھیں کیونکہ حاملہ خواتین میں خون کی گلوکوز اور انسولین میں کمی مگر حلوین میں اضافہ ہوتا ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کے جسم میں پانی کی کمی ہو سکتی ہے۔ نمک اور یورک ایسڈ میں اضافہ ہو جاتا ہے ماں کے دودھ کی لیکٹوز (شکر) سوڈیم اور پوٹاشیم میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اس لیے بچہ کی صحت کو قائم رکھنے کے لیے رزہ نہ رکھا جائے۔

حواشی

1. الاعراف ۷ : ۳۱
2. صحیح بخاری
3. محمد عثمانی نجاتی، ڈاکٹر۔ حدیثِ نبوی ﷺ اور علم النفس۔ مترجم فہیم اختر ندوی۔ (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران کتب، اُردو بازار، س۔ن) ص ۵۱
4. البقرۃ ۲ : ۱۸۳
5. البقرہ ۲ : ۱۸۴
6. طبرانی۔ بحوالہ حکیم محمد سعید۔ عرفانستان (کراچی : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ۱۹۹۲ء) ص ۱۷۴
7. ایضاً ۔ ص ۱۷۵
8. محمد کمال الدین حسین ھمدانی، ڈاکٹر حکیم سیّد۔ اسلامی اُصولِ صحت (علی گڑھ : حی علی الفلاح سوسائٹی، اشاعت اوّل ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) ص ۴۲
8. (الف) ابن قیم۔ طبِ نبوی ﷺ۔ مترجم حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی (لاہور : فاروقی کتب خانہ اگست ۱۹۹۳ء) ص ۲۱۴
9. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طبِ جدید (لاہور : ۱۹۷۳ء) ص ۱۲
10. ہلوک نور باقی، ڈاکٹر۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ مترجم سیّد محمد فیروز شاہ (کراچی : انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۱۰۳

11. Karimullah, Amina and A.R.Ghani, Ramadan Fasting: Medical and Physical Aspects,Science and Technology in the Islamic world, Vol 11, No.1 (1993), p.11

12. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۳
13. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد "رسول اللہ ﷺ" (لاہور : ڈیفینڈرز آف اسلام ٹرسٹ، ۲۸۔ ایمپرس روڈ، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۸۰

14. Haluk Nurbaki, Dr. Verses from the Holy Karan and the Facts

of Science, English Translation by Metin Beynam (Karachi; Indus Publishing Corporation, 1992)PP. 119-120

.15 (الف)- Shahid Athar(ed), Islamic Medicine (Karachi : Pan-Islam-ic Publishing House, 1989) P. 148

.15 ہمدانی۔ اسلامی اصول صحت۔ ص ۴۳، ۴۴

.16 ہلوک نورباقی۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ ص ۱۰۵، ۱۰۶

.17 محمد سعید، حکیم۔ عرفانستان۔ ص ۱۶۹، ۱۷۰

.18 محمد فاروق کمال۔ سیرتِ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۵۸۰، ۵۸۱

.19 Abdullah A. Al-othman, The Influence of Ramadan on Plasma Lifids and Body Weight in Normal Men; JIMA, vol. 28, No. 1, p.5/ MAAS Journal of Islamic Science Vol 13, No.1 (1997) P. 165.

.20 ھمدانی۔ اسلامی اُصولِ صحت۔ ص ۴۴

.21 Shahid Athar, Islamic Medicine, P. 150.

.22 ہلوک نورباقی۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ ص ۱۰۶

.23 ایضاً۔ ص ۱۰۷، ۱۰۸

.24 محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ ص ۵۸۱

.25 محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۳

.25 (الف) محمد سعید، حکیم۔ عرفانستان۔ ص ۱۷۲

.26 محمد عثمان نجاتی ڈاکٹر حدیثِ نبوی ﷺ اور علم النفس۔ ص ۵۳

.27 صحیح بخاری کتاب الصوم

.29 Shahid Athar, Islamic Medicine, PP.148-149.

.30 محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طبِ جدید۔ ص ۱۲، ۱۳۔

.31 ہلوک نورباقی۔ قرآن آیات اور سائنسی حقائق۔ ص ۱۰۷۔

.32 محمد فاروق کمال۔ سیرت محمد ﷺ ص ۵۸۱

.33 صحیح بخاری / صحیح مسلم مع نووی جلد ۲ حدیث ۱۲۱۶/۱

.34 محمد عثمان نجاتی ڈاکٹر۔ حدیث نبوی ﷺ اور علم النفس۔ ص ۳۴۹

.35 محمد قطب مصری۔ اسلام اور جدید مادی افکار۔ اُردو ترجمہ سجاد احمد کاندھلوی (لاہور : اسلامک پبلی

کیشنز لمیٹڈ، اشاعت دوم اپریل ۱۹۸۱ء) ص ۱۷۵، ۱۷۶

38. ایضاً ۔ ص ۱۷۶

39. صحیح بخاری

یہ روایت مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

40. **Journal of Islamic Science, Vol. 12 No.2 (July-December) pp.122-123**

41. سید اسلم، ڈاکٹر۔ صحت سب کے لیے (اسلام آباد : مقتدرہ قومی زبان پاکستان، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۴۲۵، ۴۲۶

42. **Shahid Athar, Islamic Medicine, p. 149**

43. البقرۃ ۲ : ۱۸۴

44. سید اسلم، ڈاکٹر۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۶

44. **Shahid Athar, Islamic Medicine, pp. 150- 151**

باب سیزدھم

جراثیم اور متعدی امراض سے بچاؤ
(سنت رسول ﷺ کی روشنی میں)

جراثیم انتہائی چھوٹے زندہ اجسام ہیں جن کو خالی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا اور ان کا مشاہدہ صرف خوردبین (Microscope) سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ جراثیم پانی، ہوا اور مٹی میں ان گنت تعداد میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ بڑی تیزی سے اپنی تعداد میں غیر جنسی تولید کے ذریعے اضافہ کرتے ہیں۔ ایک بالغ جرثومہ ۲۴ گھنٹوں میں تین سو کھرب نئے جراثیم پیدا کر لیتا ہے اور ایک نوزائیدہ جرثومہ آدھے گھنٹے میں بالغ ہو جاتا ہے(1)۔ ہیضہ کا جرثومہ ایک دن میں ۵۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ بچے پیدا کرتا ہے۔ جراثیم دوسرے جانداروں کے اجسام میں داخل ہو کر مختلف قسم کے امراض کا سبب بنتے ہیں۔

جراثیم کی دریافت

خوردبین کی ایجاد سے جراثیم کی دریافت ممکن ہوئی اور تحقیق سے یہ پتا چلایا گیا ہے کہ یہ خوردبینی اجسام مختلف قسم کے امراض پیدا کر سکتے ہیں اور کچھ بیماریاں صرف انہی کے تندرست جانداروں کے اجسام میں منتقل ہونے سے لاحق ہوتی ہیں۔ خوردبینی اجسام پر کی گئی تحقیق کی مختصر تاریخ یوں ہے:

o خوردبین کی ایجاد کے بعد ۱۶۸۷ء میں لیونہاک (Leeuwenhoek) نے جراثیم کا پتا چلایا۔ اس نے اور اس کے ہمعصر محققین نے جراثیم کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں، لیکن اس وقت تک جراثیم اور بیماریوں کے باہمی تعلق کا علم نہ ہو سکا تھا(2)۔

o ایک سائنسدان گڈسر (Goodsir) نے ۱۸۴۲ء میں معدے میں پائے جانے والے خوردبینی اجسام کا مشاہدہ کیا(3)۔

o ڈیوائن (Davaine) نے ۱۸۶۵ء میں جرثومۂ جمرہ (Anthrax) کا مشاہدہ کیا(4)۔

o پاسچر (Pasteur) نے پہلی مرتبہ ۱۸۶۵ء میں تفصیل سے یہ بتایا کہ جراثیم کس طرح پرورش پاتے ہیں اور کن حالات میں نمو حاصل کرتے ہیں نیز تقسیم کے ذریعے ان کی افزائش کیونکر عمل میں آتی ہے(5)۔

o جوزف لسٹر (Joseph Lister) نے آپریشن کے دوران ماحول کو جراثیم سے پاک کرنے کے لیے کاربالک ایسڈ (Carbolic acid) کا استعمال کر کے سرجری کے شعبے میں انقلاب بپا کر دیا(6)۔

o کاک (Kcoh) نے ۱۸۷۷ء میں یہ معلوم کیا کہ جمرہ (Anthrax) پیدا کرنے والا جرثومہ کن حالات میں زندہ رہتا ہے اور کس طرح ناموافق حالات میں خود کو خول میں بند کر کے محفوظ حالت (Spore) میں منتقل ہو جاتا ہے اس نے جراثیم کے رنگنے کا طریقہ (Staining method) دریافت کیا جس کے نتیجے میں جراثیم کی شناخت ممکن ہو سکی۔ اس نے جراثیم کی ان مختلف قسموں کو تفصیل سے بیان کیا جو مختلف امراض کا سبب ہیں۔ مزید برآں اس نے جراثیم کی کاشت (Culture) بھی کی، جو امراض کے اسباب کے تعین اور اس کی تشخیص کے سلسلے میں انتہائی اہم قدم ثابت ہوا(7)۔

o ایک فرانسیسی فوج کے ڈاکٹر لیوران (Laveran) نے ۱۸۸۰ء میں ملیریا کے جراثیم پلازموڈیم (Plasmodium) کا ایک مریض کے خون میں مشاہدہ کیا اس

نے پلازموڈیم کے اینوفلیز مادہ مچھر اور انسان میں منتقلی کے عمل کا پتا چلایا(8)۔

جراثیم کی تقسیم

جراثیم کو مندرجہ ذیل گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔(9)

1. پھپوند(Moulds)
2. خمیر پیدا کرنے والے جراثیم(Yasts)
3. عام مرضیاتی جراثیم یا بکٹریا(Bacteria)
   (الف) حلقہ نما یا کرویہ(Cocci)
   (ب) عصائی(Bacilli)
   (ج) حلزونیہ یا پیچ دار(Spirilla)
4. ریکٹسی جراثیم(Rickettsiae)
5. ماوراء خوردبینی اجسام

(Ultramicroscopic organisms or viruses)

6. یک خلیاتی جانور یا پروٹوزوا(Protozoa)

جراثیمی نظریہ امراض

جراثیم کی دریافت کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ثابت ہو گئی کہ جراثیم انسانی جسم میں پہنچ کر مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔ اس کو جراثیمی نظریہ (Germ theory) کا نام دیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس نظریہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

In medicine, the theory that certain diseases are caused by the invasion of the body by microorganisms, organisms too small to be seen except through a microscope. The

French chemist and microbiologist Louis Pasteur, the Englis surgeon Joseph Lister, and the German physician Robert Koch are given much of the Credit for development and acceptance of the theory (10).

طب میں یہ نظریہ کہ خاص امراض خوردبینی زندہ اجسام کے جسم پر حملہ آور ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ جاندار اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ سوائے خوردبین کے دیکھے نہیں جا سکتے۔ فرانسیسی کیمیادان اور ماہر خوردبینی حیاتیات لوئیس پاسچر' انگریز سرجن جوزف لسٹر' اور جرمن طبیب رابرٹ کاک کو اس نظریہ کی ترویج اور قبولیت کا زیادہ تر کریڈٹ دیا جاتا ہے۔

جراثیم کے صحت مند جسم میں پہنچنے کے راستے

مرض کر جراثیم مندرجہ ذیل راستوں سے صحت مند شخص کے جسم میں پہنچ کر بیماری کا باعث بنتے ہیں۔

(الف) سانس کے ذریعے کھینچی جانے والی ہوا کے ذریعے' مثلاً کالی کھانسی' خناق چیچک' سرخ بخار وغیرہ

(ب) کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ مثلاً اسہال' ہیضہ وغیرہ

(ج) براہ راست اتصال' اس میں وہ تمام صورتیں داخل ہیں جن میں جراثیم براہ راست بغیر کسی واسطے کے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں مثلاً زخم وغیرہ کے ذریعے جیسے تشنج یا حشرات کے ذریعے جیسے ملیریا' انتقال خون اور جنسی تعلقات بھی جراثیم کی منتقلی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

ایک بیمار انسان اپنے منہ یا ناک سے بذریعہ چھینک یا کھانسی جراثیم خارج کرتا ہے۔ تھوک کے ذریعے سے بھی بیمار شخص کے جسم سے جراثیم ماحول میں پھیلتے ہیں۔ یہ ان فضلات میں بھی پائے جاتے ہیں جو ہم پیشاب' پاخانہ یا بلغم کی صورت میں خارج کرتے ہیں۔ کئی ایک جراثیم کوڑے کرکٹ کے ساتھ کھیتوں میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر وہاں سے مختلف جانور کے

جسم میں یا پھلوں اور سبزیوں کے اندر پہنچ جاتے ہیں(11)۔ اور پھر اس طرح تندرست شخص تک منتقل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہوا' پانی' غذا' سبزی وغیرہ کے ساتھ روزانہ ہزاروں لاکھوں جراثیم ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپریشن کے وقت ہوا میں موجود سینکڑوں جراثیم بدن کے زخموں میں داخل ہوتے ہیں مگر کوئی نقصان نہیں پہنچاتے(12)۔ اگر بیماری کے جراثیم کسی شخص کے جسم میں چلے جائیں تو ان میں بافتوں کے اندر اپنی تعداد بڑھانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے(13)۔ لیکن جسم کا مدافعتی نظام اس کے خلاف سرگرم ہو جاتا ہے اور اگر یہ نظام ان پر قابو پالینے میں ناکام ہو جائے اور وہ اپنی تعداد تیزی سے بڑھانے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر بیماری کا سبب بن جاتے ہیں۔

جراثیم سے بچاؤ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

اگر ہم حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں اور آپ ﷺ کے ارشادات کتبِ احادیث میں دیکھیں تو ہم خود کو جراثیم اور ان سے پھیلنے والی بیماریوں سے بچا سکتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی جسمانی نظافت اور صفائی کی تاکید

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی سیرۃ طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ ﷺ انتہائی طاہر و مطہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم' رسول ہر عالم ﷺ کو اس قدر لطیف اور نفیس بنایا تھا کہ گرد و غبار کی وہاں گنجائش ہی نہ تھی۔ حضور سیدِ انام علیہ الصلوۃ والسلام اپنے لباس اور گھر کی صفائی کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور اپنے اُمتیوں کو بھی طہارت اور صفائی کیلئے خاص ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

بُنِیَ الدِّیْنُ عَلیَ النَّظَافَةِ (14)۔

دین کی بنیاد نظافت پر ہے

ایک اور حدیث مبارکہ میں پاکیزگی کو ایمان کا حصہ بتایا گیا ہے۔

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ (15)

صفائی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، جنہیں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بہت زیادہ وقت گذارنے کی سعادت کا شرف حاصل ہے، ارشاد فرماتے ہیں۔

مَاشَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ مِسْکًا وَّلَاشَیْئًا اَطْیَبَ مَنْ رِیْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (16)۔

میں نے کبھی کوئی عنبر، کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے "نبی کریم ﷺ جس گلی سے گذر جاتے تھے، وہ گلی خوشبو سے مہک جاتی تھی۔ لوگ پہچان لیتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر اس گلی سے ہوا ہے" (18)۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ہر وقت خوشبو اٹھتی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضور علیہ السلام عطر استعمال کیے ہوتے تھے بلکہ کوئی خوشبو استعمال کیے بغیر حضور ﷺ کے جسم اطہر سے جو فضا چھوتی تھی وہ از خود مہکنے لگتی تھی (18)۔ اسلم جیراج پوری حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جسم اطہر کی نظافت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"آپ ﷺ صفائی اور پاکیزگی کا ہمیشہ خیال رکھتے اور عطریات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ "دین کا دارومدار پاکیزگی پر ہے"۔ آپ ﷺ کی جسمانی پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ جس راستہ سے گذر جاتے، وہ راستہ معطر ہو جاتا اور جو شخص آپ ﷺ سے مصافحہ کر لیتا

اس کے ہاتھ دن بھر خوشبودار رہتے "(19)۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے منور و معطر ہاتھ مبارک کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک روز سرور انبیاء ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا تو حضور ﷺ کی خنکی اور مہک میں نے محسوس کی تو یوں معلوم ہوا کہ جیسے عطار کی صندوقچی سے یہ دست مبارک نکالا تھا(20)۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد میں نے جسد اطہر کو غسل دیا۔ اس میں کسی آلودگی اور نجاست کا نشان بھی نہ تھا جو عام طور پر میت میں پائی جاتی ہے میں اپنے آقا ﷺ کی اس حالت میں بھی ایسی نظافت و پاکیزگی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا

طِبْتَ حَيًّا وَّ مَيِّتًا(21)

یارسول اللہ ﷺ آپ زندگی کی حالت میں بھی طیب وپاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی حضور طیب وپاکیزہ ہیں۔

جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ خود پاکیزہ تھے اور انتہائی صاف ستھرے رہتے تھے اسی طرح آپ ﷺ مسلمانوں کی جسمانی صفائی' ماحول کی پاکیزگی اور لباس کی ہر آلائش سے حفاظت کو پسند کرتے تھے۔

وضو اور غسل کے ذریعے جراثیم سے حفاظت

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کا عصری تحقیق کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام ہمیں جراثیم اور عفونت سے محفوظ رکھنے کا خاطر خواہ انتظام کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان کے مطابق وضو حفظانِ صحت کے زرّین اصولوں میں سے ہے۔ یہ جراثیم کے خلاف ایک بہت بڑی ڈھال ہے۔ بہت سی بیماریاں جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتی

ہے۔ یہ جراثیم ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا' زمین اور ہمارے استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی مسلط ہیں۔ جسم انسانی کی حیثیت ایک قلعے کی سی ہے۔ کوئی دشمن اس میں ماسوائے سوراخوں یا زخموں کے راستوں سے داخل نہیں ہو سکتا۔ منہ اور ناک کے سوراخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ ان کو جسم کے اندر لے جانے میں مدد کرتے ہیں۔ وضو کے ذریعے ہم نہ صرف ان سوراخوں کو بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے' دن میں کئی بار دھوتے ہیں۔ لہذا وضو ہمیں بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے(22)۔

اسلام میں جسمانی طہارت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پانچوں نمازوں سے قبل وضو لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ اسی طرح وظیفہ زوجیت کی ادائیگی کے بعد زوجین کو غسل کرنا یا حیض و نفاس کے بعد عورت کو غسل کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ منویہ اور حیض و نفاس کا گنداخون جراثیموں کی آماجگاہ ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ان نجاستوں کو مکمل طور پر جسم سے دور کیا جائے تاکہ مختلف خوردبینی موجودات وہاں پر پرورش پاکر اپنی تعداد میں تیزی سے اضافہ کر کے جسم کو کسی بیماری میں مبتلا نہ کر دیں۔ اس کے علاوہ بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے جس فرحت کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں لیکن یہاں صرف جسم پر جراثیمی حملے سے حفاظت کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔

اگر نماز عشاء ادا کرنے کے بعد انسان گھریلو امور میں مصروف ہو جائے یا ویسے ہی بیکار بیٹھا رہے اور اس کا وضو ختم ہو جائے تو بہتر ہے کہ وہ وضو کر کے سوئے کیونکہ وضو کر کے سونے سے پر سکون اور گہری نیند آتی ہے اور جسم بھی مکمل طور پر جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ اگر ہاتھوں کے ساتھ جراثیم وغیرہ موجود ہوں تو نیند کے دوران وہ با آسانی منہ یا ناک کے راستے جسم میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے تو فضا میں موجود جراثیم اور دیگر کیڑے چکنائی اور کھانے کے ذرات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو اس حال میں سویا کہ اس کے

ہاتھوں میں چکنائی کی باس تھی اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس ہی کو برا کہے کہ اس کی غفلت سے ایسا ہوا۔(23) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سونے سے قبل وضو فرمایا کرتے تھے۔ حضرت بَراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' سے مروی ہے کہ حضور سیدِ ہر عالم ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"جب تم بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو وضو کرو' جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہو"(24)۔

ڈاکٹر امتیاز رسول کے الفاظ میں رات کو سونے سے پہلے چہرے اور دوسرے حصوں کو دھونا بہت ضروری ہے کیونکہ دن بھر کی مٹی' گرد و غبار اور جراثیم مساموں میں جمع ہو کر جلد کو خراب کر سکتے ہیں۔ منہ دھونے سے آنکھوں میں جمع گرد و غبار بھی صاف ہو جائے گا(25)۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جسمانی طہارت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے اور اپنے سر اور بدن کو دھویا کرے(26)۔ آپ ﷺ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ روزانہ ہر شخص روزانہ صبح کو اٹھ کر کسی کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے کم از کم تین مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے(27)۔ڈاکٹر امتیاز رسول نے وضو غسل کو جراثیمی حملے سے بچاؤ کیلئے انتہائی اہم قرار دیا ہے انہوں نے جسم انسانی پر "محسن انسانیت ﷺ کا احسان" کے زیرِ عنوان لکھا ہے۔

"جسم کو ہر وقت صاف ستھرا رکھنا صاف کپڑے پہننا اور نہانا صفائی کا حصہ ہیں۔ یہ اقدامات جسم کی جلد پر ہر وقت موجود جراثیم اور بہت سے دوسرے جراثیم کو دھو کر بہادیتے ہیں اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔ جونہی صفائی ستھرائی میں کمی آئے' یہ جراثیم اپنا ہاتھ دکھا جاتے ہیں اور قسم قسم کی جلدی بیماریاں آلیتی ہیں اور جلد کے ذریعے جسم کے باقی اعضا مثلاً ہڈی' پٹھے اور جوڑ وغیرہ کو متاثر کرتی ہیں۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لئے آج کل کی میڈیکل سائنس کا اصول ہے کہ باربار نہایا جائے اور جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے' جس سے جلد پر موجود جراثیم دھلتے رہیں گے اور انسانی جلد و جسم ان جراثیم کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی اور اس کے لیے وضو بھی فرض کیا۔ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ اگر وضو کے عمل پر غور کریں تو اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بار بار منہ ہاتھ اور پاؤں دھونے سے، کلی کرنے سے، ناک میں پانی ڈالنے سے ہر حصے پر موجود جراثیم دھل جاتے ہیں اور اس طرح نمازی ان حصوں کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے" (28)

مردہ جسم سے جراثیم کی منتقلی کا سدباب

o حضور نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مردوں کو تدفین سے قبل غسل دیں۔ آج ہمیں معلوم ہے کہ مرنے والے کی ایک بڑی تعداد بیکٹریا، وائرس یا دیگر خرد اجسام سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے لقمہ اجل بنتے ہیں اور اس کا قوی امکان ہے کہ ایسے جراثیم میت کو غسل دینے والے شخص تک منتقل ہو کر اس میں بھی بیماری کا باعث بنیں۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لیے ارشاد فرمایا!

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ (29)۔

جو مردہ کو نہلائے، اسے غسل کرنا چاہیے۔

کھانے سے قبل ہاتھوں کی صفائی

بیماری کے جراثیم کھانا کھاتے وقت ایک صحت مند شخص کے جسم میں بآسانی داخل ہو سکتے ہیں اولاً ہاتھوں کے ذریعے کھاتے وقت ثانیاً کھانے پینے کی اشیا کے ساتھ اگر ان میں موجود ہوں۔ اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں ایسی تمام غذاؤں کو حرام قرار دیا گیا ہے جن کے ذریعے مختلف بیماریوں کے جراثیم انسانی جسم میں منتقل ہو سکتے ہیں یا ان غذاؤں کے استعمال میں ایسی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے کہ بیماری پیدا کرنے والے خوردبینی موجودات

(Microorganisms) اُن تک نہ پہنچ سکیں تاکہ اُن کا استعمال جسم کیلئے عفونت (In-
fection) کا باعث نہ بنے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ بغیر دھلے ہاتھوں کے ساتھ کھانا کھاتے وقت جراثیم کے جسم میں منتقل ہونے کا امکان نہ رہے۔اس سلسلے میں حضور ختمی المرتبت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ (30)۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو برکت کا باعث ہے

بعض علماء نے کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا' منہ کا اگلا حصہ دھونا اور کلی کرنا سنت قرار دیا ہے۔ اسی طرح صبح اٹھ کر کھانے سے قبل تین ار ہاتھ دھونے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ ہاتھوں پر موجود جراثیم جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خان لکھتے ہیں کہ اگر ہاتھ دھو کر کپڑے سے پونچھے جائیں تو ایک کپڑے کی وساطت سے جراثیم پھر ہاتھوں میں منتقل ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا بیمار یا صحت یافتہ انسان ہو جس کے ہاتھوں میں اس کی بیماری مثلاً میعادی بخار' پیچش' ہیضہ' یرقان کے جراثیم ہوں اور وہ کسی کپڑے سے ہاتھ پونچھے تو اس بیماری کے جراثیم باآسانی کپڑے پر منتقل ہو جاتے ہیں کیونکہ بیماری کے جراثیم اگر زیادہ تعداد میں ہوں تو ہاتھوں کو معمولی طور پر دھونے سے دور نہیں ہوتے (31)۔اس کے متعلق بھی رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے۔

وَلَا يَمْسَحُ يَدَهٗ قَبْلَ الطَّعَامِ بِالْمِنْدِيْلِ لِيَكُوْنَ اَثَرُ الْغَسْلِ بَاقِيًا وَقْتَ الْاَكْلِ (32)

کھانے سے پہلے دھوئے ہوئے ہاتھ کسی کپڑے سے مت خشک کرو تاکہ ہاتھوں کی صفائی کھانے کے دوران قائم رہ سکے۔

کتب احادیث میں کھانے سے قبل حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاتھ مبارک دھونے کا ذکر آیا لیکن کہیں ہاتھ دھو کر پونچھنے کا ذکر نہیں آیا بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمْسَحْ یَدَہٗ

جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو ہاتھ نہ پونچھے (33)۔

آج سے پندرہ صدیاں قبل ہمارے روحانی طبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسان کی جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے بڑے احسن طریقے سے راہنمائی فرمائی ہے میڈیکل سائنس ایک طویل تحقیق کے بعد آج اس نتیجے پر پہنچی ہے۔

دانتوں کی صفائی

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دانتوں اور منہ کی صفائی کی تاکید فرمائی ہے اور دانتوں کی صفائی کیلئے مسواک کرنے کی ہدایت کی ہے۔ مسواک سے بہتر دانتوں کی صفائی کا کوئی اور طریقہ ممکن نہیں۔ یہ طریقہ مضرات سے پاک اور فوائد سے مملو ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسواک انسان کو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے اور یہ قول جتنا سائنٹیفک ہے۔ موجودہ طبی سائنس کی روشنی میں اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے (34)۔

یہاں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں جن میں مسواک کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَشُوْصُ فَاہُ بِالسِّوَاکِ (35)۔

جب نبی کریم ﷺ خواب سے بیدار ہوتے تو اپنے دہن مبارک کو مسواک سے صاف کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ اَوْعَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ کُلِّ صَلٰوۃٍ (35)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہو تا کہ میری اُمت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

قَالَ السِوَاکُ مُطَهِرَةٌ لِلفَمِ وَرَضَاةٌ لِلرَّبِ(36)

حضور ﷺ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسواک منہ کو پاکیزہ کرنے والی اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "مسواک میں دس فوائد ہے: منہ کو خوشبودار کرتی ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، نظر کو تیز کرتی، بلغم کو نکالتی، سوزش کو دور کرتی، سنت پر عمل کا باعث، فرشتوں کو خوشبو کرتی رب کو راضی کرتی، نیکیوں میں اضافہ کا باعث اور معدہ کی اصلاح کرتی ہے(37)۔

ابو نعیم نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن مستدرک الحاکم نے اپنی کتاب التاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، الدیلمی نے بھی انہی سے، پھر ابن حبان نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہی دس فوائد گنوائے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے جن کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے پیلے ہو رہے تھے، آپ ﷺ کی نظر پڑی تو فرمایا: تمہارے دانت پیلے کیوں نظر آتے ہیں، مسواک کیا کرو(38)۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ منہ کے عرضاً یعنی دانتوں پر اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کی طرف مسواک فرماتے تھے۔ دانتوں کے ڈاکٹر بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کیونکہ اس سے مسوڑوں کو ضرر نہیں پہنچتا(39)۔ مسواک کرنے سے منہ صاف ہو جاتا ہے۔ دانتوں میں موجود کھانے کے ٹکڑے نکل جاتے ہیں۔ اگر خوراک کے ذرات دانتوں میں پھنسے رہیں تو منہ میں بدبو پیدا ہو جائے گی اور جراثیم کو پرورش کے لیے موزوں جگہ مل جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ باقاعدگی سے مسواک کا استعمال کیا جائے۔

کھانے کے بعد خلال

دانتوں کی صفائی کے سلسلے میں کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ حضور سید انام ﷺ کا ارشاد ہے

مَنْ اَکَلَ فَلْیَتَخَلَّلْ (40)۔

جو شخص کھانا کھائے اسے خلال کرنا چاہیے۔

خلال کرنے کے دوران دانتوں میں پھنس جانے والے کھانے کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "جو شخص کھانا کھائے (اور دانتوں میں کچھ رہ جائے) اسے اگر خلال سے نکالے تو تھوک دے اور زبان سے نکالے تو نگل جائے" اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان کے ذریعے دانتوں میں پھنسے ہوئے کھانے کے ٹکڑے کسی قسم کی عفونت کے خدشے سے محفوظ ہوتے ہیں اور خوراک کے خلال کے ذریعے نکالے گئے ٹکڑے جراثیم زدہ ہوسکتے ہیں۔ اس لیے انہیں تھوک دینا طبی نقطہ نظر سے بالکل درست ہے' ڈاکٹر حسن غزنوی نے خلالہ کی افادیت کے بارے میں لکھا ہے :

It is beneficial act so that those do not rot and produce diseases(41)

حکیم محمد طارق محمود چغتائی کے مطابق کھانے کے بعد غذائی اجزا دانتوں اور مسوڑوں کے درمیان پھنس جاتے ہیں۔ اگر ان کو خلال کے ذریعے نہ نکالا جائے تو یہ غذائی ذرے (Food particles) متعفن (Septic) ہو جاتے ہیں۔ اس سے مسوڑے پہلے متورم ہوتے ہیں اور پھر دانتوں اور مسوڑوں کا تعلق ختم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ دانت گر جاتے ہیں (42)۔

خورد و نوش کے دوران پھونک مارنے سے اجتناب

حکیم سید امین الدین نے اپنے مقالہ بعنوان طبِ نبوی ﷺ میں لکھا ہے "جب احادیث نبویہ ﷺ کو جدید علم طب کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ

آپ ﷺ کا ہر فرمان ٹھوس سائنسی حقیقت پر مبنی ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات حکیمانہ اور سائنٹیفک ہیں (43)۔ جب ہم احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں کھانے پینے کے طریقے اور خورد و نوش کی اشیاء کی حفاظت کے بارے میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح طور پر منکشف ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا ہو کر ہم ہر قسم کے جراثیم سے مکمل طور پر محفوظ رہ سکتے ہیں جو ہمارے جسم کے اندر داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب بن سکتے ہیں۔

طب جدید کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہیں مارنی چاہیے کیونکہ اس سے بیماری کے جراثیم اشیاء خورد و نوش میں منتقل ہو سکتے ہیں اور ان اشیاء کو کوئی دوسرا شخص استعمال کرے یا ایسے برتن میں کوئی چیز کھائے یا پیئے تو اس تک یہ جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِذَا شَرِبَ اَحَدُ کُمْ فَلَا یَتَنَفَّسُ فِی الْاَنَاءِ (44)۔

تم میں سے کوئی شخص کچھ پینے لگے تو برتن میں پھونک نہ مارے۔

عَنْ عبّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ وَاٰلِہٖ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَن یَتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ اَوْ یُنْفَخَ فِیْہِ (45)۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے برتن کے اندر سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ وَاٰلِہٖ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلَاثاً خَارِجَ الْاِنَاءِ (46)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مشروب کے پینے کے دوران برتن سے باہر تین بار سانس لیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفَخُ فِي طَعَامٍ وَلَاشَرَابٍ وَلَايَتَنَفَّسُ فِي الْانَاءِ(47)

رسول اللہ ﷺ نہ کسی کھانے کی چیز میں پھونک مارتے تھے اور نہ پینے کی چیز میں اور نہ برتن میں سانس لیتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَاَنْ يَنْفَخَ فِي الشَّرَابِ(48)

پیغمبر خدا ﷺ نے پیالے کے رخنہ سے پانی پینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

پیالے کے شگاف میں گندگی اور جراثیم موجود ہو سکتے ہیں کیونکہ دھوتے وقت اس کی صحیح طور پر صفائی نہیں ہو سکتی اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی جگہ پر منہ رکھ کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تو مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے بھی منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

برتنوں کا جراثیم سے بچانا

طبی نقطہ نظر سے اشیاء خورد و نوش کو کامل احتیاط سے رکھنا چاہیے اور اگر وہ کھلے برتن میں ہوں تو انہیں ڈھانپ دینا چاہیے تاکہ ان میں ایسی چیزیں یا جراثیم نہ پڑ جائیں جن سے کسی بیماری کے پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ برتن ڈھانپنے کے متعلق حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے۔

غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْكِؤُا السِّقَاءَ(49)

برتن ڈھانپ دیا کرو اور مشکیزہ کا منہ بند کر دیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ نے برتن

ڈھانپنے' مشک کا منہ بند کرنے اور برتن الٹنے کا حکم دیا(50)۔ اس حدیث سے خالی برتن بھی الٹ دینے کی تاکید ظاہر ہوتی ہے تاکہ ان میں کسی قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑے' گرد و غبار یا جراثیم نہ داخل ہو جائیں اور استعمال کے دوران انسانی جسم میں پہنچ کر کوئی بیماری پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکیں۔

ایک موقع پر برتنوں کے ڈھانپ دینے کی تاکید کرتے ہوئے حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "اگر کسی کے پاس برتنوں کے ڈھانپنے کیلئے کچھ بھی نہ ہو تو وہ اللہ کا نام لے کر ان پر لکڑی کا ٹکڑا ہی رکھ دے" حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو حمید نقیع سے دودھ کا ایک پیالہ لے کر آئے تو ان سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ڈھانپ کر کیوں نہیں لایا؟ اگرچہ ایک لکڑی ہی ہوتی اسے ڈھک لینا چاہیے تھا(52)۔

آج ہم جانتے ہیں کہ اگر ہوا آلودہ ہو تو اس میں بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی برتن خالی ہو اور ڈھکا ہوا نہ ہو تو ہوا کے جراثیم اور گرد و غبار اس میں پڑتی رہے گی اور اگر اس میں خورد و نوش کی کوئی شے ہو تو اس میں یہ جراثیم شامل ہو سکتے ہیں۔

جمائی' چھینک اور ہنسنے کے دوران احتیاط

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جمائی کو ناپسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے جمائی کو ہاتھ سے روکنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے" (53)۔

جمائی لیتے ہوئے چونکہ انسان گہرا سانس لیتا ہے اور اگر منہ کے آگے ہاتھ نہ رکھا جائے تو ہوا میں موجود جراثیم اور گرد و غبار اندر چلے جاتے ہیں اور مختلف قسم کی بیماریوں کا سبب بن

سکتے ہیں۔ اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد کے مطابق جمائی لیتے وقت منہ کے آگے ہاتھ رکھ لیا جائے تو منہ میں جراثیم کو داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص خود کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کا سبب بیکٹریا یا وائرس وغیرہ ہوں تو وہ جمائی لیتے وقت بیماری کے جراثیم ہوا میں پھیلانے کا باعث بن سکتا ہے جس سے دوسرے صحت مند لوگو تک ایسی بیماری پہنچ سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اس کو روکے جہاں تک ہو سکے (54)۔ حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہے اور جمائی ناپسند ہے (55)۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کو ڈھانپے بغیر اور بلند آواز سے چھینکنے کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپاتے اور آواز پست کرتے (56)۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورا ہنستے نہیں دیکھا کہ میں آپ ﷺ کا کوا (تاخ) دیکھتی بلکہ آپ ﷺ کا ہنسا مسکرانا تھا (57)۔

ڈاکٹر حسن غزنوی

One should avoid coughing, sneezing, yawningor laughing with fully open mouth near other persons as the breathed out bacteria may spread in the atmosphere and be conveyed to other persons 58.

بال اور ناخن کٹوانا

جہاں تک حفظانِ صحت اور صفائی کے اصولوں کا تعلق ہے تو ہمیں احادیث پاک میں بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔ بعض چھوٹی سے چھوٹی مگر اہم اور بنیادی باتوں کی جانب حضور ﷺ نے

زیادہ سے زیادہ توجہ دلائی ہے۔ مثلاً حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہفتہ وار ناخن ضرور ترشوائے جائیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ ناخن دانتوں سے نہ کاٹے جائیں کیونکہ یہ طریقہ حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف ہے(59)۔ اگر ناخن نہ کاٹے جائیں تو مختلف کام کرتے وقت ان میں مختلف قسم کے جراثیم پھنس جاتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت منہ کے ذریعے خوراک کی نالی (Alimentary Canal) میں پہنچ جاتے ہیں جس سے مختلف قسم کے امراض جنم لے سکتے ہیں۔ اسی طرح ناخن دانتوں سے کاٹنے سے جراثیم منہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ناخن کاٹنے کی سنت پر عمل کر کے اپنے جسم کو مختلف جراثیم کے حملے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور آسمان کی خبریں دریافت کرنے لگا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں ایک شخص آتا ہے اور آسمان کی خبریں دریافت کرتا ہے مگر اس کو اپنے سامنے کی چیزیں نظر نہیں آتیں یعنی اس کے ناخن پرندوں کے پنجوں کی طرح بڑھے ہوئے ہیں جن میں ہر طرح کا میل کچیل بھرا ہوا ہوتا ہے(60)۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں۔ اس روایت کے مطابق رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فطری امور ہیں یعنی پانچ باتیں پیدائشی سنتیں ہیں۔

۱) ختنہ کرانا' ۲) زیر ناف بال لینا' ۳) مونچھ کترنا' ۴) ناخن کٹوانا' ۵) بغلوں کے بال لینا(61)۔

اس حدیث مبارکہ میں جن بالوں کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ مقامات گندگی کی آماجگاہ بن سکتی ہیں اور اس طرح جراثیم کو افزائش اور نشو و نما کیلئے جگہ مل سکتی ہیں۔ اسی طرح بڑی مونچھیں فضا کے اندر موجود جراثیم کو اپنے اندر پناہ دے سکتی ہیں اور پھر ان کے کھانے میں شامل ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے جہاں انسان کے جسم کی ظاہری آرائش ہوتی ہے وہاں

کھانے پینے کے دوران جراثیم بھی جسم میں منتقل نہیں ہوتے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ(62)

مونچھ کے بال کترنا پیدائشی سنت ہے۔

ختنہ کرانا

حضور نبی اکرم ﷺ نے لڑکوں کے ختنہ کو پیدائشی سنت قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس کی عمر میں اپنا ختنہ خود کیا(63)۔ علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کیا۔

انجیل برناس(The Gospel of Barnabas) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ لکھا ہے کہ آٹھویں دن شریعت موسوی کے مطابق انہیں ختنہ کے لئے ہیکل لایا گیا۔

When the eight days were fulfilled according to the law of the Lord, as it is written in the book of Moses, they took the child to the temple to circumcise him 64.

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ طبرانی، ابو نعیم، خطیب اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" میرے رب نے ایک عزت مجھے یہ بخشی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا"(65)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نال کٹے اور مختون پیدا ہوئے(66)۔ حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مختون پیدا ہونے کی روایات

حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں (67)۔

لڑکوں کا ختنہ کرانے کے حکم کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے' کچھ علما نے اسے واجب کہا ہے' بعض کے مطابق سنت موکدہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے ختنے کے بارے میں علماء اسلام کی آراء کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے۔ "امام شافعی (علیہ الرحمہ) اور ان کے شاگردوں کے نزدیک ختنہ واجب ہے۔ قدیم لوگوں میں عطاء کا بھی یہ مذہب ہے۔ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی مسلمان ہو جائے تو ختنہ کیے بغیر اس کا اسلام مکمل نہیں ہو گا۔ امام احمد (علیہ الرحمہ) اور کچھ مالکیہ سے بھی اس کے واجب ہونے کی روایت ہے۔ امام ابو حنیفہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کی رائے میں یہ واجب ہے 'اور فرض نہیں ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ یہ امام مالک (رحمتہ اللہ علیہ) اور دوسرے بہت سے علما کے نزدیک واجب ہے۔ (ایک روایت کے مطابق) حسن بصری اور امام ابو حنیفہ (رحمہا اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اسی طرح امام احمد (علیہ الرحمہ) کے شاگردوں میں سے ابن ابی موسیٰ بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ سنت موکدہ ہے" (68)۔

ختنہ کرانے کو فقہی اعتبار سے واجب قرار دیا جائے یا سنت موکدہ 'اس کی طبی افادیت مسلم ہے۔ ڈاکٹر محمد لطفی الصباغ نے جو ریاض یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں' ختنہ کے فوائد کو یوں گنوایا ہے۔ (ختنے کرنے سے جسم گندگی' نجاست' بدبو' جراثیم اور طفیلیوں کی پرورش کے ایک گڑھ سے پاک ہو جاتا ہے۔ کئی طبی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ غیر مختون مردوں کے' خواہ چھوٹی عمر کے ہوں یا بڑی عمر کے' نظام میں سوزش اور تورم کی شکایات کا تناسب دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نیز جنسی عمل سے منتقل ہونے والے امراض مثلاً آتشک اور سوزاک خصوصاً ایڈز کے مرض کا انفیکشن مختون کے مقابلے میں غیر مختون مردوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے" (69)۔

ختنہ نہ کرانے سے فالتو کھال میں ایک زہریلا مادہ جمع ہو جاتا ہے جسے سمیگما (Smegma) کہتے ہیں' اس کے علاوہ اعضائے تناسل کا سرطان (Cancer of

(genitalia جو مرد کے علاوہ اس کی بیوی کو بھی لاحق ہو سکتا ہے' اعضائے تناسل کو سوزش اور ایک بیماری Phimosis جس میں پیشاب میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے (70)۔ ڈاکٹر شیون انگلینڈ کے جرنل آف میڈیسن میں لکھا ہے کہ بلاشبہ بچے کا ختنہ عمر بھر کے لیے جنسی اعضا کی نظافت کا کام آسان کر دیتا ہے اس طرح مختون میں فالتو کھال کے نیچے بیماری کے جراثیم جمع نہیں ہو سکتے (71)۔ امریکہ اور افریقہ میں سروے سے پتا چلا ہے کہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہونے والے بیشتر غیر مختون حضرات ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ختنہ ایڈز سے بھی محفوظ رکھتا ہے (72)۔

بول و براز کی احتیاط

اسلام میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ کسی کے مسلمان کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے مقامات پر بول و براز سے منع فرمایا ہے جہاں دوسرے لوگ بکثرت جاتے ہوں۔ اس سلسلے میں پیغمبر اقدس ﷺ کے ارشادات پر عمل کر کے کئی بیماریوں کے جراثیم کی بیمار سے تندرست شخص تک منتقلی کو روکا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "لعنت کے دو کاموں سے پرہیز کرو" صحابہ نے عرض کیا "وہ کون سے دو کام ہیں" آپ ﷺ نے جواب دیا "لوگوں کی گذرگاہ پر یا سایہ میں قضائے حاجت کرنا" (73)۔

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے بچو جو لعنت کا باعث ہیں۔ پانی کے گھاٹ پر' سائے میں اور گذرگاہ میں بول و براز کرنے سے (74)۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ (75)۔

تم میں سے کوئی شخص ساکن پانی میں پیشاب نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کسی کو نہانے کی حاجت ہو تو وہ تھمے ہوئے پانی میں نہ نہائے۔ لوگوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا پھر کیا کرے' انہوں نے کہا: ہاتھوں سے پانی لے کر نہائے (76)۔

یہاں یہ بات مدِ نظر رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہتے پانی میں نہانے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ وہ پانی بہہ جاتا ہے اور جسم کی آلائش وغیرہ بھی اس کے ساتھ بہہ جاتی ہے لیکن ساکن پانی میں جسمانی آلائش اور جراثیم وغیرہ دھل کر چلے جائیں گے اور کسی دوسرے شخص کے وہ پانی استعمال کرنے پر اسے بیماری میں مبتلا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (مسجد کی دیوار پر) بلغم دیکھا۔ یہ آپ ﷺ کو ناگوار گزرا اور ناگواری آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بھی محسوس کی گئی۔ پھر آپ ﷺ اٹھے اور خود اسے صاف کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ایک کنکری لی اور اسے صاف کر دیا (76 الف)

بازار میں کھانا

بازار میں کھڑے ہو کر یا چلتے پھرتے کھانا تہذیبی تقاضوں کے خلاف ہے اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے بھی منافی ہے۔ بازار میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جن میں بعض مختلف قسم کی بیماریوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ جو لوگ بیکٹریا یا وائرس سے پھیلنے والی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں' وہ سانس خارج کرتے وقت' کھانستے چھینکتے وقت حتیٰ کہ بولنے کے دوران ان خوردبینی موجودات (Microorganisms) کو ہوا میں چھوڑتے رہتے ہیں اور بازار میں اگر کوئی چیز کھائی یا پی جائے تو وہ ہوا میں موجود ان جراثیم سے آلودہ ہو جاتی ہے

اور اس سے بیماری کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی لیے بازار میں کھانے پینے سے منع کیا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد ہے

اَلْاَ کْلُ فِی السُّوْقِ دَنَاءَ ۃٌ (77)

بازار میں کھانا کمینہ حرکت ہے۔

مٹی کھانا

مٹی کھانا یا مٹی کی ملاوٹ والی چیزیں کھانا نہایت مضر صحت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مٹی میں مختلف قسم کا جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بھاری دھاتوں کے ذرات بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مٹی کھانے سے منع فرمایا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من اکل الطین فکا نها اعان علیٰ قتل نفسہٖ (78)

جو شخص مٹی کھاتا ہے وہ اپنے آپ کو قتل کرنے میں اعانت کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مٹی نہ کھایا کرو کیونکہ اس میں تین نقصانات ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیشہ کی بیماری' دوسرے اس سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے اور تیرے اس سے انسان کا رنگ زرد ہو جاتا ہے (79)۔

متعدی امراض کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات

وہ تمام بیماریاں جو ایک سے دوسروں کو لگ سکتی ہیں۔ متعدی بیماریاں کہلاتی ہیں اور ایسے تمام امراض جراثیم کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ مرض پیدا کرنے والے جراثیم کا ایک سے دوسرے شخص تک منتقل ہونے کا عمل تعدیہ کہلاتا ہے (80) جراثیم اس طرح منتقل ہونے کے بعد تندرست شخص کے جسم میں تقسیم کے نتیجے میں اپنی تعداد بڑھانے لگتے

ہیں، جب یہ تعداد ایک خاص حد کو پہنچ جاتی ہے تو مرض کی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ تعدیہ کو انگریزی میں (Infection) اور عربی میں عدوی کہتے(81)۔ مرض پیدا کرنے والے زندہ خوردبینی اجسام کا بافت(Tissue) میں سرایت کر کے وہاں پر ماہیتی (Pathogenic) تبدیلیاں پیدا کرنا عدوی کہلاتا ہے۔

عدوی کا لفظ احادیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کتب احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے کہ بعض بیماریاں بیمار سے تندرست تک منتقل ہو سکتی ہیں اور آپ ﷺ نے ان بیماریاں سے بچاؤ کے لیے ہدایات جاری فرمائیں اور رسول مکرم ﷺ نے اس حقیقت کی اس وقت خبر دی جس کے کم بیش دس صدیاں بعد جراثیم کے وجود کا پتا چلا او تعدیہ کو سائنسی حقیقت تسلیم کیا گیا۔ حضور سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ(82)

کوئی مرض پیدا کرنے والا کسی تندرست کے پاس نہ ٹپک پڑے

دراصل ممرض کا معنی ایسا شخص ہے جس کا کوئی اونٹ بیمار ہو اور مصح کا مطلب جس کے اونٹ تندرست ہوں(83)۔ اسی لیے مولانا وحید الزمان نے مندرجہ بالا احادیث کا ترجمہ یوں کیا ہے "بیمار اونٹوں والا اچھے تندرست اونٹوں والے سے اپنے اونٹ نے ملائے"(84)۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس حدیث کا مفہوم یہ لیا ہے "ہر گز بیمار جانور تندرست جانوروں کے پاس پانی پلانے کو نہ لائے جائیں"(85)۔ انہوں نے بیہقی کی سنن کے حوالے سے اس حدیث پاک میں نقل فرمایا۔

لا یعل الممرض علی المصح ولیحل المصح حیث شاء قیل ولم ذلك قال لانه اذی(86)۔

تندرست جانوروں کے پاس بیمار جانور نہ لائیں اور تندرست جانور جہاں چاہے لے

جائے۔ عرض کی گئی کہ یہ کس لیے ؟ فرمایا اس لیے کہ اس میں اذیت ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ نے طاعون (Plague) اور جذام (Leprosy) سے بچنے کے لیے جو ہدایات فرمائی ہیں ان سے واضح پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ ان متعدی امراض کے جراثیم کے ذریعے پھیلنے سے اپنے اُمتیوں کو آگاہ فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ ایک روایت جو بخاری و مسلم میں موجود ہے' ہمارے مذہبی پیشواؤں کو امراض کے متعدی ہونے کی حقیقت تسلیم کرنے سے رُوکے ہوئے ہیں حالانکہ دیگر کئی احادیث تعدیہ کے ثبوت میں روایت کی گئی ہیں۔ بخاری شریف کی کتاب الطب میں ایک باب کا عنوان ہی "لَاعَدْوٰی" ہے جس کا مطلب ہے کہ چھوت لگنا کوئی حقیقت ہے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری میں دو اور ابوب "اَلْجذَام" اور "لَاهَامَةَ" میں بھی لاعدوی والی روایات موجود ہے جن روایت میں لاعدوی کا لفظ موجود ہے یہ زیادہ تر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی سند سے نقل کی گئی ہیں یا پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ ان دونوں سلسلۂ اسناد سے روایت کی گئی احادیث محدثین نے جرع کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے جب ان کے چچازاد بھائی حضرت حارث بن ابی رضی اللہ عنہٗ نے لاعدوی والی حدیث کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے انکار کیا کہ فرمایا کہ میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا البتہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں نہ لائے جائیں۔ اس پر حضرت حارث اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں جھگڑا ہوا اور موخر الذکر صحابی نے حبشی زبان میں کچھ کہا جس کا مطلب تھا کہ میں اس حدیث (یعنی لاعدوی) کے بیان کرنے سے انکار کرتا ہوں (87)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ والی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "چھوت لگنا کوئی چیز نہیں' اسی طرح بدشگونی' البتہ تین چیزوں میں (اگر نحوست کوئی چیز ہو) تو ہو سکتی ہے گھوڑے اور عورت اور گھر میں" (88)۔ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ملی تو سخت برہم ہوئی اور فرمایا "اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ پر قرآن اتارا' رسول اللہ ﷺ یہ نہیں فرمایا البتہ انہوں نے یہ فرمایا کہ

زمانہ جاہلیت کے لوگ اس (گھوڑے، عورت اور گھر) سے بد فالی لیتے تھے (89)۔ یہ روایت طحاوی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے نقل کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لاعدوی والی روایت کے آدھے کی نفی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہے اور لاعدوی کی نفی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

مسند امام احمد میں اس روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

لَایُو رِدُ ذُوْ عَاهَةٍ عَلٰی مُصِحٍّ(90)۔

تندرست کے پاس بیمار کو نہ پھٹکنے دو

امام مالک علیہ الرحمہ نے اپنی مؤطا میں اس روایت کو یوں نقل فرمایا ہے۔

"مریض تندرست کے پاس نہ جائے اور تندرست جہاں چاہے، جائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے۔ فرمایا: اس میں اذیت ہے" (91)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو اپنی امت کا اس قدر خیال تھا کہ آپ ﷺ نے مریض کو صحت مند افراد کے ساتھ گھل مل کر رہنا تو درکنار، ان کے پاس جانے سے بھی روک دیا تاکہ ان کی بیماری اگر متعدی ہے، تو اس کے جراثیم صحت مند افراد تک منتقل ہی نہ ہو سکیں اور وہ اس مریض کی بیماری سے محفوظ و مامون رہیں۔ یہاں یہ بھی مد نظر رہے کہ تندرست آدمی کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ جہاں چاہے جائے یعنی وہ بیمار کے پاس اس کی عیادت، علاج یا دیکھ بھال کے لیے جا سکتا ہے کیونکہ وہ محض چند حفاظتی تدابیر اختیار کر کے ہر قسم کی جراثیمی حملے سے بچ نکلتا ہے۔

آج میڈیکل سائنس کے شعبے میں تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ کچھ بیماریوں مویشیوں یا جانوروں سے انسانوں میں منتقل ہو سکتی ہیں۔ بیمار جانوروں کا دودھ یا گوشت استعمال کرنے سے بعض بیماریں انسانوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس حدیث پاک میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

"بیمار اونٹ کا مالک بھی بیمار اور تندرست اونٹ کا مالک بھی تندرست ہوتا ہے" (92)۔

جذام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

فِرَّمِنَ الْمَجزُوْمِ کَمَا تُفِرُّمِنَ اَلْاَسَدِ(93)

جذامی شخص سے دور رہو جیسا کہ شیر سے خود کو دور رکھتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہو۔ وہ ایک وادی میں اترے تو تم دوسری میں اترو" (94)۔ اس حدیث پاک سے عصری تحقیق کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ جہاں جذامی موجود ہو وہاں نہ جائیں تاکہ اس کے جراثیم آپ تک پہنچ کر آپ کو بھی اس بیماری میں مبتلا نہ کردیں کیونکہ یہ بیماری ایک بیکٹریا Myco-bacterium leprae کے باعث پیدا ہوتی ہے(95) جو ایک بیمار سے دوسرے تندرست شخص تک منتقل ہو سکتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے عہد مبارک میں ہی اسی حقیقت سے آگاہ فرمادیا تھا کہ جذام ایک متعدی بیماری ہے' حالانکہ اس کے جرثومہ کی دریافت ناروے کے ڈاکٹر ہانسن (Dr. Hansen) نے ۱۸۷۳ء میں کی اور ۱۹۶۰ء میں ان جراثیم کی آمد و رفت کا پتا شیپرڈ نے چلایا۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر ہانسن نے جذام کے جرثومہ کی دریافت تپ دق کے جراثیم سے ۹ برس قبل کی (94) ۔اب تو اس بیماری پر کافی کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے' آج سے ڈھائی عشرے قبل اس سے مختلف ممالک کی ایک بڑی تعداد متاثر ہوئی۔ عالمی ادارہ صحت کی معلومات کے مطابق ۱۹۷۵ء میں اس بیماری (کوڑھ) کے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ (1,60,000,00) مریض پوری دنیا میں موجود تھے (96)۔

جذام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس مرض کا چھوت بذریعہ جلد پھیلتی ہے تو گویا یہ ان بیماریوں میں سے ہے جن میں جراثیم براہ راست بیمار اور تندرست کے جسمانی اتصال سے

منتقل ہوتے ہیں اس لیے اسے امراض ساریہ (Contagious Diseases) میں شمار کیا جاتا ہے(97)۔ اس سے بچنے کے لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی امام مسلم علیہ الرحمہ نے کتاب السلام میں نقل فرمایا ہے۔ جس کے راوی عمرو بن شرید ہیں جنہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت کی ہے کہ جب وفد ثقیف حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت تو ان میں ایک شخص کو جذام کا عارضہ تھا حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو کہلا بھیجا

ارجع فقد بايعناك(98)

تو لوٹ جا ہم تجھ سے بیعت کر چکے

یہ روایت ابن ماجہ اور ابن جریر نے بھی نقل فرمائی ہے۔ اور اسے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے اپنی تصنیف "الحق المجتلی فی حکم المبتلی" میں نقل کیا ہے(99)۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک مجذوم کو آتے دیکھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے انس بچھونا الٹ دو، کہیں یہ اس پر اپنا پاؤں نہ رکھ دے" (100)۔ یہ دونوں احادیث واضح طور پر ثابت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس بیماری کے متعدی ہونے کی حقیقت سے آگاہ تھے اور آپ ﷺ نے جذامی کو بیعت کے لئے بھی نہیں چھوا اور دوسرے جذامی کے بستر پر بیٹھنے سے قبل بچھونا الٹ دینے کا حکم دیا تاکہ اس کے جسم سے جراثیم کپڑے پر منتقل ہو کر دوسرے صحت مند شخص تک نہ پہنچ سکیں۔ یہ ایک جدید سائنسی انکشاف ہے کہ مریض جب بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے نکلنے والی سانس میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں جو کہ مخاطب کی ناک یا منہ کے راستے داخل ہو کر اسے بیمار کر سکتے ہیں۔ تپ دق، خسرہ، کالی کھانسی، سعال، چیچک، کن پیڑے اور کوڑھ اسی صورت میں پھیلتے ہیں۔ اس عمل کو Droplet Infection کہتے ہیں(101)۔ اس عفونت سے بچنے کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ

عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

كَلِّمِ الْمَجْذُوْمَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ قَيْدُ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَيْنِ(102)۔

مجذوم سے اس طور پر بات کر کہ تجھ میں اور اس میں ایک یا دو نیزے کا فاصلہ ہو۔

ڈاکٹر خالد غزنوی نے "رمح" کا ترجمہ "تیر" کیا ہے(103)۔ان کے مطابق تیر کا فاصلہ پانچ فٹ کے قریب بنتا ہے جو معقول بھی ہے اور مریض کی سانس کے ساتھ خارج ہونے والے جراثیم کی دسترس سے بھی باہر ہے(104)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ' ان سے بات کرو تو تم میں اور ان میں ایک ایک نیزے کا فاصلہ ہو"(105)۔دو اور روایات میں بھی؛ جذامیوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے منع فرمایا گیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتعدو النظر الی المجذومین(106)

جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لاتدیموا النظر الی المجذومین(107)۔

مجذومیوں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو

ایک حدیث پاک میں تو جذام کو واشگاف الفاظ میں متعدی قرار دیا گیا۔اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادی عفسان سے گذرے 'وہاں کچھ لوگ مجذوم پائے۔آپ ﷺ مرکب کو تیز چلا کر وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا

ان كان شئی من الداء يعدی فهو هذا(108)

اگر کوئی بیماری اڑ کر (متعدی) لگتی ہے تو وہ یہی ہے

امام احمد علیہ الرحمہ ایک حدیث نقل کی ہے جس کو علامہ ابن قیم نے "زادی

المعادفی ھدی خیر العباد" کے باب "الطب النبوی ﷺ میں درج کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے شادی کی۔ جب آپ ﷺ نے اس کے ساتھ مباشرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں ایک سفید داغ دیکھا۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں چلی جاؤ" (109)۔ لیکن اس حدیث کی سند میں جمیل بن رائد طائی ہیں جن کو بہتوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متضاد روایات نقل کی گئی ہیں، کچھ مجذومیوں کے ساتھ ان کے اکٹھے کھانے کے متعلق ہیں جبکہ دیگر اس کے برعکس ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جذام کو متعدی مانتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ایک جذامی عورت کعبہ مکرمہ کا طواف کر رہی تھی۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا "اے اللہ کی بندی! لوگوں کو ایذا نہ دے، اچھا ہو کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، پھر وہ گھر سے نہ نکلیں" (110)۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ جو کہ اہل بدر سے ہیں، انہیں یہ مرض تھا۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، نے ان سے فرمایا: مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھئے(111)

امام نووی علیہ الرحمہ نے صحیح مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض علما کے نزدیک اگر خاوند جذامی نکلے تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ اسی طرح جذامی کو مسجد میں آنے اور لوگوں کے ساتھ ملنے سے روکا جائے گا لیکن جمعہ کی نماز سے نہ روکا جائے گا(112)۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اطبا کے نزدیک یہ بیماری (جذام) متعدی اور نسلی طور پر وارثتاً چلنے والی ہے اور جو آدمی مجذوم کے قریب رہتا ہے یا مسلول کے قریب رہتا ہے، وہ اس کے سانس کے اثر سے متاثر ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے پیغمبر خدا ﷺ نے امت پر کمال شفقت اور غیر معمولی جذبہ خیر خواہی کی وجہ سے امت کے ہر فرد کو ایسے اسباب اختیار کرنے سے منع فرمایا جن سے امت کا کوئی فرد فساد و عیب جسمانی و قلبی میں مبتلا ہو جائے(113)۔

تشنج

تشنج یا کزار(Tetanus) ایسا مرض ہے جو ایک بیکٹریا(Clostridium tetani) کے باعث پیدا ہوتا ہے (114)۔عام طور پر یہ زخموں کے ذریعے انسان جسم میں منتقل ہوتا ہے تشنج پیدا کرنے والا یہ بیکٹریایا اس کے اسپوز عموماً اصطبل ' کھاد اور باغ کے کوڑے کرکٹ میں پائے جاتے ہیں۔ سوراخ کرنے یا گھسنے والے زخم یا جو نوکیلی چیزوں سے ہوتے ہیں' جراثیم کو جسم کے اندر داخل کر دیتے ہیں۔یہ جراثیم جسم کے اندر ان مقامات پر تیزی سے تعداد میں بڑھ جاتے ہیں جہاں ہوا نہیں ہوتی (115)۔آج کل شہروں ہمارے ملک کے شہروں اور قصبوں میں تانگے 'ریڑھیاں اور بیل گاڑیوں کارواج ہیں' جن کے کھینچنے کے لیے گدھے 'گھوڑے ' خچر اور بیل استعمال ہوتے ہیں۔یہ باربرداری کے جانور سڑکوں پر بول وبراز خارج کرتے چلے جاتے ہیں جس کے باعث تشنج کے جرثوموں سے ہماری سڑکیں اور گلیاں اٹی پڑی ہیں اس لیے ڈاکٹر حضرات سڑک پر گرنے اور زخمی ہونے کی صورت میں تشنج سے بچاؤ کا ٹیکہ اے ٹی ایس لگوانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جانوروں خاص طور پر گدھے 'گھوڑے اور خچر وغیرہ کے فضلات سے اپنے جسم اور کپڑوں کو بچانے کی تاکید فرمائی ہے اور اگر ان کا بول وبراز جسم یا لباس سے لگ جائے تو دھوئے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ آپ رفع حاجت کے لیے پتھر استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس مقصد کے لیے ہڈی اور گوبر کے استعمال سے منع فرمایا(116)۔ صحیح بخاری کے ایک باب کا عنوان ہے لَا یَسْتَنْجِیْ بِرَوْثٍ (گوبر سے استنجانہ کرے) (117)۔جانوروں کے فضلے بالخصوص لید میں تشنج کے جراثیم ہوتے ہیں۔اسی طرح ہڈیاں کھانے کے بعد پھینک دی جاتی ہیں۔ان کو کتے اور بلیاں چاٹتے اور چوستے ہیں اور کھانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔اس طرح ان جانوروں کا لعاب ہڈی کے ساتھ لگ جاتا ہے خاص طور پر کتے کے لعاب میں ایک مہلک

بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں 'اس لیے رفع حاجت کے وقت گوبر اور ہڈی کے استعمال سے منع فرمایا گیا ہے۔

طاعون

ہمارے نبی اکرم ﷺ نے طاعون سے حفاظت کے لیے بھی اپنے پیروکاروں کو ایسی تعلیمات مرحمت فرمائی ہیں جن پر عمل کر کے اس موذی مرض کو وسیع پیمانے پر پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ طاعون کو انگیریزی زبان میں پلیگ (Plague) کہتے ہیں جس کا لاطینی زبان میں مطلب ہے طمانچہ یا تھپڑ 'جو رومیوں کے بھول دیوتاؤں کی طرف سے سزا اور ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے (118)۔ یہ ایک شدید قسم کا متعدی وبائی مرض ہے جس کا سبب ایک خاص قسم کا جرثومہ (Pasteurella Pestis) ہے (119)۔ یہ بیکٹریا نہایت مختصر بیضوی اور متحرک ہوتا ہے 'جو دھوپ میں بآسانی ہلاک ہو جاتا ہے یہ جرثومہ سخت زہریلا ہے اور اندرونی طور پر سمین (زہر) پیدا کرتا ہے۔ سب سے پہلے چوہے طاعون سے متاثر ہوتے ہیں جن سے پسوؤں کے ذریعے یہ مرض انسانوں میں منتقل ہوتا ہے (120)۔ اور پھر وبائی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر کسی علاقے میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑے تو اس صورت حال میں ایک مسلمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ نہ اس مرض کو دوسروں تک پھیلانے کا سبب بنے اور نہ ہی خود جا کر اس وبا میں کود ے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَاسَمِعْتُمْ بالطَّاعُوْنِ بِاَرْضٍ فَلاَ تَدْخُلُوْ هَا وَاِذَوَ قَعَ بِاَرْضٍ وَّ اَنْتُمْ بِهَا فَلاَ تَخْرُجُوْ ا مِنْهَا(121)۔

جب تم کسی ملک میں طاعون کی خبر سنو 'تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس ملک میں طاعون آئے جس میں تم ہو تو وہاں سے نکلو بھی نہیں۔

امام مسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بوساطت عامر بن سعد بن ابی وقاص یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر یا اگلی امت پر بھیجا گیا' پھر جب تم سنو کسی ملک میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمہاری بستی میں طاعون نمودار ہو تو اس کے ڈر سے مت بھاگ نکلو(122)۔

بعض احادیث مبارکہ کہ مطابق نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس بیماری کو جراثیم سے پیدا ہونے والی بیماری قرار دیا۔

مسند ابی یعلی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وخزة تصيب امتى من اعدائهم من الجن(123)۔

طاعون ایک کونچا ہے کہ میری امت کو ان کے دشمن جنوں کی طرف سے پہنچے گا۔

معجم اوسط کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الطاعون شهادة لامتى و وخز اعدائكم من الجن(124)۔

طاعون میری امت کے لیے شہادت ہے اور تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے۔

مندرجہ بالا دو احادیث کا صرف ابتدائی حصہ نقل کیا گیا ہے جس میں لفظ "الجن" قابل توجہ ہے۔ ہمارے محدثین کرام نے اس لفظ پر تفکر و تدبر نہیں کیا' وہ اس لفظ کو ضد انس سمجھتے رہے ہیں یعنی ایسی مخلوق جن کا بدن اجزائے ناری و ہوائی کا خلاصہ ہے۔ لیکن بعض لغات میں اس لفظ کے یہ معنی درج ہیں "ہر چیز جو حواس سے پوشیدہ ہو" (125)۔ عربی زبان میں یہ لفظ پوشیدہ یا غیر مرئی اشیاء کے لیے بولا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لا جنّ بھٰذا لامر(126)۔(اس امر میں کوئی پوشیدگی نہیں)۔ میرے نزدیک مندرجہ بالا دونوں روایات میں "جن" کا معنی خوردبینی موجودات (Microorganisms) یا بیکٹیریا ہے کیونکہ یہ بھی خالی آنکھ سے نظر نہیں آتے اور پھر یہ انسان کے دشمن ہیں جنہیں میڈیکل سائنس کی اصطلاح میں (Pathogens) کہتے ہیں۔ تو گویا آنحضرت ﷺ نے طاعون کی بیماری کا

سبب دشمن جن یعنی (Pathogens) بتائے ہیں۔ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ یہ بیکٹریا عام نہیں ہیں بلکہ یہ طاعون کا خاص جرثومہ ہے جیسا کہ لفظ "الجن" ظاہر کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۱۸ھ ہجری میں شام کی طرف روانہ ہوئے۔جب آپ سرغ کے مقام پر پہنچے تو ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی ملے۔ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے یا لوٹ جانا چاہیے۔ان حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے ذریعے مہاجرین اولین کو بلوایا۔آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کے لیے رکھی۔وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہ ہوئے پھر آپ نے انصار سے مشورہ کیا'ان میں بھی اختلاف رہا۔پھر قریش بر گزیدہ افراد جو فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے جلو میں تھے'ان کو بلایا گیا اور ان سے مشورہ کیا گیا۔انہوں نے متفقہ طور پر رائے دی کہ آپ کا لوٹ جانا مناسب ہے اور وبائی ملک میں لوگوں کو لے جا کر ڈالنا ہرگز مناسب نہیں۔لیکن حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اس سے اتفاق نہ کیا۔اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے یہ ماجرا سن کر انہوں نے فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وبا پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ مقام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ(128)۔یہ واقعہ امام مسلم نے بھی مختصراً روایت کیا ہے(129)۔

ایک طرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں طاعون پھیل جائے وہاں سے کوئی شخص دوسرے علاقے میں نہ جائے دوسری طرف طاعون سے مرنے کی فضیلت بیان کی تاکہ لوگ دوسرے علاقوں میں طاعون نہ پھیلاتے پھریں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت بیان کی۔

اَلطَّاعُونُ شَہَادَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ(130)۔

طاعون (سے مرنا) ہر مسلمان کے لیے شہادت (خدا کی راہ میں جان دینا) ہے

طاعون سے بھاگ کر کسی دوسری بستی میں جانے میں وہاں بھی یہ وبا پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

الفرار من الطّاعون کا لفرار من الزحف(131)۔

طاعون سے بھاگنا جہاد سے بھاگ جانے کی مثل ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کفار کے سامنے سے بھاگنے والا اور طاعون میں ٹھہرنے والا ایسا ہی ہے کہ جہاد میں صبر و استقلال کرنے والا۔ مسند امام احمد کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور جو اس میں صبر کیے رہے' اس کے لیے شہید کا ثواب ہے" (132)۔ امام اجل طحاوی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طاعون سے بھاگنا حرام فرمایا' اس میں کوئی تخصیص شہر و بیرون شہر کی نہیں (133)"۔

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی ملک میں طاعون کی وبا پھیل چکی اور تمہیں معلوم ہو گیا تو وہاں مت جاؤ حتیٰ کہ اگر سفر شروع کر چکے ہو تو خبر ملنے پر واپس لوٹ جاؤ' اور اگر تمہاری بستی میں طاعون پھیل جائے تو صبر کرو' وہاں سے بھاگ کر کسی دوسرے شہر کا رخ نہ کرو کہ تمہاری ذریعے اس کے جراثیم وہاں تک پہنچ کر پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے "پیغمبر خدا ﷺ امت کو ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری پہلے سے موجود ہو' داخل ہونے سے روک دیا ہے اور آپ ﷺ نے جہاں بیماری پھیل گئی ہو' وہاں سے دوسرے علاقے میں جہاں یہ بیماری نہ ہو' بھاگ کر جانے سے بھی روکا تاکہ غیر متاثر علاقے متاثر نہ ہوں' اس لیے کہ جن میں بیماری پھیلی ہوئی ہے وہاں داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو اس بلا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جہاں موت اپنا منہ

کھولے کھڑی ہے"(134)۔

ہر وبا سے بچنے کا تعلیم

فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایک زمین ہے جس کا ابین کہا جاتا ہے اور وہ ہمارے زراعت اور غلے کی زمین ہے۔ لیکن اس زمین میں وبا سخت ہے (وہاں وبائی امراض زیادہ ہیں) آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑ دو (وہاں رہنا' آنا جانا ترک کر دو) اور وبا ہلاکت اور اتلاف کا باعث ہے(127)۔

باؤلا پن کی بیماری

یہ مرض ایک وائرس (Formido inexoribilis) کی وجہ سے ہوتا ہے جو متاثرہ جانور خاص طور پر کتے کے ذریعے انسانی جسم تک پہنچتا ہے(135)۔(Rabies) جانوروں کی بیماری ہے' مخصوص حالات کے اندر انسانوں میں ہو جاتی ہے۔ یہ مرض باؤلے کتے کے کاٹنے سے ہوتا ہے۔ اس کے جراثیم کتے کے منہ میں ہوتے ہیں کاٹنے کی صورت میں انسان میں یہ جراثیم انسان میں منتقل ہو جاتے ہیں(136)۔ اگر اس کی ویکسین نہ لگوائی جائے تو یہ مرض پیدا ہو سکتا ہے اور علاج نہ کروانے کی صورت میں مریض کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس بیماری سے بچنے کے لیے ایسی ہدایات جاری فرمائیں کہ جن پر عمل کرنے سے بڑی حد تک ہلکا پن کی بیماری سے بچا جا سکتا ہے۔ اولاً تو آنحضرت ﷺ نے بلا ضرورت کتا پالنے سے منع فرمایا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کتا پالے جو بکریوں کی حفاظت کے لیے ہو نہ شکاری ہو تو اس کے ثواب میں ہر روز دو قیراط

گھٹتے رہیں گے (137)۔ اس کے علاوہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اس میں پڑی ہوتی چیز کھائے یا اسے چاٹے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی احتیاط کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ کتے کے منہ سے لعاب گرتا رہتا ہے جس میں وائرس ہو سکتا ہے مزید برآں کتا مردار کھاتا ہے اس لیے اس کے منہ میں کئی بیماریوں کے جراثیم ہو سکتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کے برتن میں جب کتا منہ ڈالے تو اس کو چاہیے کہ پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ دھولے (138)۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ پہلی دفعہ مٹی سے دھونا چاہیے (139)۔

غیر مسلموں کا اعتراف

ایک مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر کوخ نے لکھا ہے کہ جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء الکلب کے لیے تیر بہدف علاج ہونا دریافت ہو گیا ہے اس وقت سے میں عظیم الشان نبی (حضرت محمد ﷺ) کی خاص طور پر قدرو منزلت کرتا ہوں۔ اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات بار دھو ڈالو۔ چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ مٹی سے۔ یہ حدیث دیکھ کر مجھے خیال آیا محمد (ﷺ) جیسے عظیم الشان پیغمبر کی شان میں فضول گوئی نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس میں کوئی مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عنصروں کی کیمیائی تحلیل کر کے ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ استعمال شروع کیا۔ آخر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتے ہی مجھ پر منکشف ہو گا کہ اس مرض کا یہی علاج ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مٹی سے برتن دھونے کی رغبت کیوں دلائی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نوشادر ہمیشہ مٹی میں موجود رہتا ہے اور اگر آپ (ﷺ) نے محض نوشادر ہی سے برتن

دھونے کی ہدایت فرمائی ہوتی تو بسا اوقات اس کا ملنا غیر ممکن ہوتا۔ اس لیے مٹی جو وقت اور ہر جگہ پائی جاتی ہے، برتنوں کی صفائی کے لیے بہترین ذریعۂ صفائی ہے (140)۔

ڈاکٹر سائمن نے یہ اعتراف کیا ہے کہ مغرب کو چھوتی امراض کے بارے میں آگاہی اور نشان راہ اسلامی اور اسلام تعلیمات نے دیا ہے۔ میں نے جب بھی اسلام کا مطالعہ کیا ہے مجھے اس وقت اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ واقعی دین اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے (141)۔

مسلم اطبا اور علم الجراثیم

مسلمان اطبا جراثیم کے ذریعے بیماری کے ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہونے سے آگاہ تھے۔ وہ عدوای یعنی عفونت کے متعلق معلومات رکھتے ہیں۔ ابو بکر محمد زکریا رازی کو جب حکومت وقت نے ایک اسپتال قائم کرنے کے لیے موزوں جگہ کے انتخاب کا کام سونپا تو اس نے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے شہر کے مختلف مقامات اور محلوں میں مناسب جگہوں پر لٹکانے کا حکم دیا۔ ہر روز صبح کے وقت ان ٹکڑوں کا معائنہ کیا جاتا۔ اطباء کی ایک جماعت ہر جگہ جاکر گوشت کے ان ٹکڑوں کا معائنہ کرتی اور رنگ 'بو' مزہ اور دیگر تبدیلیوں کو جانچ کر لکھ لیا کرتی تھی۔ تین دن تک ان ٹکڑوں کی باقاعدہ جانچ پڑتال کر کے رپورٹ مرتب کی گئی۔ جس جگہ کا گوشت اپنی اصلی حالت پر باقی رہ گیا اور ہر جگہ سے بہتر ثابت ہوا' رازی نے اس مقام کو اسپتال کے لیے منتخب کیا اور وہیں شفاخانہ قائم کیا گیا (142)۔

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ مسلمان اطبا مشاہدات کے ذریعے کوئی نتیجہ اخذ کرتے تھے۔ مزید برآں رازی نے اس کے ذریعے گوشت کے گلنے سڑنے کو معیار بنا کر اسپتال کے لیے موزوں جگہ کا انتخاب کیا۔ گوشت کے ٹکڑوں میں وقوع پذیر ہونے والی رنگ 'بو اور مزہ کی تبدیلیوں کو نوٹ کیا گیا۔ آج ہم جانتے ہیں کہ گوشت میں یہ تبدیلیاں خورد بینی

موجودات (Microorgansims) کے عمل سے ہوتی ہیں۔

چیچک ماوراء خوردبینی اجسام وائرس کے باعث پھیلتی ہے۔یہ ایک چھوت کی بیماری جو وبائی شکل اختیار کر لیتی ہے۔رازی نے چیچک کے مرض پر تحقیق اور تجربات کو کتابی صورت میں مرتب کیا جس کا نام "الجدری والحسبہ" رکھا ۔اس کتاب کا ترجمہ قدیم یورپ کی علمی زبان لاطینی میں ۱۵۶۵ء میں وینس میں طبع ہوا۔اس کے بعد یونانی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو کر یہ کتاب پورے یورپ میں پھیلی۔اس کا انگریزی ترجمہ لندن سے ۱۸۴۸ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا جس کا نام (A Treatise on Smallpox and Measles) تھا۔ محققین نے تسلیم کیا ہے کہ الرازی کی ہی موضوع پوری معلوم تاریخ میں چیچک کے بارے میں پہلی طبی کتاب ہے اس سے پہلے اس کتاب پر کسی شخص نے طبی تحقیق نہیں کیا(143)۔

ایڈورڈ جنر (Edward Jenner) نے الرازی کی کتاب کے ترجمہ کو پڑھا۔اس سے اس کے اندر چیچک کے مرض کی طبی تحقیق کا خیال پیدا ہوا' یہاں تک کہ اس نے ۱۷۹۶ء میں چیچک کا حفاظتی ٹیکہ (Vaccination) دریافت کیا' جس نے عالمی سطح پر شہرت حاصل کی(144)۔

شیخ بو علی سینا(۹۸۰۔۱۰۳۷ء) کی نگاہ حقیقت شناس نے جراثیم اس وقت دیکھ لیے تھے جب خوردبین بھی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔وہ انہیں اجسام خبیثہ (Foul Foreign earthly bodies) کے نام سے موسوم کرتا ہے۔اس سلسلے میں (Rom Landua) رقمطراز ہے:

Ibn Sina was the first to state that bodily secretion is contaminated by foul foreign earthly bodies before getting the infection.(145)

یہی بات طب اسلامی کے متعدد مورخین و محققین نے نقل کی جن میں پروفیسر حکیم نیر واسطی(146) 'ڈاکٹر محمد سعود(147) اور ڈاکٹر ابراہیم ٹی۔سید(148)۔شامل ہیں۔ڈاکٹر

گرونر (Dr. Grunner) جو انگریزی میں "القانون فی الطب" کا شارح ہے، لکھتا ہے کہ ابن سینا امراض کے اس سبب (جراثیم کے باعث بیماری کے لگنے) سے بے خبر نہ تھا (149)۔

شیخ الرئیس بو علی سینا بعض امراض کے متعدی ہونے کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے۔ انہوں نے القانون میں لکھا ہے "بعض امراض ایسے ہیں جو ایک مریض سے دوسرے کو منتقل ہوتے ہیں جیسے جذام، جرب (ترخارش)، جدری (چیچک) وبائی حار (150)۔

آج جدید تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ مندرجہ بالا امراض خوردبینی موجودات (Microoganism) ایک شخص سے دوسرے تک پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ آشوب چشم کے بارے میں بھی ابن سینا نے لکھا ہے کہ یہ بیماری مریض سے تندرست آدمی کو لگ جاتی ہے خصوصاً جب دوسرے کی دکھتی ہوئی آنکھ کو بار بار غور سے دیکھا جائے (151)۔

ابو الحسن علی بن سہل ربن الطبری نے بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "فردوس الحکمت" میں چند متعدی امراض کا ذکر یوں کیا ہے "جذام کا شمار متعدی امراض میں ہے۔ یہ مریض کے پاس رہنے کی وجہ سے دوسرے شخص کو بھی ہو جاتا ہے، جس طرح خارش اور چیچک چھوت کی کی بیماریوں ہیں" (152)۔

اندلس کے مایہ ناز طبیب لسان الدین ابن الخطیب علم الجراثیم (Bacteriolo-gy) کے میدان میں قابل ذکر تحقیقات کیں اور مغربی سائنس دانوں سے بہت پہلے نظریۂ جراثیم (Germ Theory) پیش کیا۔ اس طبیب کو قدرت نے تحقیق و تجسس کا صحیح شعور اور اعلیٰ درجے کی دماغی صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں۔ اس نے امراض کے اسباب اور پھیلاؤ پر گراں قدر تحقیقات کیں۔ اس نے غور کرنا شروع کیا کہ بعض امراض پھیل جاتے ہیں اور بعض امراض نہیں پھیلتے۔ پھیلنے والے امراض وبائی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور گھر کے گھر صاف ہو جاتے ہیں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ امراض کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ متعدی امراض

۲۔ غیر متعدی امراض

متعدی امراض کی دریافت کے بعد ابن الخطیب اس جستجو میں مصروف ہو گیا کہ متعدی امراض پھیلتے کیوں ہیں؟ وہ سبب یا اسباب کیا ہیں؟ وہ جسم میں پیدا ہوتے ہیں یا باہر سے آکر لگ جاتے ہیں اور ان کے پھیلنے کا سبب وہ نہایت باریک کیڑے ہیں جو نظر نہیں آتے مگر وہ مرض کے کیڑے ہیں۔ ان کیڑوں کا نام اس عظیم محقق نے جراثیم (Germs) رکھا(153)۔

یورپ میں اکثر مرض طاعون (Plague) پھیلا کرتا تھا یہ موذی مرض وبا کی طرح پھیلتا اور گھر کے گھر صاف کر دیتا۔ ابن الخطیب نے طبی نقطۂ نظر سے اس مرض پر تحقیق شروع کر دی۔ ۱۳۴۸ء میں جب یورپ میں طاعون نے وبا کی صورت اختیار کر لی' ہزاروں جانیں ضائع ہو گئیں' ہر طرف قیامت کا منظر تھا۔ اہل یورپ اس "کالی بلا" سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ گھر میں اگر کوئی شخص اس وبا سے متاثر ہوتا تو وہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ اس مرض میں مبتلا مریض ہر قسم کی ہمدردیوں اور طبی امداد سے محروم رہتا اور بے یارو مددگار تڑپ تڑپ کر ختم ہو جاتا۔ ابن الطیب مرض طاعون کی ہلاکت آفرینیوں سے بہت متاثر ہوا اور اس کے اسباب اور وبائی صورت میں پھیلنے پر سائنسی تحقیقات جاری رکھیں اور پھر انہیں کتابی صورت میں مرتب کیا۔ اس کتاب میں اس نے ثابت کیا کہ کسی مکان پر طاعون کا حملہ ہوتا ہے تو اس کے مکینوں کے ذریعے دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی صحت مند بندرگاہ میں متاثرہ مقام سے کوئی شخص آجائے تو وہاں بھی یہ مرض پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ جس شہر میں یہ مرض پھیلے اس کی ناکہ بندی کر دی جائے اور وہاں سے کسی کو دوسرے شہر منتقل نہ ہونے دیا جائے اگر وہاں سے نکالنا ازبس ضروری ہو' تو انہیں کسی آبادی والے علاقے میں نہیں جانے دیا جائے بلکہ نئی کھلی جگہوں پر ان کا قیام کرانا چاہیے(154)۔

کچھ لوگوں نے ابن الخطیب سے مذہبی بنیاد پر اختلاف کیا کیونکہ اس زمانے میں عیسائیت کے پیروکار اور چرچ اس مرض (طاعون) کو خدا کا عذاب سمجھتے تھے۔ اسی طرح مسلمان بھی بعض روایات کی روشنی میں ابن الخطیب کی تحقیق سے اتفاق کرنے میں

ہچکچاہٹ محسوس کر رہے تھے۔اس عظیم محقق نے انہیں اپنی تحقیق بتا کر اس طرح قائل کرنے کی کوشش کی :

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم "تعدّیہ" (امراض کا پھیلنا) کے امکان کو نہیں مان سکتے کیونکہ یہ احکام الٰہی کے خلاف ہے۔ان لوگوں کو ہمارا یہ جواب ہے کہ تعدیہ کا وجود تجربات' فہم وادراک کی شہادت اور قابل اعتماد بیانات سے ثابت ہے' اور یہ تمام حقائق زبردست دلیلیں ہیں۔

تعدیہ کی صداقت پر تحقیق کرنے والے پر یہ بات پوری طرح ثابت ہو سکتی ہے۔جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص جو کسی متعدی مرض میں مبتلا مریض کے ساتھ اٹھتا' بیٹھتا اور قریب رہتا ہے آخر کار اس مرضی میں وہ بھی مبتلا ہو جاتا ہے لیکن ایک ایسا شخص جو متعدی مرض میں مبتلا شخص سے دور رہتا ہے' وہ اس مرض سے بالکل محفوظ رہتا ہے۔

تحقیق کرنے والا یہ بھی معلوم کر سکتا ہے کہ متعدی مرض کے جراثیم مریض کے کپڑوں' اس کے کھانے پینے کے برتنوں' حدیہ ہے کہ کان کے بندوں کے ذریعے سے بھی دوسرے آدمیوں میں منتقل ہو جاتے ہیں" (155)۔

ابو جعفر احمد ابن خاتمہ الانصاری (۱۳۲۳۔۱۳۶۹ء) متعدی امراض پر گہری نظر رکھتا تھا۔وہ جراثیم کے وجود اور ان کے انسانی جسم میں داخل ہو کر مختلف امراض پیدا کرنے سے بھی واقف تھا۔اس کا اعتراف غیر مسلم مؤرخین طب نے بھی کیا ہے چنانچہ (Rom Landua) رقمطراز ہے :

Ibn Khatima of the 14 th Century stated that man is surrounded by minute bodies which enter the hunan body and cause disease(156)

۱۳۴۸ء میں المریہ میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور ابن خاتمہ کو اس مرض اور اس کے علاج کے بارے میں عملی طور پر تحقیق کرنے کا موقع مل گیا (157)۔اس مرض پر اس نے ایک رسالہ ترتیب دیا جس کا نام "تحصیل غرض القاصد فی تفصیل المرض الوافد" تھا۔اس

نے اس میں ثابت کیا کہ مرض طاعون واقعی ایک متعدی مرض ہے' جو بہت تیزی سے ایک مریض سے دوسرے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس نے مختلف جغرافیائی حالات میں اس وبا کے مختلف اثرات کا جائزہ لیا اور یہ بتایا کہ کیوں کچھ لوگ اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور کیوں کچھ بچ جاتے ہیں۔ ابن خاتمہ نے اس کے متعدی ہونے پر دلائل دیئے اور بچنے کی تدابیر بتائیں (158)۔

قطب الدین الشیرازی نے جو ۱۲۳۶ء سے ۱۳۱۱ء تک زندہ رہا' کوڑھ پر ایک مستند کتاب "رسالہ فی البرص" لکھی (159)۔ مسلم حکمرانوں نے بھی وبائی امراض پر تحقیق اور ان کی روک تھام کے لئے خطیر رقوم خرچ کیں۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ولید نے مریضان جذام کے لیے علٰحدہ جگہ بنادی تھی اور ان کو باقاعدہ کھانا مہیا کیا جاتا ہے (160)۔ تاکہ معاشرے کے دوسرے افراد اس مرض سے ظ رہیں۔

حواشی

1. نعیم الدین زبیری، حکیم۔ مرضیات (نئی دھلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) ص ۹۳
2. ایضاً ص ۹۰
3. ایضاً
4. محمد ہشام صدیقی۔ امراض اور ان کی حقیقت (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو ۱۹۹۳ء) حصہ اول ص ۳۰
5. ایضاً
6. The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 5, p.209
7. محمد ہشام صدیقی۔ امراض اور ان کی حقیقت، حصہ اول ص ۳۰
8. **Hegner, Robert W. & Engemann, Joseph G., Invertebrate Zoology (The Macmillan Co.1968) p.5**
9. ایضاً ص ۹۱، ۹۲ / مرضیات، ص ۳۱، ۳۲
10. **The New Encyclopaedia Britannica, Vol. 5, p.209**
11. گھریلو انسائیکلوپیڈیا (لاہور: اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۸ء) ص ۱۳۹
12. محمد ہشام صدیقی۔ امراض اور ان کی حقیقت، حصہ اول ص ۳۴
13. محمد شریف جامعی، حکیم۔ ماہیت الامراض (لاہور: مجلس ترقی ادب، مارچ ۱۹۶۳ء) حصہ اول، ۲۵
14. محمد کرم شاہ، پیر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ) جلد پنجم ص ۲۶۸
15. جامع ترمذی بحوالہ ڈاکٹر محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید، ص ۳۰
16. محمد کرم شاہ، پیر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۸ھ) جلد پنجم، ص ۲۶۸
17. قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ مترجم سید محمد متین ہاشمی (پنڈی بھٹیاں: انجمن اصلاح المسلمین، اپریل ۱۹۸۳ء) ۱: ۷۸، ۷۹
19. اسلم جیراج پوری، علامہ۔ تاریخ الامت (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۳ء) ص ۱۱۱

20. قاضی عیاض' الشفاء ۱: ۸۷ / ضیاء النبی ﷺ ۵: ۲۶۷
21. ضیاء النبی ﷺ ۵: ۲۶۷
22. محمد عالمگیر خان' ڈاکٹر اسلام اور طب جدید' ص ۹' ۱۰
23. حامد الرحمٰن صدیقی' مولانا (مرتب) ارشادات رسول اکرم ﷺ (کراچی : مدینہ پبلشنگ کمپنی' جون ۱۹۸۲ء) ص ۵۳۰
24. صحیح بخاری' کتاب الوضوء' باب ۱۷۳ فضل من بات علی الوضوء' حدیث ۲۴۲
25. محمد طارق محمود چغتائی' حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارہ اسلامیات' جنوری ۱۹۹۹ء) جلد دوم' ص ۳۹۷
26. امین الدین' حکیم سید۔ طب نبوی ﷺ نقوش' رسول ﷺ نمبر (لاہور : ادارۂ فروغ اردو' جنوری ۱۹۸۳ء) جلد چہارم' ص ۹۵' ۹۶
27. ایضاً' ص ۹۵
28. چغتائی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس ۲: ۴۰۶
29. سنن ابن ماجہ / حامد الرحمٰن صدیقی۔ ارشادات رسول اکرم ﷺ ص ۵۳۰
30. جامع ترمذی' جلد ۲' ص ۶
31. محمد عالمگیر خان۔ اسلام اور طب جدید۔ ص ۱۰
32. بہار شریعت' جلد ۱۶ ص ۳۳
33. مسند دارمی' کتاب الاطعمہ' باب فی المندیل عند الطعام' ص ۱۸۶
34. نقوش رسول ﷺ نمبر' جلد ۴' ص ۹۳
35. صحیح بخاری' کتاب الوضوٗ' باب ۱۷' حدیث ۲۴۱
36. نسائی بحوالہ نقوش' رسول ﷺ نمبر' جلد ۴' ص ۹۳
37. خالد غزنوی' ڈاکٹر طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران کتب' مارچ ۱۹۹۵ء) ص ۱۳۳
38. نقوش' رسول ﷺ نمبر' جلد ۴' ص ۹۴
39. محمد عالمگیر خان' ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید۔ ۱۲
40. ایضاً
41. Hasan Ghaznawi, "Islam and Medicine", Islamic

Medicine edited by Shahid Athar, p.72

42. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس حصہ اول، ص ۱۲۴

43. نقوش، رسول ﷺ نمبر، جلد ۴۔ ۹۳

44. صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، باب ۳۶۷ التنفس فی الاناء، حدیث ۵۹۰

45. سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمۃ، باب النفخ فی الطعام حدیث ۱۷۳

46. صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، باب ۳۶۵ الشرب بنفسین او ثلثۃ، حدیث ۵۹۰

47. سنن ابن ماجہ، حدیث ۱۷۶

48. ابن قیم، طب نبوی ﷺ

49. مسلم شریف / ابن ماجہ، ابواب الاشربۃ، باب تخمیر الاناء حدیث ۲۹۵

50. ابن ماجہ، باب تخمیر الاناء۔ حدیث ۲۹۶

51. صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، باب ۳۶۱ تغطیۃ الاناء، حدیث ۵۸۲، ۵۸۳

52. صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، باب ۳۵۱ شرب اللبن، حدیث ۵۶۵

53. صحیح مسلم، کتاب الزھد، تشمیت العاطس و کراھۃ التثاؤب حدیث ۴

54. ایضاً، حدیث ۵

55. صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ۶۷۷، حدیث ۱۱۵۳

56. ابن القیم الجوزی، امام۔ مختصر زاد المعاد، تلخیص محمد بن عبد الوہاب، ترجمہ ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری (لاہور: ادبیات انار کلی) ص ۱۵۳

57. صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ۶۲۰ (التبسم و الضحک۔۔۔۔)

58. Shahid Athar (ed). Islamic Medicine

59. نقوش، رسول ﷺ نمبر جلد چہارم، ص ۹۲

60. ایضاً

61. صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ۵۱۳ (تقلیم الاظفار)، حدیث ۸۳۵ / مؤطا امام مالک۔ اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی ۱۳۹۹ھ) ص ۶۴۱

62. صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ۵۱۲، حدیث ۸۳۲

63. صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ۳۱۲، حدیث ۵۸۱

64. The Gospel of Barnabas (Oxford Univeristy Press, 1907) p.6

65. الخصائص الکبریٰ (اردو) جلد ا، ص ۱۰۴

66. ایضاً، جلد ا، ص ۱۰۵

67. ایضاً

68. محمد بن لطفی الصباغ، ڈاکٹر۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے ختنے کا شرعی حکم اردو ترجمہ محمد بشیر (عالمی ادارہ صحت، علاقائی دفتر شرق بحر روم، ۱۹۹۵ء) ص ۸

69. ایضاً، ص ۲

70. محمد عالمگیر خان، ڈاکٹر۔ اسلام اور طب جدید، ص ۲۷ / Islamic Medicine, p. 71

71. چغتائی، سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، حصہ دوم، ص ۳۵۹

72. ایضاً، ص ۳۶۲

73. صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ۔ باب النہی عن البول فی الماء الراکد

76. صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب النہی عن الاغتسالفی الماء الراکد

76. (الف) صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۷۴ حدیث ۳۹۳۔ ۳۹۴

77. الطبرانی بحوالہ طب نبوی ﷺ از حافظ نذر احمد (لاہور: پاک مسلم اکادمی، ستمبر ۱۹۸۲ء) ص ۱۷۲

78. ایضاً

79. جامع کبیر بحوالہ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس ۱: ۲۲۴

80. نعیم الدین زبیری، حکیم۔ مرضیات، ص ۱۰۸

81. محمد ہشام صدیقی۔ امراض اور ان کی حقیقت، ص ۳۵

82. صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ۴۴۴ لاھامۃ، حدیث ۲۱۷ باب ۴۴۵ لاعدوی، حدیث ۲۲۷

83. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ، اردو ترجمہ حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۱۸۱

84. صحیح بخاری، اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ستمبر ۱۹۸۵ء) جلد سوم، ص ۳۴۱

85. احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت۔ الحق المجتلی فی حکم المبتلی (لاہور: مرکزی مجلس رضا، ستمبر ۱۹۹۲ء) ص ۱۹

86. ایضاً

87. صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ

88. صحیح بخاری 'کتاب الطب' باب ۵۴۴ لاعدویٰ' حدیث ۷۲۲
89. احمد رضا خان 'اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی' ص ۲۷ '۲۸
90. مسند امام احمد ۲ / ۳۲۷ / ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ ' ص ۲۸۹
91. احمد رضا خان' جذام اور جذامی۔ ص ۱۹
92. عبدالحق محدث دہلوی۔ ماثبت بالسنة فی ایام السنة اردو ترجمہ مولانا اقبال الدین احمد (کراچی : دارالاشاعت' محرم ۱۴۰۳ھ) ص ۶۷
93. صحیح بخاری 'کتاب الطب' باب ۴۱۱ الجذام' حدیث ۶۲۳
94. احمد رضا خان 'اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی' ص ۷
95. نذیر احمد' حکیم و غلام حیدر نیازی' ڈاکٹر۔ امراض متعدیہ (لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز' ۱۹۸۲ء) ص ۱۶۷
96. ایضاً' ص ۱۹۰
97. ایضاً ص ۱۶۷
98. صحیح مسلم 'کتاب السلام' باب اجتناب المجذوم ونحوہ
99. احمد رضا خان 'اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی' ص ۹
100. ایضاً۔ ص ۹' ۱۰
101. خالد غزنوی' ڈاکٹر۔ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران' ۱۹۸۸ء) جلد اول ص ۱۸
102. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ ' ص ۱۸۱' ۱۸۲ / جذام اور جذامی' ص ۷' ۸
103. خالد غزنوی' ڈاکٹر۔ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس ۱: ۱۸
104. خالد غزنوی' ڈاکٹر۔ سانس کی بیماریاں اور علاج نبوی ﷺ (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران کتب' اپریل ۱۹۹۶ء) ص ۳۳۵
105. احمد رضا خاں 'اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی۔ ص ۸
106. ایضاً
107. ایضاً
108. ایضاً' ص ۹
109. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ ص ۲۸۵ / مسند احمد ۳ / ۴۹۳

110. احمد رضا خاں 'اعلیٰ حضرت۔ جذام اور جذامی۔ ص ۱۰

111. ایضاً 'ص ۱۰ '۱۱

112. صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی 'مترجم علامہ وحید الزماں (لاہور : خالد 'احسان پبلشرز 'اپریل ۱۹۸۱ء) جلد پنجم 'ص ۴۰۱

113. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ ص ۲۸۴

114. Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of English Language (Gramercy Books, 1989) p.1467

115. اسلم 'ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لئے (اسلام آباد : مقتدرہ قومی زبان 'جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۲۹

116. صحیح بخاری 'کتاب الوضوء 'باب ۱۱۵ (الاستنجاء بالحجارة) 'حدیث ۱۵۵

117. صحیح بخاری 'کتاب الوضوء 'باب ۱۵۶

118. اسلم ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لئے۔ ص ۲۹۸

119. نذیر احمد و غلام حیدر۔ امراض متعدیہ 'ص ۱۷۳

120. اسلم 'ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لئے۔ ص ۲۹۹

121. صحیح بخاری 'کتاب الطب 'باب ۴۲۱ 'مایذکر فی الطاعون 'حدیث ۶۷۹

122. صحیح مسلم 'کتاب السلام 'باب الطاعون والطیرة والکهانة

123. احمد رضا خان بریلوی 'اعلیٰ حضرت۔ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (لاہور : مرکزی مجلس رضا 'نومبر ۱۹۹۱ء) ص ۲۱

یہ رسالہ "طاعون اور متعدی بیماریوں سے فرار کیوں؟" کے عنوان سے طبع ہوا ہے

124. ایضاً

125. محمد حسین الاعظمی 'المعجم الاعظم (لاہور : فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی 'س ن) الجزء الاول 'ص ۴۹۶

126. المنجد عربی 'اردو (کراچی : دارالاشاعت 'جولائی ۱۹۷۵ء ص ۱۶۸

127. محمد قطب الدین خان دہلوی 'علامہ۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف (کراچی : دارالاشاعت '۱۹۸۳ء) ص ۳۰۹

128. صحیح بخاری 'کتاب الطب 'باب ۴۲۱ 'حدیث ۶۸۰

129. صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب الطاعون

130. صحیح بخاری 'کتاب الطب 'باب ۴۲۱ 'حدیث ۶۸۳

131. احمد رضا خان۔ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون، ص ۲۰

132. ایضاً، ص ۲۰

133. ایضاً، ص ۱۹، ۲۰

134. ابن قیم طب نبوی ﷺ ص ۹۷

135. Webster's Encyclopedic Unabridged Dictronary, p. 1183

136. ایم۔ اے۔ صوفی پروفیسر ڈاکٹر و مسز اقبال صوفی، ڈاکٹر۔ معاشرتی طب (لاہور ٹائمز میڈیکل پبلی کیشنز، باب دوم) ص ۱۳۶

137. صحیح بخاری کتاب الذبائح باب ۱۹۱، احادیث ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵

138. صحیح مسلم کتاب الطہارۃ / صحیفہ ہمام بن منبہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مرتب) حدیث نمبر ۳۵ (کراچی: ناشر رشید اللہ زمزمہ سٹریٹ کلفٹن ۱۹۹۸ء) ص ۱۱۲

139. ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی۔ الطحاوی شریف (لاہور: مکتبہ سرمد) جلد اول ص ۱۹

140. اشرف علی تھانوی، مولانا۔ المصالح العقلیة للاحکام النقلیة (لاہور: کتب خانہ جمیلی، مارچ ۱۹۸۰ء) ص ۴۱۹، ۴۲۰

141. چغتائی، سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس ۱: ۴۵۵

142. ابراہیم عمادی ندوی۔ مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات (لاہور: تحقیق مرکز، س ن) ص ۶۰، ۶۱

143. وحید الدین خان، مولانا۔ اسلام دور جدید کا خالق (لاہور: دار التذکیر ۱۹۹۲ء) ص ۷۴، ۷۵

144. ایضاً ص ۷۵

145. Landua, Rom, Islam and the Arabs (London: George Allan & Unwin Ltd., 1958) p.178

146. Nayyer Wasti, Prof. H., Muslim Contribution to Medicine, in "Muslim Contribution to Science" edited by Dr. M.R. Mirza & M. Iqbal Siddiqi (Lahore: Kazi Publications, 1986) p.193

147. Muhammad Saud, Dr.Islam and Evolution of Science (Islamabad: Islamic Research Institute, 1986) p.193

148. Ibrahim B.Syed, Islamic Medicine: 1000 years Ahead of its

Time, in "Islamic Merdicine", edited by Shahid Athar, p.41

149. نیر واسطی، حکیم۔ طب میں مسلمانوں کے بعض اکتشافات واجتہادات ص ۳

150. بو علی سینا، شیخ۔ کلیات قانون، ترجمہ و تشریح حکیم حافظ خواجہ رضوان احمد (کراچی : دار لتالیفات، اشاعت چہارم) ص ۱۸۰

151. ایضاً

152. علی بن سہل الطبری، ابو الحسن۔ فردوس الحکمت (عربی، اردو) مترجم حکیم رشید اشرف ندوی (اسلام آباد : قومی طبی کونسل، ۱۹۸۱ء) ص ۸۲۳، ۸۲۴

153. ابراہیم عمادی ندوی۔ مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات، ص ۲۵۴، ۲۵۵

154. اصغر علی شاہ جعفری ۔ اسلام اور سائنس کی تحقیق (کراچی : موتمر ال عالم الاسلامی، اپریل ۱۹۸۸ء) ص ۹۰، ۱۹

155. ایضاً، ص ۲۵۶

156. Landua, Rom., Islam and the Arabs, p.178/ Aspect of Muslim Civilization, p.53

157. جعفری۔ اسلام اور سائنس، ص ۱۶۳

158. حبیب احمد صدیقی۔ مسلمان اور سائنس کی تحقیق (کراچی : موتمر ال عالم الاسلامی، اپریل ۱۹۸۸ء) ص ۹۰، ۹۱

159. ایضاً، ص ۸۲، ۸۳

160. ابن جریر طبری، تاریخ طبری / محترمہ سروری رانا، مسلمان کی طبی خدمات، المعارف، جلد ۱۰، شمارہ ۴۰ (اپریل ۱۹۷۷ء) ص ۲۸

باب چہار دہم

عہدِ نبوی ﷺ میں زنانہ نرسنگ

اہلِ مغرب زنانہ نرسنگ کی تنظیم ایک انگریز نرس فلورنس نائیٹنگیل (Florence Nightingale) کا کارنامہ گردانتے ہیں جو ۵۶۔۱۸۵۴ء کے دوران کریمیا کی جنگ (Crimean war) میں ترکی میں فوجی شفاخانوں کے نرسنگ کے شعبہ کی انچارج تھی، جہاں اُسے زخمیوں کی کثرت، ناقص صفائی اور بنیادی ضروریات کے فقدان جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۶۰ء میں اُس نے لندن میں "دی نائیٹنگیل سکول فار نرسز" کے نام سے اپنی نوعیت کے پہلے ادارے کی بنیاد رکھی، جس کے باعث اسے نرسنگ کی تاریخ کی عظیم شخصیت قرار دیا گیا(1)۔

لیکن اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں اس شعبۂ طب کا سنگِ بنیاد رکھا جا چکا تھا۔ حافظ نذر احمد نے لکھا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے صحبت یافتہ مرد ہی نہیں، خواتین بھی حفظانِ صحت اور طبی خدمات کی انجام دہی میں کامل مہارت رکھتی تھیں۔ صحابہ کرام میدان کارزار میں دادِ شجاعت دیتے تھے تو صحابیات ابتدائی طبی امداد کے فرائض سرانجام دیتی تھیں۔ جہاد کے دوران غازیوں کو پانی پلانے کے علاوہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں(2)۔

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری شریف کی کتابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ" کے باب "مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى فِي الْغَزْوِ" میں حضرت ربیع

بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت بسند خالد بن ذکوان علیہ الرحمہ نقل کی ہے :

قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِيْ وَ نُدَاوِي الْجَرْحٰى وَنَرُدُّ الْقَتْلٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۔(3)

انہوں نے کہا ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ (جہاد میں) لوگوں کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور شہدا کو مدینے لاتیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب ۱۱۲ "رَدُّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى" میں حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی درج کی ہے

قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ(4)۔

انہوں نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے۔ ہمارا کام یہ ہوتا لوگوں کو پانی پلانا، ان کی خدمت کرنا اور مُردوں اور زخمیوں کو مدینہ تک لے آنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا اور دیگر انصاریہ عورتوں کو جنگ میں لے جایا کرتے تھے۔ عورتیں پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں(5)۔

نجدہ بن عامر حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر چند مسائل دریافت کیے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔

هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بالنّساء؟

(کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی معیت میں جہاد فرماتے تھے ؟)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی معیت میں غزوات فرماتے تھے۔ عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور ان کو مناسب حصۂ غنیمت بھی ملا کرتا تھا"(6)۔

صحیح بخاری کی کِتَابُ الْمَغَازِیْ کے باب "ذِکْرُ اُمِّ سَلِیْطٍ" حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے :

اُمِّ سَلِیْطٍ مِنْ نِّسَآءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّھَا کَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ یَوْمَ اُحُدٍ(7)۔

اُمِّ سلیط ایک انصاری عورت تھیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا یہ اُمِّ سلیط اُحد کے دن پانی کی مشکیں ہمارے لیے لاد کر لاتیں۔

غزوہٗ اُحد کے موقع پر حضور سیدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید زخمی ہوئے کیونکہ بعض صحابہ کرام نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہدایات کے برعکس اپنی جگہ چھوڑ دی اور جس فوج کے جانثار کمانڈر انچیف کے احکامات کو پسِ پشت ڈال دیں' ظفریابی کیونکر اس کا مقدر ہو سکتی ہے۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ مشرکین کے اس حملے سے مسلمانوں کے لشکر ظفر پیکر میں ایک طرح کی درہمی وبرہمی پیدا ہوئی اور واقعی یہ دن مسلمانوں کے لیے پوری آزمائش کا تھا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مارا جس سے آپ............ کا ہونٹ زخمی ہوا' اور سر مبارک میں بھی چوٹ آئی اور خون تمام چہرۂ مبارک پر جاری ہوا(8)۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے کتاب المغازی کے باب " مَا اَصَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ اُحُدٍ" میں غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق احادیث درج کی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا ۔اللہ کا سخت غصہ ہے اس قوم پر جس نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ کیا۔ آپ ﷺ نے دانت (مبارک) کی طرف اشارہ کیا"۔(9)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت میں ہے

"اللہ کا سخت غصہ اس قوم پر ہے جو اپنے پیغمبر (ﷺ) کا منہ خون آلود کریں" (10)

حضور اکرم ﷺ کی مرہم پٹی کرنے کا اعزاز خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو نصیب ہوا۔ ابو حازم سلمہ بن دینار راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا:

كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيهَا السَّلَامُ بِنتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عِلَيْهِ وَسَلَّمَ تغسِلُه، وَعَلِیٌّ لَيسكُبُ الْمَآءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّارَأَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَآءَ لَايَزِيْدُ الدَّمَ اِلاَّ كَثْرَةً اَخَذَتْ قِطعَةٍ مِّنْ حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَّجُرِح وَجهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَاْسِهٖ۔ (11)

انہوں نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ ﷺ کی صاحبزادی زخم دھو رہی تھیں' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لیے ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا جوں جوں پانی ڈالتے ہیں' خون زیادہ نکلتا آتا ہے تو انہوں نے بوریے کا ایک ٹکڑا لیا' اس کو جلا کر زخم پر جما دیا۔ اس وقت خون بند ہوا۔ اسی دن (احد کا دن) آپ ﷺ کا دانت توڑا گیا اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی کیا گیا' اور خود (پتھر مار کر) آپ ﷺ کے سر پر توڑا گیا۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق طبرانی ؒ نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکین واپس چلے گئے تو عورتیں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی مدد کرنے لگیں اور ان عورتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی گئیں اور جب آپ حضرت نبی کریم ﷺ سے ملیں تو آپ ﷺ نے انہیں گلے لگا لیا' اور آپ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں لیکن خون بڑھنے لگا۔ پس جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے چٹائی کا کچھ حصہ لے کر اسے آگ سے جلایا اور اس سے آپ ﷺ کی ٹکور کی' حتیٰ کہ وہ زخم کے ساتھ چمٹ گیا اور خون رک گیا (12)۔

محمد بن سعد ؒ المتوفی ۲۳۰ھ نے بھی طبقات ابن سعد ؒ میں حضرت فاطمۃ الزہر

ارضی اللہ عنہا کے زخم دھونے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پانی ڈالنے اور حضرت خاتون جنت کے بوریا جلا کر خون بند کرنے کا ذکر رقم کیا ہے (13)۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دیکھا کہ خونِ زخم بند نہیں ہوتا' حالانکہ وہ آپ خون دھوتی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مجن سے اس پر پانی ڈالتے تھے۔بعد ازں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک ٹکڑا حصیر کا لے کر جلایا۔جب وہ خاکستر ہوا تو اس کو زخموں پر چپکا دیا تا آنکہ خون بند ہو گیا(14)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زخم مبارک دھونا' حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کا ان کی اعانت کرنا اور بوریا کا ٹکڑا جلا کر خون بند کرنے کا تذکرہ احادیث و سیر کی کتب میں موجود ہے۔ یہ واقعہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں اور انہیں اس کا بھی علم تھا کہ اگر کسی زخم سے خون بہنا بند نہ ہو تو اسے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) نے لکھا ہے کہ "اس طرح زخموں کا علاج اور مرہم پٹی کرنا بھی صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) اور اہلِ بیتِ اطہار (علیہم السلام) کی سنت ہے"(15)۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنی تصنیف "پیغمبر اعظم و آخر ﷺ" میں "زنانہ نرسنگ کا سنگ بُنیاد" کے زیرِ عنوان رقمطراز ہیں:

"جنگِ اُحد میں مسلم خواتین کے خدمتِ انسانی کے جذبہ و عمل سے عالم انسانی کو ایک عظیم فائدہ پہنچا اور اس نے مستقبل میں ایک مستقل رحمتِ انسانی کی شکل اختیار کر لی۔اس اجمال کی تفصیل یہ کہ جنگ اُحد میں مجاہدین خاصی بھاری تعداد میں شہید اور گھائل ہوئے تھے (شہدا کی تعداد ستر اور زخمیوں کی چالیس تھی) چنانچہ اس کی اطلاع مدینے پہنچی تو مسلم خواتین جذبہ انسانیت سے سرشار ہو کر میدانِ جنگ میں پہنچیں۔انہوں نے خواہرانہ جذبے کے ساتھ زخمیون کو پانی پلایا اور حالات وبساط کے مطابق ان کی خدمت اور دیکھ بھال

کی۔ان دردمند اور صاحبدل خواتین میں اُمُ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ 'خاتونِ جنت' حضرت فاطمۃ الزہرا' حضرت اُمّ سلیم (جو حضرت انس کی والدہ تھیں)' حضرت اُمِ سلیط (جو حضرت ابو سعید خُدری کی ماں تھیں) کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔اگر مسلم خواتین کے اس خواہرانہ جذبہ تیمارداری کو "نرسنگ" کی تحریک کا' جس کی بانی فلورنس نائیٹنگ گیل تھی' سنگِ بنیاد کہیں تو بیجانہ ہوگا"(16)۔

علامہ محمد احمد باشمیل نے بھی ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی طرح مشرکینِ مکہ کے واپس چلے جانے کے بعد مدینہ طیبہ سے مسلم خواتین کے اُحد پہنچ کر زخمیوں کی مدد کرنے کا ذکر کیا ہے ان کے مطابق مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی کچھ عورتیں مشرکین ہٹ جانے کے بعد مدینہ سے میدانِ کارزار کی طرف گئیں اور انہوں نے زخمیوں کی امداد کرنے اور پانی پلانے وغیرہ میں حصہ لیا۔ان عورتوں میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں(17)۔

صحیح بخاری شریف کی کِتَابُ الْجِهَا دِ وَالسِّیَرِ "میں باب ۱۰۸ کا عنوان ہے حَمْلِ الرَّجُلِ اِمْرَاَ تَه' فِی الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَائِهٖ(آدمی جہاد میں اپنی ایک زوجہ کو لے جائے' ایک کو نہ لے جائے)اس سے پتا چلتا ہے کہ جہاد میں خاوند اپنی زوجہ کو لے جاسکتا ہے پھر اس باب میں جو حدیث بیان ہوئی ہیں' ان کے مطابق آنحضرت ﷺ جب (جہاد کے) سفر کے لیے نکلنے لگتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کے ذریعے جس کے نام کا قرعہ نکلتا' اس کو ساتھ لے جاتے۔غزوۂ بنی مصطلق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکلا اور وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئیں حالانکہ یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے جب پردے کا حکم اتر چکا تھا(18)۔اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلم عورتیں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں مردوں کے ساتھ جہاد کے لیے سفر کرتی تھیں۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ کعب بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے اُمِ سلیم بنت ملحان اور عائشہ (بنت سعد) کو دیکھا کہ روزِ اُحد دونوں اپنے دوش پر مشک اٹھائے ہوئے تھیں اور حمنہ بنت جحش پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں اور مجروحوں کا علاج کرتی تھیں اور اُم ایمن بھی مجروحوں کو پانی پلاتی تھیں (19)۔ امام بخاری نے بھی حضرت عائشہ اور اُمِ سلیم کے جلدی جلدی مشکیں اپنی پیٹھ پر لانے اور مسلم جانثاروں کو پلا کر پھر پانی بھر کر لانے کی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے (20)۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مسلم خواتین اسلامی لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ سے تشریف لائی تھیں جیسا کہ علامہ حافظ ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمہ نے "البدایہ والنھایۃ" میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے جنہوں نے حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے استفسار پر فرمایا تھا کہ "میں صبح ہی صبح اُحد میں جا پہنچی اور میرے پاس جو دو مشکیں تھیں اِن میں پانی بھر بھر کر وہاں لے جا رہی تھی، جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے (21)۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "لہذا میں پانی کا مشکیزہ لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حالات دگرگوں ہو گئے تو انہوں نے مشک رکھ دی اور تلوار پکڑی اور کفار سے جنگ میں مصروف ہو گئیں" (22)۔

پیر صاحب آگے چل کر مسلم خواتین کے غزوۂ اُحد کے کارناموں کا تذکرہ یوں رقم فرماتے ہیں۔

"دوسری مسلم خواتین۔۔۔ جنہوں نے تیروں کی برسات میں، تلواروں کی جھنکار میں، جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان اُحد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اپنی پشتوں پر مشکیزے اٹھا کر پیاسے اور زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں۔ جب ضرورت پڑتی تو شمشیر بکف دشمن سے مصروف پیکار ہو جاتیں۔

ان میں دیگر خواتین کے علاوہ خانوادۂ نبوت کی جلیل القدر مستورات بھی

تھیں۔ان کی تعداد چودہ تھی اور انہیں مجاہدات میں خاتونِ جنت سیدۃ نساء العالمین سیدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا امّ المومنین حضرت عائشہ رضیَ اللہ عنہا بھی تھیں۔

حمنہ بنت جحش، ام ایمن بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمار داری میں پیاسے مجاہدین کو پانی پلانے میں پیش پیش تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین" (23)۔

حضرت اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرہم پٹی کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ غزوۂ اُحد میں ان کے خاوند، دونوں بیٹے عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلامی فوج میں شامل تھے۔ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ اس روز ایک مشرک نے مجھے ایسا زخم لگایا کہ اس سے خون نہیں رکتا تھا۔ میری والدہ نے زخم کو بند کر دیا یعنی خون کو روک دیا اور مجھے کہا، اٹھو اور جنگ میں مصروف ہو جاؤ(24)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلمان خواتین کے جہاد کے دوران کارناموں کا تذکرہ اِن الفاظ میں کرتے ہیں "جنگ ہائے بدر و اُحد وغیرہ میں زنانہ رضاکار زخمیوں کی مرہم پٹی، پانی پلانے، تیر چُن کر اپنے ساتھیوں کو دینے، بلکہ خود تلوار کھینچ کر لڑنے کا کام انجام دیتی رہی ہیں بعد کے زمانے میں حضرت خالد بن الولید کی لڑکیوں کی شہ سواری مشہور ہے اور فنون مدافعت عورتوں کو ضرور سکھائے جاتے رہے تھے"(25)۔

حضرت اُمّ ایمن اور حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئی(26)۔

فنِ طب میں عرب کی عورتوں نے بھی دلچسپی لی تھی۔ قبیلہ بنی دلاد کی ایک خاتون "زینب" نے بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ فاضلہ آنکھ کے علاج میں بڑی دستگاہ رکھتی تھیں اور زخموں کا علاج بڑی کامیابی سے کیا کرتی تھیں ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب آغانی الکبیر میں ان کا ذکر کیا ہے(27)۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی جان حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ

تعالیٰ عنہا جنہوں نے غزوۂ خیبر میں خصوصی شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا' انہوں نے بھی غزوۂ اُحد میں شرکت فرمائی چونکہ کفارِ مکہ نے سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا پیٹ چیر دیا تھا۔ وحشی اور ہند زوجہ ابو سفیان نے اُن کی لاش مبارک مسخ کر دی تھی اس لیے حضور اکرم' رحمتِ ہر عالم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اس حال میں دیکھیں اس لیے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ انہیں مقامِ شہادت پر جا کر اپنے محترم بھائی کی لاش مبارک دیکھنے سے روکا جائے (28)۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اس کرب سے گزر چکے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ان کے مسخ شدہ جسم کو دیکھ کر اندوہناک کیفیت سے گزریں۔

حضرت اُمِ عطیہ بنت حارث انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوۂ ں میں شریک ہوئیں اور ہر غزوہ میں کھانا پکانے' سامان کی حفاظت کرنے' مریضوں کی تیمارداری کرنے اور مجروحوں کی مرہم پٹی کرنے کی شاندار خدمات سرانجام دیں (29)۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ "میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات لڑائیوں میں شریک ہوئی ہوں' میں مجاہدین کا کھانا تیار کیا کرتی تھی' ان کے خیموں کی نگرانی' زخمیوں کی دیکھ بھال اور مریضوں کی خیر خبر میرے ہی ذمہ رہتی تھیں" (30)۔

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں' جنگِ اُحد میں کارہائے نمایاں انجام دیے پیاسوں کو پانی پلایا' زخمیوں کے علاج کرنے اور ان کو گھر پہنچانے کی خدمات انجام دیں (31)۔

حضرت اُم ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غزوۂ احد میں شرکت کا ذکر تو راقم الحروف نے کہیں نہیں پڑھا لیکن جب جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے بھی شرکت کی اجازت دیجیے' مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی خدمت کروں گی (32)۔

مندرجہ بالا بحث سے غزوۂ اُحد میں جن صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت کا پتا چلتا ہے'

ان کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں۔

1. اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
2. حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3. حضرت اُم سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4. حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
5. حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6. حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا
7. حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا
8. حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
9. حضرت اُمِ عطیہ بنت حارث انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
10. حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسلمان مجاہدین کو پانی پلانا اور زخمیوں کو خدمت کرنا مسلم خواتین کا معمول رہا ہے گذشتہ صدی کے اوائل (۱۹۱۲ء) میں ایک یازدہ سالہ مجاہدہ السیدہ فاطمہ بنتِ عبداللہ طرابلس کی جنگ کے غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے اچانک ایک زخمی مجاہد کی تلوار سنبھال کر لڑنا شروع کر دیتی ہے اور گولی لگنے سے شہید ہو جاتی ہے ڈاکٹر اسمٰعیل ثباتی کے مطابق اس لڑائی میں عربوں کی بہت سی عورتیں زخمیوں کی خدمت اور دیکھ بھال کرتی تھیں اس لیے کہ زخمی عموماً ان کے عزیز اور ہم قبیلہ ہوتے تھے لیکن فاطمہ اس وجہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ وہ عمر میں سب سے چھوٹی تھی۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنا چھوٹا سا مشکیزہ کندھے پر اٹھائے ہر لحہ پیاسوں کو پانی پلانے اور زخمیوں کی خدمت بجا لانے میں مصروف رہتی تھی، اگرچہ قدم قدم پر گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی تھی (33)۔ فاطمہ بنت عبداللہ کے حالات ۱۳ نومبر ۱۹۱۲ء کے "الھلال" (جلد ا شمارہ ۱۸) میں طبع ہوئے تو حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے جامِ

شہادت نوش کرنے والی اس عرب لڑکی کو اپنی نظم میں بعنوان "فاطمہ بنت عبداللہ" میں یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

فاطمہ !تو آبرو ئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر (34)

حواشی

1. The New Encyclopaedia Britannica (Fifteenth Edition, 1986) Vol 8 (Micropaedia), P. 705
2. نذر احمد 'حافظ طب نبوی ﷺ (لاہور : پاک مسلم اکادمی۔ الفیصل مارکیٹ اُردو بازار 'اشاعتِ ششم، ستمبر ۱۹۸۲ء) ص ۸۳
3. صحیح بخاری شریف 'کتاب الجہاد والسیر 'باب ۱۱۱' حدیث نمبر ۱۴۵
4. ایضاً 'باب ۱۱۲' حدیث نمبر ۱۴۶
5. ابن تیمیہ ۔ مُنتقی الاخبار ۔ حدیث نمبر ۴۲۴۹ ۔ مترجم مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (لاہور : دار الکتب سلفیہ 'اکتوبر ۱۹۹۹ء) جلد دوم، ص ۶۰۳
6. مسلم ابو داؤ' ترمذی / نقوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۴ : ۴۲۴
7. صحیح بخاری 'کتاب المغازی 'باب ۴۹۰' حدیث نمبر ۱۲۳۶
8. سیرت ابن ہشام۔ مترجم سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی (لاہور : ادارۂ اسلامیات '۱۹۰ انار کلی' ستمبر ۱۹۸۹ء) جلد دوم 'ص ۹۳۔
9. صحیح بخاری 'کتاب المغازی 'باب ۴۹۲' حدیث نمبر ۱۲۳۹/۱۲۳۸
10. ایضاً' باب ۴۹۲' حدیث نمبر ۱۲۳۹ / باب ۴۹۳' حدیث نمبر ۱۲۴۱
11. ایضاً 'باب ۴۹۳' حدیث نمبر ۱۲۴۰۔
12. باشمیل' علامہ محمد احمد۔ غزوۂ اُحد۔ اُردو ترجمہ مولانا اختر فتح پوری (کراچی : نفیس اکیڈمی اُردو بازار' اپریل ۱۹۸۹ء) ص ۱۷۵' ۱۷۶۔
13. محمد بن سعد۔ طبقات ابن سعد' حصہ اول (اخبار النبی ﷺ) 'اردو ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی (کراچی : نفیس اکیڈمی دوسرا ایڈیشن) ص ۳۹۱
14. واقدی' علامہ۔ مغازی الصادقہ ۔ اردو ترجمہ مغازی الرسول ﷺ 'مترجم بشارت علی خان (لاہور : مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ' ۱۹۸۸ء) ص ۱۸۳

15. محمد فاروق کمال۔ سیرت محمدؐ رسول اللہ ﷺ (لاہور : ڈیفنڈرز آف اسلام ٹرسٹ '۱۲۸ ایمپرس روڈ 'اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۷۷۔
16. نصیر احمد ناصر 'ڈاکٹر۔ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ (لاہور : فیروز سنز 'س۔ن) ص ۵۱۹ '۵۲۰
17. باشمیل، علامہ محمد احمد۔ کتاب مذکور۔ ص ۱۷۵
18. صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السیر 'باب نمبر ۱۰۸' حدیث نمبر ۱۴۲
19. علامہ واقدی 'مغازی الصادقہ ترجمہ مذکورہ۔ ص ۱۸۳
20. صحیح بخاری 'کتاب الجهاد والسیر 'باب ۱۰۹' حدیث ۱۴۲
21. ابن کثیر 'حافظ ابو الفدا عماد الدین۔ البدایة و النهایه۔ اردو ترجمہ پروفیسر کوکب شادانی (کراچی : نفیس اکیڈمی 'اردو بازار 'جون ۱۹۸۷ء) حصہ چہارم 'ص ۴۵۵
22. محمد کرم شاہ الازہری 'پیر۔ ضیاء النبی ﷺ (لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز 'گنج بخش روڈ 'رمضان المبارک ۱۴۱۳ ہجری) جلد سوم 'ص ۵۱۶
23. ایضاً 'ص ۵۱۷ '۵۱۸
24. ملا معین واعظ۔ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ۔ مترجمین محمد اصغر فاروقی واقبال احمد فاروقی (لاہور : مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ 'اشاعت سوم ۱۹۸۳ء) ص ۱۷۵
25. محمد حمید اللہ 'ڈاکٹر۔ عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی (کراچی : اردو اکیڈمی سندھ 'ستمبر ۱۹۸۷ء) ص ۲۹۶
26. محمد بن سعد۔ طبقات ابن سعد۔ مترجم مولانا راغب رحمانی (کراچی : نفیس اکیڈمی 'اشاعت اول ۱۹۷۲ء) حصہ ہشتم (صالحات و صحابیات) ص ۳۰۷، ۴۷۹
27. رہبر فاروقی 'ابن مظہر قاضی معین الدین۔ اسلامی طب شاہانہ سرپرستیوں میں۔ (لاہور : کاشف پبلشرز 'بار اول ۱۹۸۵ء) ص ۶،۷
28. طبقات ابن سعد (اردو) حصہ ہشتم۔ ص ۱۶۲ نیاز فتح پوری۔ صحابیات۔ ص ۱۹۲ '۱۹۳
29. نیاز فتح پوری۔ صحابیات (کراچی : نفیس اکیڈمی 'طبعہ ہفتم فتح پوری ۱۹۸۱ء) ص ۲۲۲
30. طبقات ابن سعد ۶ : ۴۷۶
31. نیاز۔ فتح پوری صحابیات۔ ص ۲۵۲ / اسد الغابہ ۵ : ۴۲۸ / طبقاتِ ابن سعد ۸ : ۱۸۵
32. نیاز فتح پوری صحابیات ص ۲۱۶ / استیعاب ۲ : ۶۷۶
33. غلام رسول مہر۔ مطالب بانگِ درا (لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز '۱۹۷۶ء) ص ۲۶۷، ۲۶۸
34. محمد اقبالؒ علامہ۔ بانگِ درا (لاہور : الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، جون ۱۹۹۱ء) ص ۱۶۳

باب پانز دھم

سُنتِ رَسُول ﷺ اور کژدم گزیدہ کا علاج

عالم حیوانات(Animal Kingdom) کوماہرین نے کئی گروہوں میں تقسیم کیا ہے جن کو فائیلم کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کو فائیلم آر تھروپوڈا(Phylum Arthropoda) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے کیڑے مکوڑے شامل ہیں۔ مثلاً مکڑی، گراس ہاپر، شہد کی مکھی، بچھو، چیونٹیاں، تتلیاں وغیرہ۔ اس فائیلم میں شامل جانوروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جیسا کہ ماہرین حیوانات(Zoologists) کا کہنا ہے:

The Arthropods comprise the largest phylum in the animal Kingdom, surpassing in number of species all the other Phylo combined(1)

فائیلم آر تھروپوڈا عالم حیوانات میں سے سب سے زیادہ جانوروں پر مشتمل ہے، اس میں شامل انواع کی تعداد دیگر تمام فائیلم کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے۔ اس فائیلم کے بعض جانوروں کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے حتیٰ کہ تین سورتوں النحل (شہد کی مکھی)، النمل (چیونٹی)اور العنکبوت (مکڑی) کے نام اس فائیلم کے نمائندہ حشرات کے نام پر ہیں۔ راقم نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور ان تین حشرات کے علاوہ دیگر ارتھروپوز کا بھی ذکر کیا ہے(2)۔

اس فائیلم کے جانور انسان کے لیے متعدد مفید کام کرتے ہیں۔ مثلاً شہد کی مکھی شہد تیار کرتی ہے جسے قرآن پاک میں " شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ " کہا گیا ہے(3)۔ دیگر حشرات میں سے

بھی بعض انسان کے لیے بڑی اہمیت کے حامل ہیں مثلاً مکھی کئی لحاظ سے مفید ہے۔ یہ دنیا کی صفائی پر متعین ہے۔ ہم انسان سطح زمین کو غلیظ بناتے ہیں' یہ غلاظت کو چاٹ کر صاف کر دیتی ہے۔ جہاں غلاظت زیادہ ہو' وہاں قدرت کے یہ جاروب کش بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ صاف کمروں میں مکھیاں نہیں ہوتیں' اس لیے کہ وہاں ان کی خدمات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جو کام میونسپلٹی کے خاکروب نہیں کر سکتے' اسے مکھی سر انجام دیتی ہے۔(4) ان کے علاوہ بھی کئی اور حشرات کرۂ ارض پر انسان کے فائدے کیلئے مصروف عمل ہیں۔ جیسے ریشم اور لاک کا کیڑا' پھولوں کی پولی نیشن کا سبب بننے والے حشرات وغیرہ۔

جہاں فائیلم ارتھروپوڈا میں شامل یہ جانور انسان کیلئے مفید ہیں وہاں ان میں سے کچھ اس کے لئے ضرر رساں بھی ہیں۔ بعض کو قدرت نے ڈنک دے رکھا ہے۔ جس کو وہ اپنے دفاع کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ بعض مکھیاں اپنا ڈنک مار کر زندہ چیزوں کے اجسام میں سوراخ کرتی ہیں اور پھر وہاں اپنے انڈے ڈال دیتی ہیں۔ مثلاً بیلوں کی مکھی بیل کے جسم کو کاٹ کر اندر انڈے دیتی ہیں(5)۔ اس کے علاوہ ایک درختوں کی مکھی ہوتی ہے جو درخت کی شاخوں کو زہر بھرا ڈنک لگاتی ہے اور ساتھ ایک انڈا بھی دیتی ہے۔ اس زہر سے شاخ کا یہ حصہ سوج بھی جاتا ہے اور بعد میں یہی سوجا ہوا حصہ بچے کی غذا بنتا ہے(6)۔

بعض حشرات انسان کو کاٹ لیتے ہیں۔ ان میں شہد کی مکھی' بھڑ اور بچھو وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مطابق جب مکھی کسی جسم میں ڈنک چبھو دیتی ہے تو ڈنک اندر ہی رہ جاتا ہے اور بعد میں مر جاتی ہے۔ یہ کیوں' اس لیے کہ آلہ حفاظت سے محروم ہو جاتی ہے اور قدرت کے اٹل قانون کے مطابق (کہ جو اقوام اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتیں' وہ مٹا دی جاتی ہیں) وہ ہلاک ہو جاتی ہے(7)۔ دراصل جب شہد کی مکھی ڈنک مارتی ہے تو ڈنک کے ساتھ ایک جوڑی زہر پیدا کرنے والے غدودوں کی اور انتڑیوں کا حصہ بھی اس جانور کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں جس کو ڈنک مارا جاتا ہے۔ اسی لیے یہ شہد کی مکھی کئی گھنٹوں بعد یقینی طور پر موت سے دوچار ہو جاتی ہے۔(8) شہد کی مکھی کے علاوہ متعدد حشرات انسان اور

دوسرے جانور کو ڈنک مارتے ہیں جس سے شدید تکلیف ہوتی ہے۔

بچھو اپنے ڈنک کے ذریعے بعض جانوروں کو بے حس (Paralyze) کر دیتا ہے۔ یہ مکڑی کا شکار کرتا ہے' اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں بطور خوراک استعمال کرتا ہے (9)۔ بعض اوقات بچھو انسان کو کاٹ لیتا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی کاٹ لیا تھا۔ دراصل اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اس کا علاج بتانا تھا۔ اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے یوں نقل کیا ہے۔

"حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ') نے بیان کیا کہ ہماری موجودگی میں نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جونہی آپ ﷺ نے سجدہ کیا' ایک بچھو نے آپ کی انگلی میں ڈنک لگا دیا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ خدا بچھو پر لعنت کرے جو نبی کو' نہ کسی دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن طلب فرمایا جس میں نمک آمیز کیا ہوا تھا اور آپ ﷺ اس ڈنک زدہ جگہ کو نمک آمیز پانی میں برابر ڈبوتے رہے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین مرتبہ پڑھ کر اس پر دم کرتے رہے یہاں تک کہ بالکل سکون ہو گیا" (10)۔

اس حدیث پاک میں بچھو کے ڈنک سے ہونے والی تکلیف کا علاج دو طرح سے کیا گیا۔ اولاً نمک آمیز پانی میں ڈنک زدہ جگہ کو ڈبو کر اور ثانیاً قرآن پاک کی آخری تین سورتیں پڑھ کر دم کرنے سے۔ اول الذکر طبی علاج تھا اور مئوخر الذکر روحانی۔ یہاں طبی علاج کے بارے میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح بچھو کے ڈنک سے ہونے والی تکلیف نمک آمیز پانی سے رفع ہو گئی۔

شیخ بوعلی سینا نے القانون فی الطب میں بیان کیا ہے کہ بچھو کے ڈنک میں نمک اور السی کا لیپ بہت مفید ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ نمک میں قوت جاذبہ کے ساتھ قوت محللہ بھی ہوتی ہے چنانچہ نمک کے استعمال سے زہر جاتا ہے اور تحلیل ہو جاتا ہے (12)۔

ایک مغربی طبیب جان ایف نائٹ **(John F.Knight)** اپنی کتاب **Family Medical Care** میں رقمطراز ہے۔

Bites and stings from insects, ants and spiders are common. Generally the instant of bite is recognisable by local pain, due usually to irritating acid being injected into skin. (13)

حشرات' چیونٹیوں اور مکڑیوں کا کاٹنا اور ڈنک مارنا عام ہے۔ عام طور پر کاٹنے کا پتا اس مقام پر درد ہونے سے چلتا ہے جو اکثر جلن پیدا کرنے والے تیزاب کے باعث ہوتا ہے جو جلد میں منتقل کیا جاتا ہے۔

دراصل نمک آمیز پانی حشرات کے زہر میں موجود تیزاب کی تحلیل کر دیتا ہے۔ اگر تیزاب انسانی جلد پر گر جائے تو اس سے جلن اور درد ہوتا ہے۔ تیزاب مرتکز **(Concentrated)** ہو تو جلد خراب ہو جاتی ہے۔ جب یہ تیزاب جلد کے اندر ڈنک سے پہنچتا ہے تو جلن اور درد کے علاوہ وہ جگہ سرخ ہو جاتی ہے اور سوج جاتی ہے آج کیمیا کے ماہرین اسے با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نمک' پانی اور زہر کے اندر موجود تیزاب کے مابین کیمیائی تعامل کے باعث تیزاب کی ٹوٹ پھوٹ ہو جاتی ہے اور تیزاب کے تحلیل ہو جانے سے درد' جلن اور تکلیف فوراً رفع ہو جاتی ہے۔

حواشی

1. Hegner, Robert W., and Engemann, Joseph G., Invertebrate Zoology (New York: The Macmillan Publishing Co., 1968) p. 395
2. Sultan Shah, Sayyed, The Origin of Life and its Continuity, Ph.D. Thesis, (Bahawalpur : Islamia University, 1997) pp. 152-56, 171-172, 178-179, 180, 183,181, 188-189

3. النحل ۱۶: ۶۹

4. غلام جیلانی برق' ڈاکٹر۔ دو قرآن۔ (لاہور: اسد پبلی کیشنز ۱۹۹۰۔ سر کلر روڈ' س۔ن،
تاہم پیش نامہ از محمد اقبال سلمانی کے آخر میں ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء کی تاریخ درج ہے جس سے پہلے
ایڈیشن کی طباعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے) ص ۱۶۶۔

5. ایضاً' ص ۱۷۴

6. ایضاً' ص ۱۷۴' ۱۷۵

7. ایضاً' ص ۱۶۱

8. Hegner & Engemann, Invertebrate Zoology, p. 534

9. ایضاً' ص ۴۵۲' ۴۵۳

10. جامع ترمذی۔ کتاب ثواب القرآن' باب ماجاء فی المعوذتین، نمبر ۲۹۰۵

11. ابن قیم۔ طب نبوی ﷺ' اردو ترجمہ از حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

12. ایضاً

(لاہور: فاروقی کتب خانہ' الفیصل مارکیٹ اردو بازار' اگست ۱۹۹۳ء) ص ۳۴۹

13. Knight, John F., Family Medical Care (Warburton, Victoria: Signs Publishing Company, 1982) Vol.2, p.184.

باب شانزدھم

ارشاداتِ رسول ﷺ اور سرجری

عمل جراحی کے ذریعے انسانی جسم کی چیر پھاڑ کر کے ناکارہ اعضایا حصوں کو جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے انسانوں کے زندہ یامردہ اجسام سے اعضالے کراُن کی پیوند کاری (Transplantation) کر دی جاتی ہے۔ بعض اوقات مصنوعی اعضا کو ناکارہ اعضا کی جگہ لگادیا جاتا ہے۔ حادثات اور جنگ و جدل میں آنے والے زخموں کا بھی آپریشن سے علاج کیا جاتا ہے۔ اس کا فن الولادت (Delivery of baby) میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیابر یٹانیکا میں جراحی (Surgery) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے :

Surgery is a branch of medicine concerned with the treatment of injuries, deformities and other disorders by manual and instrumental means(1)

اگرچہ دورِ حاضر میں فن جراحت (Surgery) نے بہت ترقی کر لی ہے لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ یہ فن اس زمانہ کی ایجاد ہے یااس کی ایجاد کا سہرا مغرب کے سر ہے(2)۔ اس فن میں مسلمان بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے عہد مبارک میں ہونے والے غزوات میں مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ بسا اوقات یہ زخمی اپنے اعضا بھی میدان جنگ میں ہی چھوڑ آتے۔ ان حالات میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور عضوِ بریدہ کی جراحت نے یہ ضرورت پیدا کر دی تھی۔ آنکھ کا آپریشن تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں ہونے لگا۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ‘ سے ان کی آنکھ کے آپریشن کے لیے عرض کیا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا(3)

حضور سیدِ انام علیہ التحیۃ والسلام نے اپنے مبارک زمانے میں نہ صرف آپریشن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ خود اس کے ذریعے علاج کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ عمل جراحت کے ذریعے علاج کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشادات قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ سرجری کی بنیاد ہیں۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) نے زَادُ الْمَعَادِ فِیْ هَدْیِ خَیْرِ الْعِبَاد کے باب الطب النبوی ﷺ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ‘ سے یہ روایت نقل کی ہے:

اِنَّهٗ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ يَعُوْدُهٗ بِظَهْرِهٖ وَرَمٌ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِهٰذِهٖ مِدَّةٌ قَالَ بُطُّوْا عَنْهُ قَالَ عَلِيٌّ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰى بُطَّتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ (4)۔

آپ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کرنے کے لیے گیا‘ بیمار کی پشت پر ورم تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس کے پیپ ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا آپریشن کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپریشن کر رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ختنہ کرانا بھی ایک قسم کی (Minor surgery) ہے‘ جس کا حضورِ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے مسلمان اس سنتِ مبارکہ کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس سے بھی مسلمانوں میں جراحت کا فن سیکھنے کی ترغیب دلائی گئے ہے۔ تفصیلات کے لیے باب ملاحظہ ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ طَبِيْبًا اَنْ يَّبُطَّ بَطْنَ رَجُلٍ اَجْوَى الْبَطْنِ فَقِيْلَ

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ يَنْفَعُ الطِّبُّ قَالَ الَّذِىْ أَنْزَلَ الدَّآءَ أَنْزَلَ الشِّفَاءَ فِيْمَا شَاءَ (5)۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ اس بڑے پیٹ والے مریض کا پیٹ شق کر دو (آپریشن کر دو) آپ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کو بھی دوا فائدہ کرے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس اللہ نے بیماری اتاری ہے اسی نے شفا بھی نازل کی۔ جہاں اللہ نے نفع پہنچانا چاہا، نفع دے دیا۔

ابنِ قیم کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے ایک طبیب کو آپریشن کر کے استسقاء کے مریض کے شکم سے فاسد مادہ نکالنے کا حکم دیا۔ حدیث مبارکہ میں "اجوی البطن" کا لفظ ہے جس کا ایک معنی بدبودار پانی جو پیٹ میں جمع ہو کر استسقاء پیدا کرتا ہے(6)۔

ڈاکٹر خالد غزنوی کے الفاظ میں "محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے پہلے طبیب ہیں جنہوں نے ــــــــ پیٹ سے پانی نکالنے کا آپریشن ایجاد کیا" (7)۔ محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن) نے طب کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے جو اُصول متعین ہوتے ہیں، اُن کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جہاں "جراحت (Surgery) کی ضرورت ہو وہاں اس طریقۂ علاج کو اختیار کرنا" (8)۔

یہ درست ہے کہ آج فن جراحت (Surgery) نے بہت ترقی کر لی ہے، آج سرجن مریض کا ناقص دل تبدیل کر سکتا ہے۔ کسی مادر زاد نابینا کو کسی مردہ شخص کی آنکھ لگا کر بینائی عطا کر سکتا ہے۔ ٹی بی کے مریضوں کے پھیپھڑے تبدیل کرنا بھی ناممکن نہیں رہا۔ نیورو سرجن انسانی دماغ کے حیرت انگیز آپریشن کر سکتا ہے۔ انسانی جسم سے کٹ کر الگ ہو جانے والے اعضاء کو سرجری کے ذریعے دوبارہ جوڑ دینے میں بھی ماہرین جراحت نے مہارت حاصل کر لی ہے۔ گردوں کی پیوندکاری میں اب سرجن کوئی مشکل محسوس نہیں کرتا۔ لیکن جب ہم سرجری کی ابتدا کا کھوج لگاتے ہیں تو ہمیں یہ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی کا انسانیت کے لیے ایک انعام نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے ہی سرجری کے فن نے ترقی اور کمال حاصل کیا۔ حضور سید انام علیہ التحیۃ والسلام کے ہاتھوں میں اللہ

تعالیٰ جل مجدہ‘ نے ایسی شفا رکھی تھی کہ جب یہ دست مبارک لگ جاتے تو ٹوٹی ہڈیاں جڑ جاتیں‘ زخم مندمل ہو جاتے اور رخسار پر آجانے والا آنکھ کا ڈھیلا آپ ﷺ کے دست مبارک سے واپس اٹھا کر حلقے میں رکھنے سے ٹھیک بلکہ پہلے سے بہتر کام کرنے لگتا۔

یہاں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہڈی ٹوٹنے کا واقعہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں انصار کے کئی اور لوگوں کے ہمراہ ابو رافع یہودی کا قلع قمع کرنے کے لئے روانہ فرمایا کیونکہ ابو رافع آنحضرت ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ وہ حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا۔ جب مسلمان مجاہدین حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا۔ اس عظیم سپاہ سالار نے اپنے مجاہدین کو ایک جگہ بٹھا کر قلعہ کے اندر جانے کا فیصلہ کیا اور ایک ترکیب سے منہ کپڑے سے ڈھانپ کر شب کی تاریکی میں یہودی کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ دربان نے انہیں اپنا آدمی سمجھا اور ان کے داخلے کے بعد دروازہ مقفل کر کے چابیاں ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیں۔ جب دربان کو غافل دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور ان کے ساتھی بھی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے اس دشمنِ پیغمبر کو قتل کرنے کا عزم کیا۔ ان کی تلوار سے یکے بعد دیگرے دو ضربیں کھا کر بھی ابو رافع کا خاتمہ نہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس کے پیٹ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جب انہیں ابو رافع کے قتل کا یقین ہو گیا تو قلعہ سے باہر آتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہے تھے کہ گر پڑے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے عمامہ سے اسے باندھ لیا اور صبح آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ سنایا۔ چونکہ پنڈلی کی ہڈی ٹوٹنے کے باعث انہیں تکلیف تھی اس لیے حضورِ اقدس ﷺ نے ان کا علاج کرنا ضروری سمجھا۔ بخاری شریف کی کتاب المغازی میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ پر اختتام پذیر ہوتی ہے:

فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّهَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ (9)۔

حضور ﷺ نے فرمایا' ذرا اپنا پاؤں پھیلا' میں نے پھیلایا' آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے اس پاؤں پر کبھی کوئی چوٹ لگی ہی نہ تھی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بغیر کسی جراح یا آرتھوپیڈک سرجن کی مدد کے اپنے صحابی کی پنڈلی کے فریکچر کا علاج فرمادیا۔ ایسے کئی واقعات احادیث و سیر کی کتب میں ملتے ہیں۔

بیہقی نے عاصم بن عمر سے' ابن سعد نے زید بن اسلم سے اور ابو نعیم نے عبد اللہ بن ابی صعصہ سے روایت کی ہے کہ جنگِ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگ گیا جس سے آنکھ بہہ کر رخسار پر آگئی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قتادہ سے فرمایا۔ اگر چاہو کہ یہ آنکھ اچھی ہو جائے تو میں اس کو اس کی جگہ پر رکھ دوں' اچھی ہو جائے گی اور اگر چاہتے ہو کہ جنت ملے تو صبر کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ جنت تو بڑا اچھا انعام ہے لیکن مجھے کانا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے' آپ میری آنکھ بھی اچھی فرمادیجئے اور جنت کے لیے بھی دعا فرمایئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ کا ڈھیلا اٹھا کر حلقے میں رکھ دیا۔ آنکھ اتنی روشن ہو گئی کہ دوسری آنکھ سے بھی اس کی روشنی تیز ہو گئی(10)۔

کیا دنیا میں ایسا کوئی ماہر امراضِ چشم یا آئی سرجن ہے جو بغیر سرجری آلات کے انسانی جسم سے الگ ہو جانے والے آنکھ کے ڈھیلے کو اپنی جگہ پر واپس لگادے ؟ عام طور پر آپریشن کے بعد آنکھ کی بینائی کو صحیح کرنے کے لئے عینک کا استعمال کرلیا جاتا ہے لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست اقدس سے کی گئی آنکھ کی پیوندکاری (Trans-plantation) نے نظر کو پہلے سے تیز کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات نے مسلم اُمہ میں سرجری کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور انہوں نے میڈیکل سائنس کے اس شعبہ میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے۔

پروفیسر حکیم نیر واسطی رقمطراز ہیں کہ علم الجراحت میں مسلمانوں نے بڑے

قابل قدر اکتشافات کیے ہیں۔۔۔۔ مسلمانوں نے پہلی مرتبہ جریان خون کو روکنے کے لیے مقام ماؤف کو سردی پہنچانے کا طریقہ رائج کیا۔ زخموں کو ریشم کے دھاگوں سے سینا بھی مسلمانوں ہی کا کارنامہ ہے۔ بوعلی سینا نے سرطان کے آپریشن کے سلسلہ میں پہلی بار وضاحت سے بیان کیا کہ آپریشن کے وقت سرطان کے قریب کے تمام متعلقہ حصوں کو جڑ سے خارج کر دیا جائے۔ مسلمان سرجنوں نے پیٹ کے متعدد آپریشن کیے(11)۔

حواشی

1. The New Encyclopaedia Britannica (Encyclopaedia Britannica, Inc., fifteenth edition, 1986) Vol .11 (Micropaedia) p.408
2. نذر احمد، حافظ طب نبوی ﷺ (لاہور: پاک مسلم اکادمی، الفیصل مارکیٹ اردو بازار، اشاعت ششم، ستمبر ۱۹۸۲ء) ص ۱۲۱
3. ایس اے رحمان، جسٹس (چیئرمین) و اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۷ء) جلد اول، ص ۴۶۰
4. ابن القیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر۔ طب نبوی ﷺ۔ اردو ترجمہ حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی (لاہور: فاروقی کتب خانہ، اردو بازار، طبع دوم، اگست ۱۹۹۳ء) ص ۲۲۳
5. ایضاً، ص ۲۲۴
6. ایضاً، ص ۲۲۵
7. خالد غزنوی، ڈاکٹر۔ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار، طباعت سوم، اکتوبر ۱۹۸۸ء) ص ۲۰
8. محمد فاروق کمال، سیرتِ محمد رسول ﷺ (لاہور: ڈیفنڈرز آف اسلام ٹرسٹ ۱۲۸۔ ایمپریس روڈ، اکتوبر ۱۹۹۷ء) ص ۵۷۸
9. صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۳۸۳ قتل ابی رافع، حدیث ۱۲۶۸
10. جلال الدین سیوطی، علامہ الخصائص الکبریٰ، اردو ترجمہ (لاہور: حامد اینڈ کمپنی) جلد اول، ص ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۲۶
11. روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ مئی ۱۹۹۷ء / اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، حصہ اول ص ۴۶۰

باب هفدهم

رضاعت --- قرآن وحدیث اور میڈیکل سائنس کی روشنی میں

رضاعت کے لغوی معنی ہیں ماں کا دودھ پینا! فقہی اصطلاح میں اس سے مراد وہ دودھ پینا ہے جس کی بنا پر دودھ کے رشتہ داروں کا باہمی نکاح ناجائز ہو جاتا ہے(1)۔ اور بچہ کو اس کی ماں کے علاوہ اگر کسی عورت نے دودھ پلایا تو یہ عورت مرضعہ ہے اور رضیع ہے(2)۔ امام ہمام ابو البرکات عبداللہ بن احمد محمود نسفی علیہ الرحمہ نے کنز الدقائق میں رضاعت کی تعریف یوں رقم فرمائی ہے: "رضاعت اس کو کہتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک خاص مدت میں کسی عورت کی چھاتی سے دودھ پیئے اور اس کے سبب وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کے سبب سے حرام ہوتے ہیں(3)۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے قرآن مجید کی رضاعت کے بارے میں تمام احکام کی تفصیل درج ذیل آیہ مبارکہ میں بیان فرمادی ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَکِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِکَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ط وَاِنْ

اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْ ضِعُوْآ اَوْلَادَكُمْ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآاٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ o(4)۔

ترجمہ: اور مائیں اپنی اولاد (بچوں) کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (یہ) اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہتا ہے' اور جس کا بچہ ہے اس کا ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور لباس حسب دستور۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی حیثیت کے مطابق ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے (باپ) کو اس کی اولاد سے (یا ماں ضرر نے دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو) اور جو باپ کا قائم مقام (وارث) ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ پھر اگر (ماں باپ) دونوں اپنی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان (دونوں) پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ (دائیوں سے) اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرلیا تھا، بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (خوب) جان لو کہ یقیناً اللہ (تعالیٰ) تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

قرآن پاک میں چند اور مقامات پر بھی رضاعت کی مدت، اجرت اور اس کے باعث حرمتِ نکاح کا ذکر آیا ہے۔ یہ آیات اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ رضاعت کے بارے میں فقہی احکام کی بنیاد ہے۔ یہاں ایسی تمام آیات نقل کی جا رہی ہیں تا کہ رضاعت سے متعلق قرآنی احکام کی تفہیم ممکن ہو سکے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ [illegible] حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ (5)۔

اور ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود اسے شکم میں اٹھائے رکھا ہے اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (6)۔

اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کو اِس کی ماں نے بڑی مشقت سے (اپنے شکم میں) اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف سے اِس کو جنا۔ اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گے۔

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى (7)۔

پھر اگر وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو تم انہیں اُن کی اُجرت دو اور (اُجرت کے بارے میں) آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے کوئی دوسرا دودھ پلائے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ....وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ(8)

تم پر حرام کردی گئیں............ تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا

اور تمہاری بہنیں رضاعت سے

ان آیات مبارکہ سے رضاعت کے حوالے سے متعدد احکام کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ ان میں درج ذیل امور بیان کیے گئے ہیں۔

1. رضاعت کی مدت
2. ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پلانا۔
3. مطلقہ ماں کی رضاعت
4. رضاعت کی اجرت
5. رضاعت کے باعث حرمتِ نکاح

مدّتِ رضاعت :۔

قرآن پاک میں یہ ارشاد ہوا کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ یعنی جو رضاعت کا دورانیہ مکمل کرنا چاہیں وہ دو برس تک اپنے بچوں کو دودھ پلا سکتی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اِس وقت فرمایا تھا جب آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا انتقال ہوا تھا کہ دودھ پینے کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پلانے والی جنت میں مقرر ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، کی عمر اس وقت ایک سال دس مہینے تھی (9)۔ دارقطنی میں ایک حدیث دو سال کی مدت کے بعد کی رضاعت معتبر نہ ہونے کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لاَ رَضاَعَ اِلاَّ فِی الْحَوْلَیْنِ (10)۔

کوئی رضاع معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال میں ہو۔

رضاعت کی مدّت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تیس ماہ ہے یعنی ڈھائی برس کے تمام ہو۔۔ تک جس کا دودھ پیے وہ اس کی مرضعہ ماں ہے اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ) نے فرمایا کہ رضاعت کی مدت دو برس ہے (11)۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بھی رضاعت مدت دو برس ہے (12)۔ مولانا وحید الزمان نے لکھا ہے "ائمئہ اربعہ اور اکثر علماء کے نزدیک دو برس کے بعد رضاعت کا اعتبار نہیں اور ابو حنیفہ (علیہ الرحمہ) کے نزدیک ڈھائی برس کے بعد اور زفر کے نزدیک تین برس کے بعد" (13)۔ بعض خواتین نے یہ مشہور کر رکھا ہے لڑکی اور لڑکے کی مدتِ رضاعت مختلف ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا امجد علی نے بہارِ شریعت میں اس کا رد کیا ہے۔ مدتِ رضاعت کے سلسلے میں وہ رقمطراز ہیں "بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی۔ بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو

ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں۔ صحیح نہیں ہے۔ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی برس کا زمانہ ہے" (14)۔

رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو برس ہی ہے۔ امام ابو حنفیہ علیہ الرحمہ نے احتیاط برتتے ہوئے مزید چھ ماہ کو شامل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں لکھا ہے "جمہور حنفیہ کے نزدیک اگر بچہ کمزور ہو، ماں کے دودھ کے سوا کوئی غذا دو سال تک بھی نہ لیتا ہو تو مزید چھ ماہ دودھ پلانے کی اجازت ہے" (15)۔

قرآن پاک کے مطابق اگر والدین چاہیں تو دو برس سے قبل باہمی رضا اور مشاورت سے بچے کا دودھ چھڑا سکتے ہیں اور اس میں اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت متعین ہے کہ دو سال تک دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ کم سے کم مدت کچھ متعین نہیں۔ بعض عورتوں کے دودھ ہوتا ہی نہیں، بعض کا دودھ چند مہینوں میں خشک ہو جاتا ہے، بعض بچے ماں کا دودھ زیادہ نہیں پیتے یا اُن کو مضر ہوتا ہے تو دوسرا دودھ پلانا پڑتا ہے (16)۔ دو برس سے قبل دودھ چھڑانے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے بقول بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو دو سال سے پہلے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ٹھوس غذا کھا سکیں اور ماں کے دودھ سے بے نیاز ہو جائیں (17)۔ اعداد و شمار سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک فی صد عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو باوجود کوشش کے تین چار مہینوں سے زیادہ اپنے بچے کو دودھ نہیں پلا سکتیں اور تقریباً پانچ فی صد ایسی ہوتی ہیں جو چھ مہینوں سے زیادہ دودھ نہیں پلا سکتیں (18)۔ اسی لیے دو برس سے قبل دودھ چھڑانے کی اجازت دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کسی عورت کو نو مہینے میں بچہ ہو تو اس کی دودھ پلائی کی مدت اکیس ماہ کافی ہے اور سات مہینے میں ہو تو مدتِ رضاعت تئیس ماہ اور جب چھ ماہ میں بچہ ہو تو مدتِ رضاعت دو سال کامل ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے (19)۔ ظہورِ اسلام سے قبل مشرقِ وسطیٰ کے معاشروں میں ماں کے دودھ پلانے کا عرصہ چار سے پانچ برس تک ہوا کرتا

تھا(20)۔ دو سال کے بعد دودھ پلانا عموماً بچہ کو نقصان دیتا ہے۔ یہ نقصان جسمانی یا دماغی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے ماؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ دو برس تک اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔اِس کے بعد دودھ پلانا مناسب نہیں۔ حضرت علقمہ نے ایک عورت کو دو سال سے بڑے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھ کر منع فرمایا(21)۔

ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف اعضاء عطا کیے ہیں تا کہ اُن سے مختلف اُمور سرانجام دیئے جا سکیں۔ خالقِ انس و جاں نے ماں کی چھاتی میں اُس کے بچے کی خوراک کا بندوبست فرما دیا ہے۔اس لیے فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ ماں اپنے بچے کو خود دودھ پلائے اور بغیر کسی مجبوری کے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت سے محروم نہ کرے۔ماں پر بچے کا حق ہے کہ وہ بچے کو خود دودھ پلائے۔ماں کے اسی احسان کو یاد دلا کر قرآن پاک اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے۔ ثریا بتول علوی کے مطابق "ماں اس خوشگوار دینی فریضہ کو انجام دے کر ایک طرف روحانی سکون و اطمینان حاصل کرتی ہے تو دوسری طرف اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ توحید کا سبق، رسول (ﷺ) کی محبت اور دین سے غیر معمولی لگاؤ بھی اس کی رگ رگ میں اتارنے کی کوشش کرتی ہے"(22)۔ مولانا مفتی محمد شفیع کے نزدیک ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ مفتی موصوف اس سلسلہ میں اپنی تفسیر معارف القرآن میں رقمطراز ہیں "دودھ پلانا دیانۃً ماں کے ذمہ واجب ہے۔بلا عذر کسی ضد یا ناراضی کے سبب دودھ نہ پلائے تو گنہگار ہو گی اور دودھ پلانے پر وہ شوہر سے کوئی اُجرت و معاوضہ نہیں لے سکتی جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے کیونکہ وہ اس کا فرض ہے"(23)۔ لیکن رضاعت کے دوران جس طرح بچے کو دودھ پلانا اور اس کی جسمانی ضروریات کا خیال رکھنا بچے کی ماں کا فرض ہے اسی طرح باپ بچے اور اس کی ماں کے نفقہ یعنی اس کے کھانے پینے اور دیگر

لوازمِ حیات کا ذمہ دار ہے۔ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بڑے واضح الفاظ میں لکھا ہے۔

"جو عورتیں اپنے شوہروں کی رضاجوئی، اپنے بچوں کی رضاعت اور اُن کی پرورش کا خیال رکھتی ہیں، یقیناً بڑے اجر کی مستحق ہیں" (24)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئیں (عربی عورتیں) اِن میں سے سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو بچپن میں اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال کی سب عورتوں سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں (25)۔

عرب کی خواتین بچے کی اپنے شکم میں نشوونما، ولادت، رضاعت اور پرورش کے بعد اُس پر اپنے حق کا اظہار کرتی تھیں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا کَانَ بَطْنِیْ لَہٗ وِعَاءً وَثَدْیِی لَہٗ سِقَاءً وَحَجْرِیْ لَہٗ حِوَاء

یارسول اللہ (ﷺ)! یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کا غلاف تھا اور میری چھاتی اس کے پینے کا برتن تھی اور میری گود اس کا گھر تھا۔ اس کے بعد وہ عورت بولی "اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور چاہتا ہے کہ لڑکا مجھ سے چھین لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تو اس کی حقدار ہے جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے" (26)۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اور وہ شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے کہ جیسا اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے والے اور شب بیداری کرنے والے کو، اور جب اس کو دردِزہ ہوتا ہے تو آسمان وزمین کے رہنے والوں کو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی

راحت) کا جو سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی خبر نہیں۔ پھر جب وہ بچے کو جنم دیتی ہے تو وہ اپنے پستانوں سے جو بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس کے دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے اس کو نیکی ملتی ہے اور اگر بچہ کے سبب اس کو اپنی رات کی نیند حرام کرنی پڑے تو اس کو اس صلے میں راہِ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے (27)۔

علامہ ابو بکر علاء الدین الکاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" ماں کے اپنے بچے کو دودھ پلانے یا نہ پلانے کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے:

"جہاں تک فتویٰ کا تعلق ہے تو فتویٰ یہی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلائے کیونکہ باری تعالیٰ جہاں "لا تضار والدة بولدها" (کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اس کے بچہ کے باعث) فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ "ولا مولود له بولده" (اور نہ کسی باپ کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچے کے باعث) اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ماں بچے کو باپ کی طرف نہ پھینک دے اور یہ نہ کہے کہ وہ دودھ نہیں پلائے گی کیونکہ اس طرح بچے کو تکلیف پہنچے گی اور جب بچے کو تکلیف پہنچے گی تو والد کو تکلیف پہنچے گی کیونکہ وہ اس کا لختِ جگر ہے۔ دوسرے یہ کہ نکاح تو ایک سکون اور قرب کا عقد ہے اور یہ سکون و قرب اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میاں بیوی دونوں مصالح نکاح پر اکٹھے نہ ہوں اور اِن مصالحِ نکاح میں سے ایک بچے کو دودھ پلانا بھی ہے۔ لہٰذا فتویٰ یہی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلائے۔ ہاں اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو بوجہ مذکور اسے مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی دوسری دودھ پلانے والی نہ ملے تو پھر ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اب اگر اسے مجبور نہ کیا گیا تو بچہ ہلاک ہو جائے گا" (28)۔

لیکن اس جدید دور میں جب کہ مسلم خواتین کو ملازمت کے سلسلے میں (حتیٰ کہ بعض اوقات تعلیم حاصل کرنے کے لیے) گھنٹوں گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے اور وہ ایسا اپنے شوہروں کی مرضی سے کرتی ہیں چونکہ جدید سائنس نے یہ ممکن بنا دیا ہے کہ بچوں کے لیے مصنوعی دودھ کے ایسے فارمولے سامنے آگئے ہیں کہ جن کے ذریعے تیار کیے گئے دودھ کے استعمال

سے بچے کی زندگی کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف قرآن پاک میں والدین کو باہمی رضا و مشاورت سے پوری مدتِ رضاعت سے قبل کسی وقت بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس دور میں کسی ماں کا مجبوری کے تحت دودھ چھڑا دینا کسی طرح غیر اسلامی فعل نہیں ہے بشرطیکہ ایسا کرنے سے بچے کی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو۔ مشہور ماہرِ حیاتیات اور مذہبی اسکالر ڈاکٹر منور احمد انیس نے قرآنی آیات سے یہی استنباط کیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ رقمطراز ہیں :

The decree in that Muslim women should breast-feed their children. However, it is not considered a religious obligation that women must fulfil. The Quran deems itsdesirable, provided the parents have a mutal desire for it, and adequate provisions are made available to the nursing mother. On the other hand, the Quran make it clear that breastj-feeding should, in no case, be a source of hardship for either parent. (29)-

ڈاکٹر اسرار احمد مرد اور عورت کی ذمہ داریاں الگ الگ سمجھتے ہیں۔ وہ سائنسی انداز میں بقائے ذات اور بقائے نوع کا ذمہ دار بالترتیب مرد اور عورت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک انٹرویو کے دوران اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے یوں لب کشائی کی :

بیالوجی کے اعتبار سے ہر زندہ عنصر کو دو چیلنج درپیش ہیں۔ ایک تو اپنی ذات کی بقا ہے جس کے لیے اسے خوراک چاہیے۔ سر چھپانے کے لیے پناہ گاہ چاہیے، اسے تحفظ چاہئیے، دوسرا چیلنج بقائے نوع کا ہے کہ اس کی نسل برقرار رہے، وہ آگے چلے، پھلے پھولے، بقائے نوع کا معاملہ آپ کو غیر ذی حیات میں نظر نہیں آئے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی جو دو جنسیں بنائی ہیں، اس کی اصل حکمت کیا ہے؟ حکمت یہ ہے کہ ایک کام کے لیے زیادہ جسمانی طاقت ، قوت ارادی اور اعتماد کی دولت مرد کو عطا کی ہے اور دوسرے کام میں زیادہ بڑا حصہ عورت کے ذمے لگایا گیا ہے۔ تخلیق کے عمل میں مرد کا حصہ

بڑا قلیل ہے، باقی کوئی بوجھ فطرت نے مرد پر نہیں ڈالا۔ حمل کے دوران نو ماہ کی مشقت عورت ہی برداشت کرتی ہے۔ رضاعت کے دور میں عورت ہی دو سال تک بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ مغربی تہذیب کے رجحانات کے زیر اثر عورتیں دودھ پلانے سے کتراتی ہیں۔ اس جدید میڈیسن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عورتوں میں سینے کے سرطان کی بڑی وجہ یہی بن جاتی ہے۔ فطرت کے نظام میں آپ رکاوٹ ڈالیں گے تو وہ اپنا بدلہ خود لے لیتی ہے۔ انہی دو جزوں کا ذکر سورۂ لقمان میں آیا ہے۔ جہاں والدین کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہاں زیادہ حصہ ماں کا قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس نے بچے کو پیٹ میں اٹھائے رکھا، پھر اس کو دو سال تک دودھ پلایا، اس عمل میں اس کے جسم کی توانائیاں خرچ ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے پروڈکشن کی ذمہ داری اصلاً عورت پر ڈالی گئی ہے، مرد اس میں محض چند لمحوں کے لیے شریک ہوتا ہے(30)۔

دایہ کی رضاعت

قرآن پاک میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر والدین چاہیں تو اپنے بچے کو کسی دایہ یا انا سے دودھ پلوا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اُسے طے شدہ اُجرت ادا کی جائے اور اگر پہلے کچھ مقرر نہ کیا گیا ہو تو اُس زمانے اور علاقے کے رواج کے مطابق اُجرت دی جائے۔ رضاعی ماں کا اُس بچے پر بہت حق ہوتا ہے جس کو اُس نے دودھ پلایا ہو۔ حجاج بن ابی حجاج اسلمی سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پوچھا "یارسول اللہ (ﷺ) میرے ذمہ سے دودھ پینے کا حق کیونکر ادا ہو؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ایک بردہ میں غلام ہو یا لونڈی" یعنی ایک بردہ دودھ پلانے والی کو دے دیا تو اس کا حکم ادا ہو گیا(31)۔

زمانہ قبل از اسلام سے اب تک شرفائے مکہ میں بچوں کے لیے بدوی انار کھنے کی رسم چلی آرہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں بھی عرب کے معززین میں رواج تھا کہ نومولود بچوں کو رضاعت اور پرورش کے لیے دیہاتی دائیوں کے حوالے کر دیا

جاتا تھا تاکہ دیہات کے صاف ستھرے ماحول میں بہتر طور پر نشوونما پا سکیں(32)۔

چنانچہ عربوں میں رضاعی ماں سے دودھ پلوانے کا رواج عام تھا۔ ہمارے پیارے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ چند روز تک ابو لہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ نے اپنے لڑکے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن حارث کے ساتھ حضور سیّد ہر عالم ﷺ کو دودھ پلایا(33)۔ اسی لیے آپ ﷺ ان دونوں رضاعی ماؤں کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عمر بھر اپنی رضاعت کے دوران بنی سعد میں گذارے ہوئے وقت کو یاد رکھا اور جب کبھی موقع آیا تو اس کا اظہار بھی فرمایا۔ ابنِ سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تم سب میں زیادہ فصیح میں ہوں اس لیے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے"(34)۔

مطلقہ ماں کی رضاعت اور اُجرت

اگر بچے کی ماں دودھ پلانے کی اُجرت مانگتی ہے تو جب تک اس کے نکاح یا عدت کے اندر ہے، اُجرت کے مطالبہ کا حق نہیں، یہاں اس کا نان نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہی کافی ہے۔ مزید اُجرت کا مطالبہ باپ کو ضرر پہنچانا ہے اور اگر طلاق کی عدت گزر چکی ہے اور نفقہ کی ذمہ داری ختم ہو چکی ہے، اب اگر یہ مطلقہ بیوی اپنے بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ باپ سے طلب کرتی ہے تو باپ کو دینا پڑے گی کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں ماں کا نقصان ہے۔ شرط یہ ہے کہ معاوضہ اتنا ہی طلب کرے کہ جتنا کوئی دوسری عورت لیتی ہے۔ زائد کا مطالبہ کرے گی تو باپ کا حق ہو گا کہ اس کی جائے کسی انا کا دودھ پلوائے(35)۔

رضاعت اور حرمتِ نکاح

قرآن مجید میں جہاں نسب کے باعث نکاح کے لیے حرام رشتوں کا ذکر ہے وہاں رضاعی ماؤں اور بہنوں سے بھی نکاح کی حرمت مذکور ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی حرمتِ رضاعت کا ذکر موجود ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَایُحَرِّمُ مِنَ النَّسَبِ(36)۔

رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام سمجھو جو خون کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

مسند امام اعظم (علیہ الرحمہ) میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

یحرم من الرضاع مایحرم من النسب قلیلهٗ و کثیرهٗ(37)۔

دودھ کے رشتے سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے رشتے سے، خواہ دودھ کم پیا ہو یا زیادہ۔

سُنن ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یحرم من الرّضاعه ما یحرمه من الولادة(38)۔

دودھ پینا نکاح کو حرام کرتا ہے جیسے پیدائش کا رشتہ حرام کرتا ہے۔

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ جن رشتوں سے نسب کی قرابت سے نکاح کرنا حرام ہے، رضاعت کے باعث بھی وہ رشتے حرام ہیں۔ لیکن یہاں فقہاءِ کرام نے دو مسائل پر مفصل بحث کی ہے۔

اول: کتنی عمر تک دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

دوم: کم از کم کتنی مقدار میں دودھ پینے سے رضاعت کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

گذشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ امام شافعی' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو برس کے اندر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک تین ماہ یعنی اڑھائی برس کے اندر کسی عورت کا دودھ پینے سے وہ اس بچے کی رضاعی ماں قرار پاتی ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس مسئلے پر مفصل گفتگو کی ہے اور ان تمام صحابہ کرام' تابعین اور ائمہ کے نام گنوائے ہیں جو دو برس کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں :

"یہ قول کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی' ان تمام حضرات کا ہے۔ حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود' حضرت جابر' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم' حضرت سعید بن المسیب' حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی' امام احمد امام اسحٰق' امام ثوری' امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا یہی مذہب ہے۔۔۔۔ امام ابو حنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتاتے ہیں۔ زفر کہتے ہیں کہ جب تک دودھ نہیں چھڑایا جاتا تو تین سال کی مدت ہو گی۔ امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے کہ اگر کوئی بچہ دو سال سے پہلے چھوڑ دے یا چھڑا لیا جائے' پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پیئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہو گی" (39)۔

دو برس کے اندر ہی دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے متعلق دار قطعنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا رَضَاعَ اِلَّا فِي الْحَوْلَيْن (40)۔

کوئی رضاع معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال میں ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے

مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ ' وَاِنْ كَانَ مَصَّةً وَاحِدَةً' فَهُوَ يُحَرِّمُ (41)۔

دو برس کے اندر بچہ اگر ایک دفعہ بھی دودھ چوسے تو رضاعت کی حرمت ثابت ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رضاعت وہی ہے جو دو برس کے اندر ہو' اس کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی (42)۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی اسی کے حق میں ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

"رضاعت کے دو سال ہیں اس لیے جس نے دو سالوں کے درمیان دودھ پیا' اس کے لیے حرمت کے احکامات ثابت ہوں گے اگر دودھ پلانا دو سالوں کے بعد ہو گا تو اس کے لیے احکامات ثابت نہیں ہوں گے" (43)۔

بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے

"دودھ چھوڑنے کے بعد کوئی رضاعت نہیں" (44)۔

یہ مسئلہ کہ کس قدر دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے' بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک بچہ کا ایک مرتبہ بھی دودھ پی لینا اور اس کے پیٹ میں اتر جانا حرمت کے لیے کافی ہے۔ یہ قول ہے حضرات علی و ابن مسعود' ابن عمر' ابن عباس' حسن بصری سعید بن مسیب' طاؤس' عطاء' مکحول' زہری' قتادہ وغیر ہم کا۔ ابن المنذر نے کہا کہ اکثر فقہاء اسی پر متفق الرائے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک ایک یا دو بار یا پانچ مرتبہ سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مذہب شافعیہ میں یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دلیل لائی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' سے یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن میں دس مرتبہ چوسنے کا حکم تھا تو اس میں پانچ دفعہ کا منسوخ ہوا اور پانچ دفعہ کا باقی رہا جو آخر وفات آنحضرت ﷺ تک باقی رہا (45)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ روایت بالکل وضعی ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ قرآن پاک کو جس طرح امت میں چھوڑ گئے اب تک اسی حالت میں موجود ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک اسی طرح ہر قسم کی آمیزش اور قطع و برید سے محفوظ

رہے گا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون (46)

کنز الدقائق میں بھی ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ حرمت کے لیے پانچ گھونٹ پینا شرط ٹھہراتے ہیں (47)۔ اگر شیر خوارگی کی عمر میں کوئی دو تین گھونٹ پی لے تو ان کے نزدیک یہ حرمت ثابت نہیں ہوتی لیکن امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک گھونٹ سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

"رضاعت چاہے قلیل ہو یا کثیر' اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے" (48)۔

ابراہیم بن عقبہ نے سعید بن المسیب سے رضاعت کے حکم کے متعلق پوچھا تو حضرت سعید نے کہا جو رضاعت دو برس کے اندر ہو' اس سے حرمت ثابت ہو گی بلکہ وہ ایک قطرہ ہو اور جو بعد دو برس کے ہو' اس سے حرمت ثابت نہ ہو گی بلکہ وہ مثل اور کھانوں کے ہے (49)۔

ابو بکر رازی نے کہا ہے کہ دودھ تھوڑا ہو یا بہت حرمت کو ثابت کرتا ہے جس طرح تھوڑا یا بہت کھا لینا افطار روزہ کا باعث ہے (50)۔

رضاعت اور جدید میڈیکل سائنس

اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں کوئی عضو بیکار پیدا نہیں کیا۔ انسانی بدن کے تمام اعضا اس کی اپنی زندگی کے لیے یا اپنی نسل کی بقا کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ پورا عضو تو در کنار: اس کے کسی حصے کی مخصوص ساخت میں بھی کوئی نہ کوئی افادیت ضرور ہے۔ قدرت نے عورت کو تخلیقی صلاحیت ودیعت کی ہے۔ اس مقصد کے لیے ولادت سے قبل اور بعد کے کچھ عرصہ کے لیے بچے کی زندگی اور نشوونما کے لیے اس کے جسم کو خاص

اعضا عطا کیے گئے ہیں۔ رحم مادر میں بچہ اپنی تخلیق کے مراحل مکمل کرتا ہے اور ولادت کے بعد عورت کی چھاتی بچے کو غذا فراہم کرتی ہے۔ جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ ماں کا دودھ پینے سے ماں اور بچے کی صحت پر انتہائی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور روز بروز اس کے بے مثال مزید فوائد آشکار ہو رہے ہیں۔ محمد علی البار نے اپنے ایک پیپر بعنوان "(Breast Feeding and Islamic Teachings)" میں ماں کے دودھ پلانے سے اس کی اور اس کے بچے کی صحت پر مرتب ہونے والے مفید اثرات پر بحث کی ہے(51)۔

بچے کے لیے ماں کے دودھ کے طبّی فوائد

ماں کا دودھ بچوں کے لیے ایک مکمل غذا ہے ' جس میں تمام ضروری اجزا اور مغذیات شامل ہوتے ہیں ' مثلاً لحمیات ' چکنائی ' شکر ' نمک ' کیلشیم اور فاسفیٹ وغیرہ۔ لیکٹوز جو نوزائیدہ بچوں کی اہم ضرورت ہے ماں کے دودھ میں زیادہ ہوتا ہے ماں کے دودھ میں بہ کفایت حیاتین ہوتے ہیں ' چنانچہ بچوں کو اضافی حیاتین دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ماں کے دودھ میں موجود فولاد بچوں کی آنتوں میں بخوبی جذب ہو جاتا ہے۔ اس لیے ماں کا دودھ پینے والے بچے قلت خون کے مرض میں بھی مبتلا نہیں ہوتے۔ ماں کے دودھ میں بہ کفایت پانی موجود ہوتا ہے جو گرم و خشک آب و ہوا میں بھی بچوں کی ضرورت آب پوری کرتا ہے۔ ماں کے دودھ کے علاوہ ایک مخصوص خمیر ہوتا ہے جو چکنائی کو ہضم کرنے میں میں معاون ہے(52)۔ ماں کے دودھ کے علاوہ کسی دوسرے جانور کا دودھ یا ڈبے کا دودھ قدرت کی طرف سے بچے کے لیے پیدا کردہ شیر مادر کے ہرگز نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پروٹین اور شکریات کے علاوہ ماں کا دودھ کے ۲۰۔ اجزا گائے کے دودھ سے مختلف ہوتے ہیں(53)۔

کولاسٹرم بطور حفاظتی ٹیکہ

ماں کا دودھ بچے کے لیے دراصل حفاظتی ٹیکہ ہے۔ولادت کے بعد نومولود جب جراثیم اور عفونتوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں آتا ہے تو ان حالات میں بچے کے لیے نہایت مضبوط دفاع ماں کی چھاتی ہے۔ولادت کے بعد دو تین دن تک ماں کی چھاتیوں سے نکلنے والے دودھ یا کھیس (Colostrum) کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے اور یہ دودھ کی نسبت گاڑھا ہوتا ہے۔اگرچہ اس کی مقدار قلیل ہوتی ہے، مگر یہ بچے کے لیے کافی ہے۔اس کھیس میں دودھ کی نسبت زیادہ ضد اجسام (Antibodies) اور سفید جسیمات خون (Wlite blood cells) ہوتے ہیں اور یہ بچے کے لیے پہلا حفاظتی ٹیکہ بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بچہ بیکٹریا اور وائرس وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

کولاسٹرم میں نشوونما کو فروغ دینے والے عوامل بھی ہوتے ہیں، جن سے بچے کی آنتوں کی نشوونما ہوتی ہے اور ان عوامل کے زیر اثر آنتیں دودھ کو بآسانی ہضم اور جذب کر سکتی ہیں، جبکہ غیر ہضم شدہ لحمیات جذب نہیں ہوتے۔گائے کا دودھ یا دیگر غذائیں اس عمر آنتوں کو ضرر پہنچاتی ہیں اور الرجی کا باعث ہوتی ہیں۔کولاسٹرم بچہ غیر ضروری اجزا، اجابت میں خارج کر دیتا ہے اور اس طرح بچہ یرقان سے محفوظ رہتا ہے (54)۔

انفیکشن کے خلاف مدافعت

بچوں کی کثیر تعداد پر تجربات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو بچے ماں کے دودھ پر پلے ہوئے نہیں ہوتے، ان میں امراض کے خلاف قوت مدافعت بہت کم ہوتی ہے۔لیکن ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔بچے کے لیے ماں کا دودھ عفونت کے خلاف دفاع ہے۔ماں کا دودھ نہایت صاف اور جراثیم سے پاک ہوتا ہے جو بچوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔اس میں دافع عفونت اجزا شامل ہوتے ہیں،

مثلاً سفید جسیمات خون جو بیکٹیریا کو ہلاک کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ضد اجسام ہوتی ہیں، جو بچے کی اس وقت تک حفاظت کرتی ہیں جب تک بچہ اپنے ضد اجسام عفو یعنی اینٹی باڈیز خود بنانا شروع نہیں کرلیتا(55)۔ ماں کے دودھ کے اثر کے آنتوں میں مضر بیکٹیریا پیدا نہیں ہوتے اور اس طرح بچے اسہال کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے۔ ماں کے دودھ پینے والے بچوں کو سانس اور کان کی بیماریاں بھی کم ہوتی ہیں، کیونکہ اس دودھ سے الرجی نہیں جو دوسرا دودھ بکری گائے بھینس وغیرہ پینے سے ہوتی ہے۔ ماں کا دودھ پینے والے بچے دو تین سال کی عمر تک کم بیمار پڑتے ہیں اور امراض سے جلد شفا بھی پاتے ہیں(56)۔ محمد علی البار کی تحقیق یہ ہے۔

Breast fed infants develop fewer gastrointestinal infection, respiratory illness and allergi reactions than do artificial ly fed infants(57)

ترکی کے ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق شروع کے چھ مہینوں میں ماں کے دودھ میں ایسی اینٹی باڈیز(**Anti bodics**)پائی جاتی ہیں جو بچے کو چھوت چھات کی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس میں چیچک سے بچاؤ کی اینٹی بوڈیز اس ماں کے دودھ میں بھی ہوتی ہیں جسے کبھی چیچک نہ ہوئی ہو(58)۔

ماں کا دودھ اور ذہانت

ماں کا دودھ پینے والے بچے دوسرا پینے والے بچوں کی نسبت زیادہ ذہین ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں شائع ہونے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق جن بچوں نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا ہوتا وہ سکول میں اکثر خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں اور کم دوست بناتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق دماغی بیماری شیزوفرینیا کا شکار ہونے والے 70 فیصد بچوں نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا ہوتا۔ اپنی ماں کا دودھ والے بچوں کا اوسط آئی کیو 110 اور گائے کا دودھ پینے والے بچوں کا اوسط آئی کیو 100 نوٹ کیا گیا ہے(59)۔ دراصل ماں کے دودھ میں کچھ ایسے

اجزا ہوتے ہیں جو بچے کی ذہنی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ماں کے دودھ کا درجۂ حرارت

کسی بھی مادہ جانور کا دودھ دوہنے کے بعد فوراً جراثیموں کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور اسے استعمال کرنے سے قبل ابالنا ضروری ہوتا ہے۔ بعض جراثیم تو دودھ کو نقطۂ کھولاؤ تک ابالنے کے باوجود تلف نہیں ہوتے۔ اس لیے آج کل پاسچرائزڈ ملک (Pasteurized milk) کا رواج بڑھ رہا ہے۔ بچے کو ڈبوں کا دودھ پلانے کے لیے نپل اور بوتل کو گرم پانی سے دھونا پڑتا ہے اور دودھ کو پہلے گرم پانی میں بنا کر ڈھنڈا کرنا پڑتا ہے تاکہ بچہ پی سکے۔ اگرچہ ماں کی چھاتی سے براہ راست دودھ حاصل کرتے تو اس کا درجۂ حرارت ماں کے جسمانی درجۂ حرارت کے عین مطابق ہوتا ہے اور یہ انسان کے لیے طبعی درجہ حرارت ہوتا ہے (60)۔ ماں کے دودھ کا درجہ حرارت قدرت نے بچے کے لیے بالکل صحیح بنایا ہے۔ اوپر کا دودھ ہر دفعہ گرم یا ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے لیکن اپنا دودھ پلانے والی کو ایسا کوئی مسئلہ نہیں درپیش نہیں ہوتا (61)۔

بچے کی نشوونما اور صحت

ماں کا دودھ پینے والے بچوں کی نشوونما نارمل ہوتی ہے اور ان کی صحت اس نعمت سے محروم بچوں سے بہتر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اہل مغرب کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔

The particular amino acid composition of human milk may accelerate and even increase cognitive development in the infant.(62)

اعداد و شمار کے مجموعوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اوپر کے دودھ پر پلے ہوئے بچوں کی جسمانی حالت بھی کمزور ہوتی ہے اور ان میں متعدی امراض سے اموات کی شرح بھی زیادہ ہوتی ہے، بہ اعتبار ان بچوں کے جن کو ماں نے اپنا دودھ پلایا ہو (63)۔

شکم کے امراض سے حفاظت

نومولود بچوں میں پیٹ کے امراض بہت عام ہیں۔ دو برس تک بچوں میں دست اور اسہال بچے کے جسم میں پانی کی کمی اور کمزوری کا باعث بنتے ہیں۔ ڈاکٹر سید سلیم کے مطابق ماں کا دودھ پینے والے بچے اسہال کی بیماری سے محفوظ رہتے ہیں(64)۔ ڈاکٹر مہ جبین شیخ کا کہنا ہے کہ ماں کے دودھ سے بچے کی آنتوں میں تیزابیت بڑھانے والے جراثیم پیدا ہوتے ہیں جو بچے کو پیٹ اور آنتوں کی بیماریوں سے بچاتے ہیں(65)۔

خون بنانے کے عمل میں عدم مداخلت

بیالوجی کے علم کے مطابق یہ اشد ضروری ہے کہ بچے کو شروع کے چھ مہینوں میں ماں کا دودھ لازمی طور پر دیا جائے اس لیے کہ جگر، جو عام طور پر ہاضمہ کے افعال کا مرکز ہوتا ہے اور اس دور میں بچے کا خون بنانے میں مشغول ہوتا ہے اور اگر ابھی سے وہ نظام انہضام کی معاونت شروع کر دے تو خون بنانے کا فعل متاثر ہوگا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ہلوک نورباقی نے لکھا ہے۔

The liver is heavily loaded because it is producing blood, and hence there is a need for milk.It takes about two full years for the liver to recede into the background as regards blood production. For this reason, suckling should last two years.(66)

جگر پہلے ہی بے حد مصروف ہوتا ہے اور خون بنانے میں لگا ہوتا ہے۔ چنانچہ دودھ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خون بنانے میں لگا ہوتا ہے چنانچہ دودھ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خون بنانے کے سلسلے میں جگر کو پورے دو سال لگ جاتے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اپنے اصل کام کی طرف آئے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کا دودھ بھی دو سال کی عمر تک جاری رہنا چاہیے۔

ماں کا دودھ اور بچے کے دانت

ماں کا دودھ پینے والے بچے کے دانت جب نکلتے ہیں تو کیلشیم کی کمی کے نقص سے مبرا ہوتے ہیں۔ماں کا دودھ نہ پینے سے دانت کمزور پیدا ہوتے ہیں اور ایسا انسان دانتوں کے بہت سے امراض کا شکار ہوتا ہے اور دانتوں کی بیماریوں مزید بیماریوں کے پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں(67)۔

خطرناک امراض سے حفاظت :

ماں کا دودھ پینے والے بچے اور اپنا دودھ پلانے والی مائیں دونوں فربہی سے نسبتاً محفوظ رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے امراض سے جزوی تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔ان بچوں کو آئندہ عارضہ رگ دل 'ذیابیطس اور بلند فشار خون کا احتمال کم ہوتا ہے کیونکہ ماں کے دودھ میں نمک بھی برائے نام ہیں(68)۔

رضاعت کا نفسیاتی اثر

ماں کا دودھ پینے سے ماں اور بچے میں ربط و تعلق بڑھتا ہے 'باہمی محبت پیدا ہوتی ہے 'ولادت کے فوراً بعد کے ساعتیں اس تعلق کے قائم اور استوار کرنے میں نہایت اہم ہیں ماں اور بچہ ایک دوسرے پر اپنی خوشبو 'احساسات اور عکس مرتسم کرتے ہیں 'جن کے اثرات تازندگی رہتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والا مضبوط تعلق اور قربت قائم ہو جاتی ہے۔ولادت کے وقت بچے کو ماں کے قریب لانے سے صحت افزا تعلق کی بنیاد پڑتی ہے 'اس وقت بچے کی فطری جبلت اپنی حفاظت اور پرورش کے لیے بھی عروج پر ہوتی ہے۔ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی دوسرا دودھ پینے والے بچوں کو بھی یہ قربت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ

بے جان بوتل کا دودھ تعلق نہیں، بلکہ مغایرت پیدا کرتا ہے(69)

ماہرین نفسیات کے مطابق ماں جب بچے کو دودھ پلاتی ہے تو غیر محسوس لہریں دودھ کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتی رہتی ہیں اور یہی لہریں بچے اور ماں کے درمیان محبت، خلوص اور احترام کا باعث بنتی ہیں (70)۔ڈاکٹر ہلوک نورباقی کے مطابق ماں کا دودھ پینے سے بچہ نفسیاتی امراض سے محفوظ رہتا ہے۔انہوں نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔

Reaserch on childhood mental disorders had Shown that a Person must suck for two years if his/her mental health is to be robust. A study performed on a global scale has revealed that no child has mental problems in Indonesia and phillipine, and the research fact is due to the sense of security ane tenderness imparted to the baby during two years of suckling in those contries.(71)

بچپن کے زمانے کی تکالیف اور بیماریوں سے متعلق تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر ایک بچہ دو سال تک اپنی ماں کا دودھ پیتا رہے تو اس کی ذہنی صحت مضبوط ہوتی ہے پوری دنیا کی سطح پر مطالعہ نے ظاہر کیا ہے کہ انڈونیشیا اور فلپائن میں کوئی بچہ بھی ذہنی مرض کا شکار نہیں ہے اور تحقیقات کرنے والی کمیٹی نے پتا چلایا ہے کہ اس حیرت انگیز حقیقت کا سبب ان ملکوں میں بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلانا ہے جس سے بچوں کو احساس تحفظ اور شفقت میسر آتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کو اللہ تعالیٰ نے جن ظاہری وباطنی علوم سے نوازا تھا ان میں ایک طب بھی ہے۔ان کے بعض اقوال انسانی جسم کی ساخت اور فزیالوجی کے متعلق بڑی اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے کچھ فرمودات انسانی نفسیات کے ایسے پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں جن کو انسان نے اس زمانے میں جدید تحقیق سے سمجھا ہے۔حضرت امام جعفرؑ نے شیر خوارگی کے دوران ماؤں کو ایک حکیمانہ نصیحت فرمائی ہے ان کا ارشاد ہے:

"اپنے شیر خوار بچوں کو اپنے بائیں جانب سلائیں"

فرانس کی کورنیل یونیورسٹی کے اسلامک اسٹڈیز سینٹر (اسٹراس برگ) نے اس نصیحت پر جب طویل تحقیق کی تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پیدائش کے بعد ابتدائی ایام میں جب نومولود ماں کی بائیں جانب سوتا ہے تو اس کو دائیں جانب سونے کی نسبت زیادہ آرام ملتا ہے اور اگر اسے دائیں جانب سلایا جائے تو جلد ہی جاگ اٹھتا ہے اور بے چین ہو کر رونے لگتا ہے۔ مذکورہ تحقیقی مرکز کے محققین نے اپنی تحقیق کا دائرہ صرف سفید فام بچوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے سیاہ فام اور ریڈ انڈین بچوں پر بھی تحقیق کے ذریعے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

اس تحقیقی مرکز نے ہولوگرافی کے ذریعے ماں کے پیٹ میں جنین کی تصویر لی تو انہوں نے دیکھا کہ ماں کے دل کی دھڑکن کی آوازوں کی لہریں جو تمام بدن میں پھیلتی ہیں، جنین کے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ یوں بچہ ماں کے پیٹ میں ماں کے دل کی دھڑکنوں کو سننے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس طرح پیدائش سے قبل یہ عادت بے میں اس قدر نفوذ کر جاتی ہے کہ بچہ پیدائش کے بعد اگر ان دھڑکنوں کو نہ سنے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ جس وقت بچے کو ماں کی بائیں جانب سلایا جاتا ہے تو بچہ ان دھڑکنوں کو سن کر پر سکون رہتا ہے لیکن چونکہ دائیں جانب دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دیتیں اس لیے بچہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

عام طور پر مائیں بچوں کو غیر ارادی طور پر اپنے بائیں جانب سلاتی ہیں۔ ماں کا دودھ پینے والا بچہ اور ماں دونوں راحت و مسرت محسوس کرتے ہیں۔ دودھ پلاتے وقت ماں کو موقع ملتا ہے کہ بچہ کو پیار سے اٹھائے، غور سے دیکھے اور بچے کو زیادہ سے زیادہ سمجھ سکے ۔ دونوں کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ بچہ بھی ماں کی شفقت کو پہنچانے گا۔ ڈاکٹر زید احمد علی، صادق ایچ حسین اور ڈاکٹر احمد ایچ۔ سکر نے اپنے مقالہ بعنوان "**Natural Therapeutics of Medicine in Islam**" میں شیر خوارگی کے دوران ماں اور بچے پیدا ہونے والے گہرے قرب کے متعلق لکھا ہے:

One must not forgct how close physical contact strengths

the emotional relationship between the mother and child-(74)

بعض تجربہ کار مائیں یہ کہا کرتی ہیں کہ ماں کا دودھ ترک کر دینے کے باعث بچے کی صحت پر برا اثر پڑنے کے علاوہ ایک یہ نقص بھی ہوتا ہے کہ ماں سے اس بچے کو کم لگاؤ ہوتا ہے اور وہ ماں باپ کے اطوار سے کم حصہ پاتا ہے۔(75)

اردو کے معروف شاعر اکبر الہ آبادی نے طنزیہ انداز میں اس حقیقت کا اظہار کچھ یوں کیا ہے:

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

بچے کو دودھ پلانے کا ماں پر اثر

بچے کو اپنا دودھ پلانے سے ماں کی صحت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں وہ کئی قسم کے خطرات سے محفوظ رہتی ہیں اور دودھ نہ پلانے والی ماؤں کی نسبت جلد حمل وزچگی کے اثرات سے نجات حاصل کر لیتی ہیں۔

دودھ پلانے سے ماں کا حیات نو حاصل کرنا

بچے کی ولادت کے بعد دودھ پلانے والی ماؤں کیا نو کا آخراج بآسانی ہوتا ہے اور جریان خون کم ہو جاتا ہے۔ دودھ پلانے والی ماں کی شکل معمول کے مطابق ہو جاتی ہے(76)۔ اس کے علاوہ دودھ پلانے والی ماؤں کا جگر پوری مستعدی سے کام کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح سے ماں کے جسم کے تمام کیمیاوی مسائل قدرتی طور پر زیر معاینہ رہتے ہیں۔ مزید یہ کہ چونکہ اس وقت ماں کے خون میں تمام جواہر کو یکجا ہونا پڑتا ہے اس لیے ماں کے خلیے دودھ پلانے کے زمانے میں تمام قسم کی کمی اور قلتوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دودھ

پلانے کے وقت جسم کا پیچوٹری گلینڈ پوری طرح مستعد ہوتا ہے اس لیے عام ہارمون بھی سارے اعمال صحیح طریقے سے سرانجام دے رہا ہوتا ہے۔اس طرح ماں کی نفسیاتی کیفیات بھی بہت اچھی حالت میں ہوتی ہیں۔ایسی ماں کے ہارمونی توازن اور ہم آہنگی اور نفسیاتی کیفیات میں سکون کا زمانہ اس کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ جسمانی تھکاوٹ کے باوجود بھی دودھ پلانے والی ماں بدمزاجی کا شکار کبھی نہیں ہوتی۔اس کی اصل وجہ دودھ پلانے کے دوران مختلف قسم کے غدودوں (گلینڈز) کی رطوبتوں میں ہم آہنگی اور توازن کا پیدا ہو جانا ہے(77)۔

اپنا دودھ پلانے والی ماں کا رحم (Uterus) بہت آسانی سے خوبی کے ساتھ سکڑتا اور اپنی طبعی حالت کے زیادہ نزدیک پہنچ جاتا ہے اور ماں بھی بہت جلد تندرست ہو جاتی ہے(78)۔اس کے علاوہ حمل کے دوران جو چربی ماں کے جسم میں جمع ہو جاتی ہے وہ دودھ پلانے سے دودھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔اس طرح مرضعہ بغیر کسی پرہیز اور علاج کے موٹاپے سے محفوظ رہتی ہے(79)۔

دودھ پلانے والی ماں کا سرطان سے بچاؤ

اس وقت دنیا بھر میں سرطان (cancer) سے بہت زیادہ اموات واقع ہو رہی ہیں۔سرطان کئی قسم کا ہوتا ہے، جن میں سے چھاتی (Breast) اور بیضہ دانی (Ovary) کا کینسر صرف خواتین میں ہی ہوتا ہے۔آج سے دو دہائیاں قبل کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں ہر سال ۲۵۰۰۰ خواتین چھاتی کے سرطان (Breast Cancer) سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔اس طرح ہر پچیسویں عورت اس موذی مرض سے مرتی ہے۔امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی پانچ فیصد خواتین کو چھاتی کا سرطان ہو جاتا ہے۔برطانیہ میں سالانہ 10,000 اور آسٹریلیا میں 1,000 خواتین چھاتی کے سرطان کا سبب لقمۂ اجل

بنتی ہیں(80)۔ مغرب کی خواتین میں چھاتی کے سرطان سے اس قدر زیادہ اموات کا سبب ان کا اپنے بچوں اپنا دودھ پلانے سے گریز ہے۔ کیونکہ جو مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں چھاتی کے سرطان کا خطرہ کم ہو جاتا ہے جبکہ بیضہ دانی کے سرطان سے بھی تحفظ حاصل ہوتا ہے(81)۔ اس حقیقت کا اعتراف انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

Breast that have never given milk------ are more prone to develop cancer(82)

ڈاکٹر ہلوک نورباقی نے اپنا دودھ پلانے والی خواتین کے چھاتی کے سرطان میں شاذونادر ہی مبتلا ہونے کے متعلق لکھا ہے۔

Health Statistics gathered the world over have shown that cancer of the breast occurs seldom in mothers who suckle their infants for 1-2 yeras. Mothers who do not suckle, on the contrary, run the greatest risk of contracting this disease . If only for this reason, 1-2 yeads of suckling by mothers ranks among the requisites of cancer preventi on.(83)

پوری دنیا کے حاصل کردہ اعداد و شمار سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان ماؤں میں جنہوں نے ایک سال تک بچے کو اپنا دودھ پلایا ہو ' سینے کا کینسر شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ مگر جن ماؤں نے بچوں کو اپنا دودھ نہ دیا ہو 'ان کو اس بیماری کے لگنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ صرف اسی وجہ سے ہی ایک سے دو سال تک ماں کا دودھ پلانا خود اس کے لیے کینسر سے بچاؤ کا ایک موثر ذریعے ہو سکتا ہے۔

شیر خوار گی بطور مانع حمل

جب بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے تو اس کے ماں جسم پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں

۔اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اپنا دودھ پلانے والی خواتین کے ہاں آئندہ ہونے والے بچوں کی ولادت میں وقفہ بڑھ جاتا ہے۔ حمل کو روکنے کے لیے اپنا دودھ پلانا نہایت اہم طریقہ ہے ' بشرطیکہ دودھ بار بار پلایا جائے۔ چھ ماہ کی عمر تک جب ماں اپنا دودھ پلاتی ہے ' حمل نہیں ٹھہرتا۔ جب بچہ چھ ماں کی عمر کے بعد دیگر غذائیں کھانا شروع کرتا ہے تو ماں کے لیے مزید ولادت کا امکان بڑھتا ہے (84)۔ دودھ پلانے والی ماں کے رحم (Womb) اور بیضہ دانیوں (Ovaries) کو آرام و سکون کے لیے وقفہ مل جاتا ہے۔ اگرچہ ہر وقفہ دودھ پلانے کے وقت کے برابر نہیں ہوتا لیکن پھر بھی ماں کے جنسی اعضاء کم از کم دو سے چھ ماہ کا جو آرام میسر آتا ہے' وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے دوران رحم اور بیضہ دانیوں کی عام تکالیف کا ازالہ ہو جاتا ہے (85)۔

ڈاکٹر منور احمد انیس رضاعت (Lactation) کو قدرتی مانع حمل (Natural Contraceptive) قرار دیتے ہیں (86)۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

In Homo sapiens, breast-feeding provides the basis for nature,s own method of birthcontrol(87)

انسان میں چھاتی سے دودھ پلانا فطرت کو برتھ کنٹرول کے طریقے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

آر۔ وی۔ شارٹ (R.V.Short) ماں کے دودھ پلانے کو سب سے کامیاب مانع حمل تدبیر قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے:

Throughout the world as a whole, more births ars prevented by lactation than all other forms of contraception put together(88)

دنیا میں مجموعی طور پر مانع حمل تمام طریقوں کے استعمال سے کہیں زیادہ (بچوں کی) پیدائش کو رضاعت سے روکا جاتا ہے۔

حسام ای۔فاضل نے "Breast-feeding and Contraception"
کے عنوان سے ایک تحقیقی پیپر لکھا ہے جس میں ماں کے دودھ پلانے کے متعدد فائدے
گنوائے ہیں۔انہوں نے اسے بچوں میں وقفہ بڑھانے کے لیے انتہائی سود مند قرار دیا ہے
(89)۔ڈاکٹر منور احمد انیس نے رضاعت کے دوران عورت کے جسم میں ہونے والی ہارمون
کی تبدیلیاں کی وضاحت کی ہے۔ان کے مطابق حاملہ خواتین میں عام عورتوں کی نسبت ایک
ہارمون(Prolactin) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔بچہ کی ولادت کے بعد اس کی مقدار دودھ
نہ پلانے والی ماؤں میں دو سے تین ہفتوں کے دوران نارمل ہو جاتی ہے۔جس کے باعث ان
میں چار سے پانچ ہفتوں میں انڈے بننے کا عمل (Ovulation) شروع ہو جاتا ہے جس سے
عورت کو دوبارہ حمل کا امکان ہوتا ہے۔اس کے برعکس وہ خواتین جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ
پلاتی ہیں' ان میں رضاعت کے عرصہ کے دوران (Prolactin) کی زیادہ مقدار قائم رہتی
ہے۔مزید بر آں بچے کے دودھ پینے کے عمل میں بھی پرولیکٹن کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔جو
دوسرے ہارمون کے سرفراز میں مداخلت کرتا ہے۔دودھ پلانے ک دوران ایک ہارمون
(LHRH) کا اخراج نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایل ایچ (Luteinzing
Hormone) بیضہ دانی میں انڈے بننے کا عمل کو تحریک نہیں دے سکتی لیکن جونہی بچہ دودھ
پینا کم کر دیتا ہے تو پرولیکٹن کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور ایل ایچ کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے جس
سے انڈے بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔اس طرح بچے کو دودھ پلانے سے ماں میں جب تک
(Ovulation) شروع نہیں ہوتی' نئے حمل کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔اس سے واضح ہوا کہ اپنے
بچے کو دودھ پلا کر ماں اپنے بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفے کا اہتمام کر سکتی (90)۔

غیلہ

الغِیلَۃُ کے معنی ہیں دھوکا 'غفلت سے مار ڈالنا حمل کے وقت دودھ پلانا۔ڈاکٹر

عبدالرحیم کے مطابق عربی زبان میں غیل یا غیلہ سے مراد حاملہ ماں کا بچے کا دودھ پلانا ہے ۔ایسے ہی دودھ پلانے والی بیوی کے ساتھ تعلقات کے لیے بھی یہ لفظ بولتے ہیں (92)۔امام مالک علیہ الرحمہ کے مطابق الغیلہ یہ ہے کہ پلاتے وقت مرد اپنی اہلیہ سے مباشرت کرے ۔ایک بچہ الغیل حاصل کرتا ہے اگر دودھ پلانے کے دوران اس کی ماں وظیفۂ زوجیت ادا کرے ۔جب ایک عورت دودھ پلاتی ہو اور وہ حاملہ ہو جائے تو اس کا دودھ بھی الغیل حاصل کر لیتا ہے(93)۔

”حضرت جذامہ بنت وہب الاسدیہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو شیر خوار بچہ کی موجودگی میں بیوی سے مباشرت سے روک دو لیکن جب معلوم ہوا کہ اہل فارس اور اہل روم کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو میں نے یہ خیال ترک کر دیا“

اس کے بعد اس روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ”عزل“ کی بابت پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا” یہ چھوٹی طفل کشی ہے“(94)۔

علامہ شوقانی فرماتے ہیں چونکہ جذامہ کی روایت کردہ حدیث دوسری کثیر احادیث کے معارض ہے اس لیے بعض ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے(95)۔ امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہتے ہیں کہ کچھ محدثین جذامہ کی روایت کردہ حدیث کو اس حقیقت کے پیش نظر ضعیف قراد دیتے ہیں کہ یہ اس مسئلہ پر موجود ساری دوسری حدیثوں کی مخالفت کرتی ہے (96)۔ پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (97)۔

صیامِ رمضان اور رضاعت

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مسلمانوں پر روزے فرض کیے ہیں لیکن اگر کوئی علیل ہو یا

سفر میں ہو تو بیمار تندرست ہو کر اور مسافر سفر سے گھر لوٹ کر روزے رکھے۔ ہر معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی ضعیف العمر ہوتے ہیں یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں جس سے ٹھیک ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا یا روزہ رکھنے سے ان کی بیماری میں شدت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کے لیے ارشاد فرمایا۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (98)۔

اور جنہیں اس (روزہ رکھنے) کی طاقت نہ ہو وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں۔

علامہ عبداللہ یوسف علی کے مطابق ان میں بہت بوڑھے لوگ یا خاص حالات میں مبتلا لوگ شامل ہیں۔ انہوں نے اس میں حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کو شامل کرنے کے متعلق امام شافعی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

The Shafi'is is would include a woman expecting a child, or on who in nursing a baby, but on this point opinion is not unanimous, some holiding that they ought to put in the fasts later, when they can (99)-

سُنن ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت "وعلى الذين يطيقونه" باقی ہے حاملہ اور دودھ پلانے والی کے حق میں جن سے روزہ نہ رکھا جائے یا روزہ رکھنا ضرر کرے (100)۔

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب مرضعہ اور حاملہ کو اپنے بچہ کے نقصان کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھ کر کھانا کھا سکتی ہے (101)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے مسافر کو روزہ اور نصف نماز معاف فرمادی ہے۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ معاف ہے" (102)۔

علامہ محمد مہدی استانبولی نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح بتایا ہے (103)۔ امام ابن ماجہ قزوینی علیہ الرحمہ نے بھی اس مفہوم پر مبنی یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے نقل کی ہے۔

قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحُبْلٰى الَّتِىْ تَخَافُ عَلٰى نَفْسِهَا اَنْ تُفْطِرَ وَلِلْمُرْضِعِ الَّتِىْ تَخَافُ عَلٰى وَلَدِهَا(104)۔

رسول اللہ ﷺ نے حاملہ عورت کو روزہ رکھنے کی رخصت دی ہے جس کو اپنی جان کا ڈر ہو' اسی طرح دودھ پلانے والی کو جس کو ڈر ہو اپنے بچے کا۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کہ حاملہ عورت اگر اپنے حمل کا خوف کرے اور روزہ نہ رکھ سکے تو انہوں نے کہا روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو ایک مُد گیہوں دے(105)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ 'اپنی ام ولد باندی (جس کو اپنے آقا سے اولاد ہوئی ہو) سے کہتے تھے، تیرا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو روزہ نہیں رکھ سکتے اس لیے تجھے فدیہ دینا ہوگا اور قضا نہیں آئے گی(106)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عورت حاملہ اور مرضعہ پر جب وہ فدیہ دے چکے روزے کی قضا نہیں ہے(107)۔

علامہ ابو بکر علاؤالدین الکاسانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۵۸۷ء) نے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں لکھا ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر یہ خوف ہو کہ اس حالت میں روزہ رکھنے سے بچے کو ضرر پہنچے گا تو انہیں روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے (حنفیوں کے) نزدیک حاملہ اور مرضعہ پر صرف قضا لازم ہے، فدیہ نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فدیہ اور قضا دونوں لازم ہیں اور فدیہ یہ ہے کہ ہر دن کے عوض ایک مُد گندم دے(108)۔

اس مسئلہ میں صحابہ اور تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حاملہ اور مرضعہ صرف قضا کریں گی اور فدیہ نہیں دیں گی۔ حنفیوں نے اس کو اختیار کیا

ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابی اور مجاہد علیہ الرحمہ تابعی سے مروی ہے کہ یہ دونوں قص قضا کریں اور فدیہ بھی دیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اسے اپنایا ہے(109)۔ مولانا وحید الزمان سُنن ابنِ ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ اگر مسکین کو کھانا کھلا دیں تو پھر روزوں کی قضا اِن پر واجب نہ ہو گی(110)۔

حواشی

1. اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ (لاہور: دانش گاہِ پنجاب ۱۹۷۳ء) جلد 10، ص ۳۰۱
2. فتاویٰ عالمگیریہ، اُردو ترجمہ فتاویٰ ہندیہ از علامہ سیّد امیر علی (لاہور: حامد اینڈ کمپنی، س،ن) حصہ دوم ص ۲۶۶
3. نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، کنز الدقائق، اُردو ترجمہ احسن المسائل (کراچی: سعید اینڈ کمپنی، جولائی ۱۹۸۱ء) ص ۱۱۸
4. البقرۃ ۲: ۲۳۳
5. لقمٰن ۳۱: ۱۴
6. الاحقاف ۴۶: ۱۵
7. الطلاق ۶۵: ۶
8. النسآء ۴: ۲۳
9. ابن کثیر، علامہ حافظ عماد الدین، تفسیر ابن کثیر اُردو (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۴ء) جلد اول، ص ۳۳۰
10. ابن حجر عسقلانی، حافظ شہاب الدین احمد۔ بلاغ المرام، مترجم مولانا عبدالتواب محدث ملتانی (ملتان: فاروقی کتب خانہ بیرون بوہر گیٹ، ۱۹۷۹ء) ص ۳۶۳
11. فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب الرضاع، اُردو ترجمہ فتاویٰ ہندیہ از علامہ سید امیر علی (لاہور: حامد اینڈ کمپنی) حصہ دوم، ص ۲۶۶، ۲۶۷
12. نسفی، کنز الدقائق اُردو ترجمہ احسن المسائل، ص ۱۱۹
13. سنن ابو داؤد، اُردو ترجمہ علامہ وحید الزمان (لاہور: اسلامی اکادمی، اُردو بازار، ۱۹۸۳ء) جلد دوم، ص ۱۲۷ (فائدہ)
14. امجد علی، مولینا۔ بہار شریعت۔ حصہ ہفتم ص ۲۰ (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)
15. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، اپریل ۱۹۸۳ء) جلد ہفتم، ص ۸۰۵۔

16. ایضاً

17. شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مترجم مولانا عبدالرحیم (لاہور : قومی کتب خانہ دسمبر ۱۹۸۳ء) حصہ دوم، ص ۵۹۴

18. گھریلوانسائیکلو پیڈیا (لاہور : اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، اکتوبر ۱۹۸۸ء) ص ۱۰۰، ۱۰۱

19. تفسیر ابن کثیر اُردو (لاہور : مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۶ء) جلد پنجم۔ ص ۱۰۱

20. مورباقی، ڈاکٹر بلوک، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی : انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۳۵۶

21. تفسیر ابن کثیر اُردو۔ حصہ اوّل' ص ۳۳۱

22. ثریا بتول علوی۔ اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ (لاہور : حرا پبلی کیشنز، اُردو بازار، جنوری ۱۹۹۰ء) ص ۹۸

23. محمد شفیع، مفتی معارف القرآن (کراچی : ادارہ معارف القرآن، جون ۱۹۸۱ء) جلد اوّل، ص ۵۸

24. شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ ص ۵۹۴

25. مشکوٰۃ المصابیح جلد، ص ۲۶۷

26. سُنن ابو داؤد باب ۱۲۳ (اَحَقُّ بِالوَلَد)' حدیث ۵۰۶

27. طبرانی بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ' / اشرف علی تھانوی۔ بہشتی زیور

28. الکاسانی، علامہ ابو بکر، علاء الدین۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، اُردو بازار ترجمہ حافظ محمد سعد اللہ (لاہور : مرکزِ تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، جولائی ۱۹۹۳ء) جلد چہارم۔ ص ۱۱۰

29. Anees, Munawar Ahmad, Islam and Biological Future (London: Mansell Publishing Limited, 1989) PP. 125-126

30. اسرار احمد، ڈاکٹر۔ اسلام میں عورت کا مقام (لاہور : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، بار چہارم جنوری ۱۹۸۹ء) ص ۱۱۳

31. جامع ترمذی، أَبْوَابُ الرَّضَاعِ، بَابُ مَايُذْهِبُ مَذَمَّةَ الرِّضَاعِ، پہلی حدیث مترجم مولانا بدیع الزمان (لاہور : نعمانی کتب خانہ، ۱۹۸۸ء) جلد اوّل، ص ۴۱۳

32. اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد 10، ص ۳۰۲

33. محمد بن سعد۔ طبقات ابن سعد، اُردو ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی (کراچی : نفیس اکیڈمی، دوسرا

ایڈیشن) جلد اول (اخبار النبی ﷺ) ص، ۱۶۴، ۱۶۵/ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد اول، ص ۱۲۵

34. طبقات ابن سعد ۱ : ۱۷۴
35. محمد شفیع، مفتی۔ معارف القرآن ۱ : ۵۸۲
36. صحیح بخاری شریف، کتاب النکاح، باب ۵۷، حدیث ۱۰۰
37. مسند امام اعظم، کِتَابُ الرِّضَاعِ، باب ۱۳۲، حدیث ج/ ۲۸۳، مترجم دوست محمد شاکر (لاہور : حامد اینڈ کمپنی) ص ۲۲۸
38. سُنن اُردو بازار، باب ۸۴، حدیث ۲۸۷/ المؤطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۱، حدیث ۱۵
39. تفسیر ابن کثیر اُردو بازار، جلد ۱، ص ۳۳۰
40. ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام، ص ۳۶۳
41. المئوطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۱ (رضاعۃ الصغیر) حدیث ۵
42. ایضاً، حدیث ۶
43. کنزالعمال، نمبر ۱۵۶۹۶\ڈاکٹر محمد رواس قلعہ، جی فقہِ حضرت علی رضی اللہ عنہ، مترجم مولانا عبدالقیوم (لاہور : ادارۂ معارف اسلامیہ منصورہ، اکتوبر ۱۹۹۲ء) ص ۳۵۰
44. بیہقی، جلد ہفتم، ص ۴۶۱/ ابن ابی شیبہ، جلد اول، ص ۲۲۲/ فقہِ حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۳۵۰
45. مسند امام اعظم، ص ۲۲۸
46. الحجرہ ۱۵ : ۹
47. نسفی، کنزالا قائق، اُردو ترجمہ احسن المسائل، ص ۱۱۸
48. ابن ابی شیبہ، جلد دوم، ص ۲۲۲\سُنن بیہقی، جلد ہفتم، ص ۴۵۷\فقہِ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ص ۳۵۱
49. المئوطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۱ (رضاعۃ الصغیر) حدیث نمبر ۱۰
50. سند امام اعظم، ص ۲۲۸
51. **Al-Bar, Mohammad Ali,: Breast Feeding and Islamic Teaching the Journal of IMA 25 (2) 80-83 (1993)**
52. اسلم، ڈاکٹر سید، صحت سب کے لیے (اسلام آباد : مقتدرہ قومی زبان پاکستان، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۴۲۲
53. ہمدرد صحت (ماہنامہ) کراچی، جلد ۶۹، شمارہ ۱۰۰۱ (جنوری ۲۰۰۱ء) ص ۴۹

54. اسلم،ڈاکٹر سید، صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۱

55. گھریلو انسائیکلو پیڈیا (لاہور :اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، اکتوبر ۱۹۸۸ء) ص ۹۷

56. اسلم،ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۱، ۴۲۲

57. علی البار، محمد علی۔ حوالہ مذکور

58. ہلوک نورباقی،ڈاکٹر۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق،اُردو ترجمہ سید محمد فیروز شاہ ص ۳۵

59. محمد طارق محمود چغتائی، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (ادارۂ اسلامیات، جنوری ۱۹۹۹ء) ص ۹۷

60. گھریلوانسائیکلوپیڈیا، ص ۹۷

61. مہر جبین، شیخ ڈاکٹر، حاملہ (نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اول ۱۹۹۳ء) ص ۱۶۸

62. Newton N. "Battle Between Breast and Bottle" Psychology Today, July 1972, PP. 68-89

63. گھریلوانسائیکلو پیڈیا، ص ۹۷

64. اسم،ڈاکٹر سید، صحت سب کے لیے، ص ۴۲۲

65. مہ جبین شیخ،ڈاکٹر حاملہ، ص ۱۶۳

66. Haluk Nurbaki, Dr. Verses From the Holy Koran and the Facts of Science, Translated by Metin Beynam (Karachi: Indus Publishing Corporation, 1992)

67. محمد طارق محمود، حکیم۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اوّل، ص ۳۸۳

68. اسلامی ڈاکٹر سید۔ صحت سب کے لیے ص ۴۲۲

69. ایضاً ص ۴۲۲۔۴۲۳

70. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس، جلد اول ص ۳۷۶

71. ہلوک نورباقی، کتاب مذکور، ص ۳۸۵

72. مہ جبین شیخ، حاملہ، ص ۱۶۴

73. روحانی ڈائجسٹ (ماہنامہ) کراچی، جلد ۲۲، شمارہ ۶ (مارچ ۲۰۰۰ء/۱۴۲۰ھ ص ۱۳۳

74. Shahid Athar, (ed), Islamic Medicine (Karachi Islamic Publishing House, 1989) P.114

75. محمد طارق محمود چغتائی۔ سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس جلد اوّل، ص ۳۸۱

76. اسلم سید ڈاکٹر، صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۲

77. ہلوک نورباقی، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، مترجم سید محمد فیروز شاہ (کراچی: انڈس پبلشنگ کارپوریشن، ۱۹۹۰ء) ص ۳۵۷، ۳۵۸

78. گھریلو انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۹۸

79. مہ جبین شیخ، حاملہ۔ ص ۱۶۸

80. **John F.Knight, Family medical care (warbuston) Victoria: Signs Publishing Co, 1982) Vol3, P.57**

81. اسلم سید۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۲

82. **The New Encyclopaedia Britannica (The University of Chicago, 1986) Vol.2 (Micropaedia), P.492**

83. **Haluk Nurbaki, Op. Cit., P.385**

84. اسلم سید۔ صحت سب کے لیے۔ ص ۴۲۲

85. **Haluk Burbaki, Op.Cit, P. 386**

86. **Anees, Munawar Ahmad, Op.Cit, P122**

87. **The New Encyclopaedia Britannica (Macropaedia) Vol. 15, P.113**

88. **R.V. Short, 'The Function of Human Reproduction', Proceedings of the Royal Society of London, Series B,195, 17(1976).**

89. **Hossam E.Fadel : Breast-Feeding and Contraception, The Journal of IMA, 25(2)51-53(1993)**

90. **Anees, Munawar Ahmad, Op. Cit, P.122-123**

91. المنجد عربی اُردو (کراچی: دارالاشاعت، جولائی ۱۹۷۵ء) ص ۲۴۷

92. عبدالرحیم عمران، پروفیسر ڈاکٹر۔ اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی۔ مترجم ڈاکٹر رشید احمد جالندھری (اسلام آباد: اقوامِ متحدہ فنڈ برائے آبادی ۱۹۹۴ء) ص ۲۲۹

93. **Anees, Munawar Ahmad, Islam and Biological Future P. 128.**

94. المئوطا الامام مالک، کتاب الرضاع، باب ۳، حدیث ۱۶

95. نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار (مصر: ۱۹۱۶ء) جلد ششم، ص ۲۱۰

96. ابو الحسن محسن ابراہیم۔ جدید حیاتیاتی علوم اور اسلام، اُردو ترجمہ اسرار احمد خان (لاہور : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء) ص ۴۹، ۵۰

97. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر۔ بہبود آبادی کا اسلامی تصور (لاہور : دوست ایسوسی ایٹس ۱۹۹۶ء) ص ۳۲۔ ۳۶

98. البقرة ۲ : ۱۸۴

99. Abdullah Yusuf Ali, The Holy Quran-Translation and Commentary (Beirut:Dar al-Quran Karim, 1413 A.H) P. 72

100. سنن ابو داؤد، باب ۱۸۱، حدیث ۷ ۵۴

101. سنن ابو داؤد، مترجم وحید الزمان (لاہور : اسلامی اکادمی، ۱۹۸۳ء) جلد دوم، ص ۲۲۶

102. احمد بن شعیب نسائی امام۔ سنن نسائی۔ کتاب الصیام۔ باب وضع الصیام عن الحبلی والمرضع\سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام حدیث ۹ ۷ ۱۵ مترجم دوست محمد شاکر (لاہور حامد اینڈ کمپنی)

103. محمود مہدی استانبولی۔ تحفۃ العروس، اُردو ترجمہ (کراچی : دار الاشاعت) ص ۷ ۴۸

104. محمد بن یزید ابن ماجد قزوینی، ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام باب مَاجَاءَ فِی الْاَفْطَارِ لِلْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ، حدیث ۱۵۸۰

105. مؤطا امام مالک، باب فدیہ من افطر ف رمضان مترجم وحید الزمان (لاہور : اسلامی اکادمی، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ) ص ۲۲۳

106. محمود مہدی استانبولی۔ تحفۃ العروس۔ ص ۴۸۶

107. وحید الزمان، علامہ۔ فوائد کشف المغطا، ترجمہ و شرح مؤطا امام مالک۔ ص ۲۲۳

108. الکاسانی بدائع الصائع فی ترتیب الشرائع، مترجم مولانا ظفر اللہ شفیق (لاہور : مرکزِ تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، جولائی ۱۹۹۳ء) جلد دوم، ص ۲۹۵

109. ایضاً۔ ص ۲۹۵، ۲۹۶

110. سنن ابن ماجہ، مترجم علامہ وحید الزمان (لاہور : اہلحدیث اکیڈمی) جلد اول، ص ۶۸۴

قارئین کرام

اس کتاب کے لئے خاصی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام کیا گیا ہے لیکن اگر آپ اس میں خدانخواستہ کوئی لفظی یا معنوی غلطی دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کردی جائے۔ شکریہ (ادارہ)

ملنے کے پتے

1- بزم رضویہ 14/37 داتانگر، بادامی باغ، لاہور
2- مکتبہ قادریہ ۔ دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور
3- محبوب بک ڈپو، اردو بازار، لاہور
4- عمر سنز، اردو بازار، لاہور
5- گلستان رضا ، بھمبر، آزاد کشمیر
6- فیضان طیبہ لائبریری، نزد نورانی مسجد، عقب ایم بلاک، وحدت کالونی، لاہور
7- پروگریسو بکس ، اردو بازار، لاہور

باذوق قارئین کیلئے **اچھی کتابیں**